दुनियाभरके मोहक्काम

मुल्क

लेखक :- ख्वादेम सागिर अकबर

आबिद

सन् :- 1908

आ॰ सं॰ ~~69~~59

45/

دنیا بھر کے محبان ملک

فہرست مضامین

دیباچہ

نوٹ دیباچہ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

مدّت سے میرا ارادہ تھا کہ حبّ الوطنی یا یوں کہو کہ "محبّان ملک کے کارنامے" جیسے قابل قدر اور ضروری مضمون پر ایک ایسی کتاب تالیف کروں جس میں دنیا بھر کے اُن نیک ذات۔ خدا ترس۔ عالی حوصلہ اور اپنے ملک و قوم کے سچّے ہمدردوں اور بنی انسان کے حقیقی غمخواروں کے صحیح تاریخی حالات درج کئے جائیں۔ جن کی مستقل کوششوں۔ بے غرضانہ محنتوں بے نظیر و عظیم الشان قربانیوں۔ حقوق و آزادی سے متعلق سچّی تعلیم اور نیکی سے بھری ہوئی زبردست خصلت سے کسی ملک کی کایا پلٹ اور کسی قوم کی حالت دگرگوں ہوئی۔ یعنی یا تو کوئی ملک جہالت اور تنزل کے غار سے نکل کر روشنی اور ترقی کے میدان میں آگیا اور یا کسی قوم کے لوگوں کو کسی جابر قوم یا کسی ظالم بادشاہ کی حکومت سے رہائی ملی؛

اگرچہ اس کتاب کا بہت بڑا حصّہ میرے پاس مرتّب ہو چکا تھا۔ لیکن اوراق پریشان کی صورت میں تھا۔ اور مجھے اتنی فرصت نہیں مل سکتی تھی کہ کتاب کو مکمّل کر سکوں۔ کیونکہ ایسے اسباب اور واقعات کا سامنا ہوتا رہا جو الشان کو مجبور کر کے بہتر سے بہتر مقصد سے دور لے جاتے ہیں۔ لیکن شکر کا مقام ہے کہ سال ۱۹۰۵ء نے جسے میں نہایت مبارک سال کہوں تو بجا ہوگا ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنکے ہوتے ہوئے اس کتاب کی تکمیل مجھ پر بمنزلہ فرض حقیقی کے

ہو گئی - اور مجھ میں ان اسباب ہی سے ادائگی فرض کا وہ زبردست
جذبہ پیدا کر دیا کہ میں باوجود سخت عدیم الفرصتی کے اس ناچیز کتاب
کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کر سکا - اس لئے میں اپنے فرض
سے اس شعر کو پڑھکر سبکدوش ہوتا ہوں کہ :-

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری ۔۔۔ طے ہوئی آج کی منزل میں [illegible] میری

اس کتاب میں جسے میں اپنے اہل ملک کی خدمت میں محض اُن کے نفع کے خیال سے
پیش کرتا ہوں صرف اُن ہی لوگوں کے حالات درج ہیں جو اپنی ہمت و استقلال سے
کسی ملک یا قوم کے بنانیوالے اور اُسے بام عروج پر پہونچانیوالے ہوئے ہیں اور
جنکی آن تھک جانفشانیوں اور قانون قدرت کے مطابق تعلیم کے ذریعے سے
کسی ملک کے لوگوں کو اُن کے کنسٹی ٹیوشنل یعنی جایز و مسلمہ حقوق و آزادی
حاصل ہوئی - جن برگزیدہ لوگوں کا ذکر خیر اس کتاب میں آیا ہے وہ ایسے تھے جنہوں
محض دوسروں کے فایدہ کے لئے اپنا فایدہ نہ دیکھا - محض دوسروں کی بھلائی
کی خاطر اپنی جان تک خطرے میں ڈالی اور جنہیں دوسروں کی راحت میں راحت ملتی تھی

اس کتاب کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اہل ہند یہ معلوم کر سکیں کہ جھوٹی اور سچی
حب الوطنی کیا ہے - ملکی بہبودی کے جایز ذرایع کیا ہیں - اور کسقدر ہمت و محنت اور
ثابت قدمی سے اور کتنی بڑی قربانی گذرانیسے اور کن کن ذرایع کے استعمال کرنے سے
ملک کو بہبودی - آزادی - خودمختاری - طاقت و عظمت - اقبال و دولت اور پرم آنند
یعنی سچی مسرت کی رونمائی ہو سکتی ہے - نیز یہ بھی معلوم کر سکیں کہ کسی قوم اور ملک کے
نہ صرف حقوق و آزادی بلکہ اُسکی ہستی بھی محض حب الوطنی کے زور اور محبان
وطن کے وجود کے باعث ثابت و برقرار رہ سکتی ہے *

یہی کتاب اہل ملک کو یہ بتا سکیگی کہ صرف حب الوطنی کے زور سے اُس
کی عزت سچی عزت اور اُنکی راحت حقیقی راحت کہلانیکی مستحق ہو سکتی ہے - اُن
کے حقوق قدرتی حقوق سے جا سکتے ہیں - اُن کی آزادی فطری آزادی

کہلا سکتی ہے اُنکی طاقت خدائی طاقت ہو سکتی ہے۔ اور اُن کی ہستی لازوال ہستی
بن سکتی ہے حب الوطنی ہی کی بدولت قومیں آزادی کا سچا لطف اٹھا سکتی ہیں۔ اسی
کے طفیل میں قومیں عروج حاصل کر سکتی ہیں۔ اسی کے توسل سے قومیں قوموں کی مجلس میں ممتاز
ہو سکتی ہیں الغرض یہ کہ جن قوموں میں حب الوطنی اور محبان وطن نہیں وہ قومیں
وہ قومیں "زندہ" نہیں کہلا سکتیں وہ زندہ قومیں نہیں ہیں۔ بلکہ "مردہ قومیں" ہیں جن میں سچی
قومی زندگی مفقود ہے اور جنکا وجود بمنزلہ عدم ہے اور جو خدا کی مخلوقات میں سب سے زیادہ بیکار ہیں

اس کتاب میں ایسے پاک نفس لوگوں کا نام ملے اور تعلیمات درج کی گئی ہیں جو اس وقت
بظاہر اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن مرے نہیں۔ بلکہ اس قول کے مطابق کہ جیتا ہے وہ جو
مر گیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ابتک زندہ ہیں۔ اگرچہ ان کا جسم موجود نہیں۔ لیکن اُن کی
اسپرٹ ضرور موجود ہے۔ اُن کی تعلیم موجود ہے۔ اُن کے کارنامے موجود ہیں اور ان سب
باتوں کی موجودگی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ اور
جو کوئی اُن کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی ان کی مانند مر کر بھی تا ابد زندہ رہے گا۔

ہم نے اُن محبان وطن کا ذکر کرنے سے گریز کیا ہے جو اس وقت بقید حیات ہیں
بعض اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ وہ سر دست "محبان ملک" کہلائے جاتے ہوں۔
لیکن اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُن میں کوئی ایسی تبدیلی ہو جائے کہ وہ
محبان ملک کے معزز خطاب کے مستحق نہ رہیں۔ تاریخ عالم ہمارے دعوے
کی زبان حال سے پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے۔ اگر کوئی صاحب تاریخ
کی ورق گردانی کرنے کی تکلیف گوارا کریں تو اُن پر روشن ہو جائیگا کہ سلف سے
لیکر آج تک اس دنیا میں ایسے بہت سے لوگ گذرے ہیں جو اپنی زندگی کے نصف
حصہ تک یا دون حصہ تک "محب ملک" کہلائے لیکن زندگی کے آخری ایام میں کسی
وجہ سے (ذاتی طمع۔ ذاتی اغراض۔ ذاتی فواید۔ اور ملک و قوم کو نقصان پہنچانی
کے باعث) اُن سے یہ معزز لقب چھین لیا گیا۔ اور وہ بجائے محب ملک کے دشمن
ملک قرار دئے گئے۔ تاریخ نے ان کے سچے القاب کی بابت یہی فیصلہ کیا ہے کہ

اون کے آخری دم تک کے کارناموں کے اعتبار سے انہیں کوئی لقب دیا جائے ۞
اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ناظرین اس کتاب میں ایتھنس
کے ایک حکیم سولن کے حالات بھی ملاحظہ کرینگے جو ایک بڑا اور سچا محب وطن ہوا ہے جب وہ
دوران سیاحت میں شاہ کرسیس کے دربار میں پہونچا۔ اور جب بادشاہ نے اپنا مال و دولت
دکھاکر سولن سے دریافت کیا کہ کیا تمنے کبھی کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوش نصیب دیکھا ہے
تو اُسنے کہا کہ ہاں دیکھا ہے۔ تین مرتبہ یہی سوال کرنے پر سولن نے یہی جواب دیا کہ اے
بادشاہ تجھ سے زیادہ خوش نصیب لوگ اس دنیا میں ہو گئے ہیں۔ اور ہم یونانیوں
کی رائے میں وہ شخص خوش نصیب ہے جسکا ساتھ خوش نصیبی آخری دم تک دیتی رہی اور جو زندہ
ہے۔ گو جسے آگے چلکر زندگی میں بہت سے خطروں کا سامنا ہونیوالا ہے اُس کی خوش نصیبی
اُس جنگجو سورما کی خوش نصیبی سے بہتر نہیں ہے جو میدان میں دوسرے سورما کے مقابلہ
میں لڑ رہا ہو اور جس کے لئے فتح کا تاج غیر یقینی ہو۔" شاہ کرسیس اس جواب پر سولن سے
ناخوش ہو گیا اور اُسے کوئی عطیہ نہ دیا۔ سولن بادشاہ سے رخصت ہو کر چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد
ایران کے بادشاہ خورس نے کرسیس پر فوجکشی کر کے اُسے شکست دی اور گرفتار کر لیا۔ اور
لکڑیوں کے انبار پر بٹھا کر آگ لگا دی۔ اُسوقت کرسیس کی زبان سے سولن کا نام تین بار
یوں نکلا "سولن۔ سولن۔ سولن" شاہ خورس نے یہ نام سنتے ہی کرسیس سے دریافت کیا
کہ یہ نام تو نے ٹھنڈی سانس بھر کر کیوں لیا۔ تو اُسنے سارا ماجرا سنایا۔ شاہ خورس نے جو
انجام پر نظر رکھتا تھا کرسیس کو چھوڑ دیا اور مدت العمر اُسکی مدد کرتا رہا۔ غالباً اب ناظرین سمجھ
گئے ہوں گے کہ میں نے کیوں زندہ محبان ملک کے حالات درج کتاب کرنے سے پرہیز کیا ہے ۞
اس کتاب میں مینے ہندوستان کے اُن محبان ملک کے حالات درج کرنے سے بھی
گریز کیا ہے جنکے کارناموں کو ایک قوم یا مذہب کے لوگ سراہتے ہیں مگر دوسری قوم یا
مذہب کے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اُن کے حالات سے اہل ہند میں
باہمی شکر رنجی اور نفاق بڑھنے کا اندیشہ تھا اور فی زمانہ بڑی ضرورت اس بات کی ہے
کہ اہل ہند قومیت اور مذہب کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر ایک دل ہو جائیں اور

اور شیر و شکر کی مانند خلط ملط ہو کر رہیں اور اتفاق کی برکت سے مالا مال ہوں ÷

اس کتاب میں میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قوموں کی تواریخ یا یوں کہو کہ تاریخ عالم کے اوراق کا لب لباب ہے۔ ایسے لوگوں کے حالات درج کئے ہیں جو صدیوں سے اور پشتہا پشت سے عام اتفاق رائے کے ذریعہ اور اپنے کارناموں کے باعث محبان ملک کے لقب سے یاد کئے جا رہے ہیں۔ میں نے اُن کے حالات میں کوئی کمی بیشی نہیں کی ہے اور بعض کے حالات محض اتنے ہی لئے ہیں جتنے کہ اس کتاب کے مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی حالات ضرورتاً قلم انداز کر دئے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے اگر کوئی زیادتی کی ہے تو وہ یہ ہے کہ میں نے کہیں کہیں بنی انسان کو اور خاصکر اہل ہند کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ہدایت ضرور کی ہے ÷

جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا میں نے اس کتاب کے لکھنے میں کوئی ایک سو سے زائد کتب سے مدد لی ہے جن کے نام آگے اس دیباچہ میں گنوا دئے ہیں۔ اس سے ناظرین خود ہی اندازہ کر سکیں گے کہ مجھے اس کتاب کی تصنیف میں کس قدر سر دردی اور محنت کرنا پڑی ہے۔ میرا کتنا وقت صرف ہوا ہے۔ اور یہ کہ میری یہ تصنیف کس پایہ کی ہے البتہ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس مضمون پر اردو زبان میں آج تک کوئی کتاب اس پایہ کی نہیں پائی جاتی لیکن جہاں میں یہ دعوےٰ کرتا ہوں وہاں یہ بھی گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی یا نقص ہو تو ناظرین چشم پوشی سے کام لیں۔ کیونکہ میں دل سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ غلطی کرنا انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ ایک اور عرض اہل ملک سے یہ ہے کہ اس کتاب کو غور سے ملاحظہ کریں مجھے اپنے ملکی بھائیوں کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس ناچیز کوشش کو پسند کر کے مجھے مزید ملکی خدمت کے لئے حوصلہ دلائینگے ÷

اس کتاب کی تصنیف میں علاوہ انگریزی زبان کی مشہور اور جامع کتاب انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے اور بہت سی کتابوں سے مدد لی گئی ہے اُن میں سے خاص خاص کے نام یہ ہیں:-

۱- تاریخ عالم "دی یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ" مصنفہ مسٹر اسرائیل اسمتھ کلارک جو پانچ جلدوں میں ہے۔

۲- تاریخ مصر یعنی "ہسٹری آف ایجپٹ"

۳- مقابر مصر یعنی "دی پریمڈز"

۴- تاریخ مصر جسمیں قدیم زمانہ سے لیکر تسلط قبل مسیح تک کے حالات درج ہیں یعنی "ایجپٹ فروم دی ارلیسٹ ٹائمز ٹو بی۔ سی" مصنفہ الیس بریٹو صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی"

۵- تاریخ فارس جس میں قدیم زمانہ سے لیکر فتح عرب تک کے حالات درج ہیں۔ یعنی "پرشیا فروم دی ارلیسٹ ٹائمز ٹو دی عرب کنکوئسٹ" مصنفہ ڈبلیو۔ ایس۔ ڈبلیو واکس ایم۔ اے"

۶- تاریخ مصر و شام یعنی "ایجپٹ اینڈ سیریا" مصنفہ مسٹر جے۔ ڈبلیو۔ ڈاسن"

۷- تاریخ یہود یعنی "دی جوز انڈر روم" مصنفہ مسٹر ای۔ بی۔ والس بج ایم اے"

۸- انقلاب فرانس یعنی "دی فرنچ ریوولیوشن" مصنفہ مسٹر ٹامس کارلائل"

۹- تاریخ ہندوستان قدیم یعنی "ارلی ہسٹری آف انڈیا" مصنفہ مسٹر ونسنٹ۔ اے۔ اسمتھ"

۱۰- سوانح عمری اشوک یعنی "اشوک دی بدھسٹ ایمپرر آف انڈیا" مصنفہ مسٹر ونسنٹ اے اسمتھ"

۱۱- رسالہ اردوئے معلیٰ علیگڈھ۔ فروری مارچ اپریل ۱۹۱۱ع

۱۲- رسالہ مخزن لاہور۔ یہ اردو زبان کا مشہور رسالہ

۱۳- تاریخ روس یعنی "ہسٹری آف رشیا" مصنفہ مسٹر ڈبلیو۔ اے۔ مورفل ایم۔ اے"

۱۴- تاریخ جاپان یعنی "ہسٹری آف جاپان" مصنفہ مسٹر ڈیوڈ مرے پی ایچ ڈی۔ ایل ایل ڈی۔

۱۵- تاریخ چین "ہسٹری آف چائنا" مصنفہ پروفیسر رابرٹ۔ کے۔ ڈگلس"

۱۶- مہابھارت یعنی "مہابھارت ترجمہ انگریزی از مسٹر پی۔ سی۔ رائے" کی متعدد جلدیں۔

۱۷- کرشن کی سوانح عمری مصنفہ جناب لالہ لاجپت رائے

۱۸- افسانہ متھرا یعنی متھرا میموئر مصنفہ گراؤز صاحب

۱۹- تاریخ عالم یعنی "دی السٹریٹڈ ہسٹری آف دی ورلڈ" مصنفہ وارڈ لاک اینڈ بوڈن لمیٹڈ" ۲ جلد۔

۲۰- تاریخ ایران۔ یعنی "ہسٹری آف پرشیا" مصنفہ سر جان مالکم"

۲۱- انقلاب فرانس پر چند خیالات۔ یعنی "ریفلیکشنز آن دی فرنچ ریوولیوشن" مصنفہ مسٹر ایڈمنڈ برک"

۲۲- سوانح عمری شاہ نپولین اعظم یعنی "دی لائف آف نپولین" مصنفہ لاک ہارٹ صاحب"

۲۳- تاریخ یورپ یعنی "ہسٹری آف یورپ" مصنفہ ایلیسن صاحب"

۲۴- تاریخ روما۔ یعنی "ہاٹرو مائن امپائر" مصنفہ فنلی صاحب"

۲۵- اٹلی کی جمہوری سلطنتیں یعنی "دی اٹالین ری پبلکس" مصنفہ سسمونڈی صاحب"

۲۶- پلوٹارخ کی سوانح عمریاں۔ یعنی "پلوٹارکس لائیوز" مترجمہ پادری جان لینگ ہارن صاحب و پادری

ولیم ہننگ ہرون صاحب

۲۷- تواریخ گزیدہ -

۲۸- تاریخ طبری -

۲۹- تواریخ منتخب -

۳۰- ناسخ خسروان -

۳۱- تواریخ جلالی -

۳۲- زینت التواریخ -

۳۳- روضۃ الصفا -

۳۴- تاریخ جرمنی - یعنی ہسٹری آف جرمنی مصنفہ مسٹر بارکہم "

۳۵- تاریخ فرانس یعنی ہسٹری آف فرانس ایضاً

۳۶- تاریخ انگلستان یعنی ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ پادری لی ملر صاحب ایم اے "

۳۷- تاریخ یونان یعنی ہسٹری آف گریس مصنفہ مسٹر ڈی روز "

۳۸- تاریخ انگلستان یعنی ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ ڈاکٹر رابرٹ - ڈبلیو - ڈکنسن - پی - ایچ ڈی "

۳۹- تاریخ فرانس - یعنی ہسٹری آف فرانس مصنفہ ایضاً "

۴۰- تاریخ یورپ یعنی دی میکنگ آف یورپ مصنفہ نیمو " اس میں یورپ کی موجودہ سلطنتوں کے وجود میں آنیکا اسباب وحالات درج ہیں -

۴۱- انگلستان کی پولیٹکل تاریخ - یعنی دی پولیٹکل ہسٹری آف انگلینڈ " متعدد جلدیں "

۴۲- تاریخ انگلستان - یعنی ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ میکالے صاحب "

۴۳- تاریخ یونان - یعنی ہسٹری آف گریس مصنفہ گروٹ صاحب " ۱۲ جلدیں -

۴۴- روما الکبریٰ کا عروج وزوال یعنی ڈیکلائن اینڈ فال آف روم مصنفہ گبن صاحب "

۴۵- تاریخ فرشتہ -

۴۶- زبدۃ التواریخ -

۴۷- تاریخ عجم -

۴۸- حبیب السیر -

۴۹- تاریخ اسلام یعنی محمڈن ہسٹری مصنفہ پرائس صاحب "

۵۰- سفر بیکن یعنی دی ایج اے بیکن مصنفہ ڈی گوگنیس صاحب "

۵۱- اقصائے مغرب مصنفہ مولوی حامد علی صاحب سہارنپوری "

۵۲- تاریخ انگلستان یعنی دی شارٹ ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ مسٹر سیمیل بہتم ایم - اے "

۵۳- تاریخ انگلستان یعنی دی آوٹ لائن آف انگلش ہسٹری مصنفہ پروفیسر ایس - آر - گارڈنر -

۵۴- سوانح عمری کرسپی یعنی فرانسسکو کرسپی مصنفہ مسٹر ڈبلیو جے - اسٹلمین "

۵۵- تاریخ روس - یعنی ہسٹری آف رشیا مصنفہ مسٹر ڈبلیو آر مورفل " جس میں شاہ پیٹر اعظم سے لیکر

شاہ الگزنڈر دوم کے عہد تک کے حالات درج ہیں۔

۵۶- تاریخ جاپان۔ یعنی کیمپفر صاحب کی تاریخ جاپان سے انگریزی زبان میں مسٹر جے۔ جی شیوفر نے ترجمہ کیا ہے۔

۵۷- تاریخ روم یعنی "جنرل ہسٹری آف روم سنہ ۵۳ قبل مسیح سے لیکر سنہ ۴۷۶ء تک" مصنفہ پادری چارلس میری ویل۔

۵۸- تاریخ روس یعنی "ہسٹری آف رشیہ" مصنفہ مسٹر ڈبلیو کے کیلی، جس میں ابتدا سے لیکر جنگ کریمیا تک کے حالات درج ہیں۔

۵۹- تاریخ مصر یعنی "ایجپٹ انڈر دی فیروز" مصنفہ بروگسچ صاحب۔

۶۰- تاریخ ہندرلینڈر مصنفہ موٹلے صاحب

۶۱- تاریخ چین۔ یعنی "چائنا پاسٹ اینڈ فیوچر" مصنفہ انریبل مسٹر چیسٹر ہال کومب۔

۶۲- تاریخ ہالینڈ یعنی "ہالینڈ اینڈ اٹس پیپل" مصنفہ کیرولاین ہلٹن صاحبہ۔

۶۳- بنجمن فرینکلن صاحب کی خود نوشت سوانح عمری۔

۶۴- سوانح عمری روبسپیئر مصنفہ ہیری بیلک صاحب۔

۶۵- اتحاد اٹلی یعنی "دی میکنگ آف اٹلی" مصنفہ مسٹر بولٹن کنگ۔ ۲ جلد

۶۶- تاریخ چین یعنی "چائنا، ہر پیپل ڈپلومیسی اینڈ کامرس" مصنفہ پارکر صاحب۔

۶۷- تاریخ یورپ یعنی "اے ہسٹری آف ماڈرن یورپ" مصنفہ مسٹر سی۔ اے فائیف۔

۶۸- ترقی چین جاپان و ہند یعنی "پروگریس آف انڈیا۔ چائنا اینڈ جاپان" ڈائمنڈ جوبلی سیریز مصنفہ سر رچرڈ ٹیمپل۔

۶۹- سوانح عمری کرامول یعنی "اولیور کرامول" مصنفہ رائٹ انریبل ارل آف روزبری کے۔ جی۔ کے۔ ٹی۔

۷۰- سوانح عمری شاہ الفریڈ اعظم۔ یعنی "لائف اینڈ ٹائمز آف الفریڈ دی گریٹ" مصنفہ مسٹر سی پلمر۔ یہ اون فورڈ لیکچروں کا مجموعہ ہے جو سنہ ۱۹۰۱ء میں دیئے گئے تھے۔

مذکورہ بالا کتب جن سے اس کتاب کی تصنیف میں مدد لی گئی اُن میں دو خاص خوبیاں یہ ہیں:۔ (۱) وہ کسی ملک یا کسی بڑے شخص یا کسی خاص و اہم مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ (۲) وہ کسی نہایت زبردست فاضل اور وسیع معلومات والے شخص نے لکھی ہیں ان دونوں باتوں کے اعتبار سے میری کتاب "دنیا بھر کی محبان ملک" مضمون حب الوطنی پر "تاریخ التواریخ" کے لقب کے قابل خیال کیجائے گی۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل ملکوں کے محبان ملک کے حالات درج ہیں۔
یونان۔ روم۔ اٹلی۔ فرانس۔ سوئٹزرلینڈ۔ سوئیڈن۔ ہالینڈ۔ روس۔ ایران
انگلستان۔ امریکہ۔ چین۔ جاپان۔ ہندوستان۔ مصر۔ الجزایر۔ جرمنی ؀

اس کتاب میں اکثر لوگوں کے حالات کے ضمن میں جنگ وجدل اور کشت وخون اور خفیہ سوسائیٹوں کا ذکر بھی ملے گا۔ میں نے چاہا کہ ایسی باتوں کو چھوڑ دوں لیکن ایسا کرنے میں بعض لوگوں کے کارنامے نامکمل رہ جاتے تاہم اس قسم کے حالات اہل ملک کے سامنے پیش کرنے سے میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ میرے اہل ملک بھی خوامخواہ اس قسم کی باتیں اختیار کریں۔ جب کبھی۔ جس کسی ملک میں اور جس کسی محب ملک نے ایسی باتوں سے کام لیا تو ضرورتاً۔ اور اسوقت جبکہ اوسکی مدعا کی تکمیل کے لئے اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا تھا۔ ورنہ جہاں تک ہوسکا وہ ایسی باتوں سے پرہیز ہی کرتے رہے۔ ہمیشہ اور جہانتک ممکن ہوسکے جایز حقوق وآزادی کے حاصل کرنے کے لئے جایز وسایل اختیار کئے جائیں اور ان پر عمل کیا جائے اور حقوق وآزادی جیسی مقدس چیزوں کے دامن تقدس میں ناجایز وسائل کے ذریعہ سے داغ نہ لگایا جائے ؀

حب الوطنی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے ملک کے لوگوں اور چیزوں سے سچا پریم کرنا اور اپنے ذاتی اغراض وفواید پر کل ملک کے اغراض وفواید کو ترجیح دینا اور اگر ضرورت پڑے تو ملک کے نفع پر سے اپنی جان تک تصدق کردینا۔ برعکس اسکے جو لوگ کسی ذاتی غرض سے یا کسی مصیبت کے خوف سے نہ تو اپنے ملک کے لوگوں سے سچی محبت کرتے ہیں اور نہ ملک کی چیزوں سے۔ بلکہ ملکی قصص وروایات سے ملکی علوم وفنون سے ملکی صنعت وحرفت سے۔ ملکی ترقی سے گریز کرتے اور اتحاد اور بے تعصبی کی قدر نہیں کرتے وہ دشمن ملک ہیں اہل ہند ذرا اپنے حکمران قوم انگریزوں کی حب الوطنی کو دیکھیں۔ اور اون کی تقلید کریں۔ اس میں شبہ کو مطلق گنجایش نہیں کہ دنیا کی موجودہ اقوام میں سے انگریزوں میں حب الوطنی کا جذبہ سب سے

زیادہ زور دار ہے - اسکا اقرار میزینی جیسے محب ملک نے بھی کیا ہے - اور یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب میزینی کو یورپ میں کسی ملک کے لوگوں نے جگہہ نہدی تو انگریزوں نے اوسے سرزمین برطانیہ میں کھلے دل سے اور بسر و چشم قبول کیا اور جگہہ دیکر اوسکے مقاصد سے ہمدردی ظاہر کی - انگریز حب الوطنی کے یہانتک دلدادہ ہیں کہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں محبان ملک کے کارناموں کو سب سے اول درجہ دیتے ہیں ہر انگریز یہ دل سے یقین رکھتا ہے کہ کل سلطنت برطانیہ اوسکی اپنی سلطنت ہے اور کل سلطنت کے نفع میں اوسکا نفع ہے *

جتنی مصائب کی بھرمار محبان ملک پر ہوتی ہے اوتنی بڑے سے بڑے سالار پر بھی جو سخت سے سخت دشمن کا مقابلہ کرے نہیں ہوتی چنانچہ اکثر محبان ملک قتل کئے گئے - اکثر جلاوطن کئے گئے - اکثر زندہ جلائے گئے - اکثر صلیب پر کھینچے گئے اکثر شکنجوں میں کسے گئے - اکثر پھانسی پر لٹکائے گئے - اکثر پہاڑ ہی پر سے گرا کر ہلاک کئے گئے اور اکثر گور و کفن سے بھی محروم رہے اگرچہ زیادہ تر محبان ملک کا انجام بخیر نہ ہوا اور اونہیں اپنی زندگی میں وہ بات دیکھنا نصیب نہ ہوئی جسکی دیدار کی اونہیں خواہش تھی - اور بسا اوقات تو اون کی محنت و کوشش بظاہر بار آور بھی نہ ہوئی - لیکن اونکی محنت بیکار نہ گئی یا تو اون کی زندگی ہی میں اور یا اون کے مرنے کے بعد اون کی کوششیں بار آور ہوئیں اور وہ مدعا پورا ہوا جسے اونہوں نے اپنی زندگی کی خاص کوشش اور سب سے اہم فرض قرار دیا تھا بعض اوقات کسی ملک کے لوگوں کا مدعا جو آزادی حقوق - سیلف گورنمنٹ وغیرہ سے متعلق تھا اپنے ہی ملک کے کسی فرزند کی کوشش سے حاصل ہوا یا اوسکے حاصل ہونے کی بنیاد پڑی - اور بعض اوقات وہ کسی دوسرے ملک کے کسی نیک نہاد انسان کی کوشش سے حاصل ہوا یا اوسکے حاصل ہونے کی ابتدا ہوئی - لیکن آخری صورت کا ظہور بہت ہی کم ہوا ہے *

بعض اوقات خود غرض لوگوں نے ہمدرد ملک بنکر اور حب الوطنی کی آڑ لے کر اپنی ذاتی اغراض پوری کرنی چاہیں - اور مال و دولت اور جاہ و مرتبہ کے مقابلہ

میں ملک کے نفع کو قربان کر دیا۔ ایسے لوگ جھوٹے محبِّ ملک کہلائے گئے۔ مگر جو لوگ اپنے مدعا پر قایم رہے جیسے کہ ایک بہادر سور ما میدانِ جنگ میں اپنی جگہ پر آخری دم تک کھڑا رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ اون کو مال و دولت اور عالی منصب کا لالچ دیا گیا لیکن اونہوں نے اپنے ملک کی نفع کی خاطر ان سب چیزوں پر لات ماردی۔ ایسے لوگ سچے محبِّ ملک کہلائے گئے ؎

حب الوطنی کوئی مخصوص شے نہیں ہے۔ اور بنی انسان میں کسی خاص قوم یا خاص جنس کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ وہ سارے بنی انسان کے لئے ہے اور بنی انسان اوس کے لئے ہیں۔ نہ صرف مرد ہی محبِّ ملک ہو سکتے ہیں۔ بلکہ عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ تاریخ عالم اس بات کی شہادت دیتی رہی ہے۔ اور میری یہ کتاب بھی کہہ رہی ہے کہ عورتیں بھی محبِّ ملک ہوئی ہیں ؎

جس شخص میں حب الوطنی کا جذبہ نہیں وہ انسانیت کے زمرہ سے خارج ہے۔ اور انگریزی زبان کے مشہور شاعر سروالٹر اسکاٹ کے قول کے مطابق "اگر ایسا شخص مرجائے تو اوس کا ماتم بھی نہیں کرنا چاہیئے" جو شخص قوم پرست نہیں۔ ملک پرست نہیں۔ نفاق القوم ہیں وہ بظاہر انسان تو ہے لیکن دراصل حیوان سے بد تر ہے وہ بظاہر زندہ تو ہے لیکن حقیقت میں مردہ سے بدتر ہے ؎

اہل یورپ اور خصوصًا انگریز اس حب الوطنی اور اتحاد ہی کی بدولت کل دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ کیا اہل ہند نہیں دیکھتے کہ اون کے ہاں قومی محبت اپنے نفس کی محبت سے مقدم خیال کیجاتی ہے۔ اور ہم ہندوستانی اپنی عزت کی محبت کو قوم کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اون کے ہاں بڑے بڑے کاموں کی چھوٹی اور بڑی کاموں کی کامیابی کا راز اتحاد ہے۔ مگر ہمارے ہاں ہر کام میں نفاق اور پھوٹ کو دخل ہے۔ اون کے ہاں قوم اپنے افراد پر بھروسہ کرتی ہے اور افراد کل قوم کے جان نثار ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوستانیوں میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ اون کے ہاں ہر شخص عملی کام کرنا جانتا ہے۔ مگر ہندوستانی صرف باتیں بنانا پسند کرتے ہیں

وہ اپنے مستقبل یعنی آئندہ زمانہ پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ہم ہندوستانی اپنے ماضی یعنی گذرے ہوئے زمانہ کے راگ بے محل الاپتے رہتے ہیں۔ ہندوستانیوں کچھ تو غیرت چاہئے۔ کچھ تو قومی حمیت چاہئے۔ کچھ تو قومی محبت چاہئے +

اس کتاب کے لکھنے کی بھی ایک ضرورت واقع ہوئی جیسے کہ ہر کام کے لئے ضرورت لازمی ہے۔ اور وہ ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جیسا کہ موجودہ زمانہ ہے اور جبکہ ہندوستان اور ہندوستان کے رہنے والے ایک نہایت نازک اور مصیبت خیز زمانہ میں ہو کر گذر رہے ہیں۔ یہ ضروری ہے اور اشد ضروری ہے کہ اہل ہند کے دلوں میں ملکی ترقی اتحاد کا شوق جائز حقوق کی جائز خواہش اور حب الوطنی کا سچا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت بس یہی تھی اور یقیناً اس ضرورت کو یہ ایک بڑی حد تک پوری کر نیوالی ثابت ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھونگا کہ میں بھی ایک نہایت مقدس کام میں ہاتھ بٹانے والا ہوں۔ کا میں اس خدائے قادر مطلق کے جناب میں صدق دل سے ملتجی ہوں کہ وہ اپنی رحمت سے میری اس کتاب کے ذریعہ سے ناظرین اور نیز کل اہل ہند کے دلوں میں قوم پرستی اور حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر دے۔ اب میں اپنے اس ناچیز ہدیہ کو کل ملک کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کرتا ہوں کہ ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را   تو دانی حساب کم و بیش را

۲۴۔ مئی ۱۹۱۰ء
لاہور

خادم ملک
ساغر اکبر آبادی

نوٹ۔ یہ کتاب بڑی عجلت میں لکھی گئی اور اس سے بھی زیادہ عجلت میں چھپوائی گئی۔ اسلئے اس میں اکثر غلطیاں رہ گئی ہیں جو بشرط حیات دوسرے ایڈیشن میں دور کر دی جائیں گی۔
(مصنف)

(کاتب محمد فضل حق نازک رقم مصور مارہروی)

آزادی پرست

جیمس اوٹس جو ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۸۳ء میں فوت ہوا۔ ایک بڑا آزاد خیال شخص تھا اور آزادی اور حب الوطنی کا دلدادہ۔ اوسنے قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد وکالت شروع کی۔ اور اپنے پیشہ میں ترقی کرنے کے ساتھ تصانیف بھی کرتا رہا۔ جب انگلستان کی طرف سے آمریکہ کی نوآبادیوں پر جو انگلستان کو اپنی حفاظت کے خیال سے اپنا سرپرست مان چکی تہیں سختی ہونے لگی تو امریکہ والوں میں سختی کے خلاف قدرتی طور پر جوش بڑہنے لگا۔ امریکہ کی نوآبادیوں نے جزایر غرب الہند کے ساتھہ تجارت شروع کی۔ جس میں اوسے کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر تجارت جہاز رانی کے قانون کے خلاف تہی۔ اسلئے اوسکے ترک کرنے کے لئے نوآبادیوں کی کونسل میں ایک حکم انگلستان سے ۱۷۶۱ء میں بہیجا گیا۔ جس کے رو سے ایک پروانہ لیکر بحری جنگی محکمہ کے افسر ہر شخص کے گہر میں اس شبہ کی بنیاد پر داخل ہوسکتے اور تلاشی لے سکتے تہے کہ اوس گہر میں چوری کا مال ہے ❖

اُسوقت جیمس اوٹس گورنمنٹ انگلستان کی طرف سے قانونی افسر کی آسامی پر مامور تہا۔ اوس کا فرض یہ تہا کہ وہ انگلستان کی طرف سے سرکاری معاملات میں پیروی کرے۔ اوٹس کے دل میں اپنے قوم کی محبت تہی۔ اوسکا درد تہا۔ وہ اُس حکم کے خلاف تہا جو انگلستان نے بہیجا تہا اور جسکی رو سے محض شبہ پر یا حیلہ پر کوئی افسر کسی شخص کو تلاشی کے ذریعہ سے پریشان اور دق کر سکتا تہا۔ اوسنے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنے عہدے سے

استعفا دیدیا - اور اوس حکم کے خلاف اپنے ملک والوں کی طرف سے
کوشش کی - اوسکا دعوے صداقت پر مبنی تہا - اوسکے بیان میں بیباکی تہی
اوسنے نوآبادیوں کے حقوق کی حمایت کی - اوسنے اوس حکم کے خلاف
اس جوشش سے تقریر کی کہ لوگ اوس کی نسبت یہ رائے قایم کرنے لگے کہ وہ
"پرکالۂ آتش" ہے ؛

عدالت جس میں اوسنے اوس حکم کی مخالفت کی اوسنے اوسکی دلایل
اور رائے کو تسلیم نہیں کیا - اوسوقت سے اوٹس کی ملک میں بڑی شہرت
ہوگئی اور بڑی عزت ہونے لگی - جان ایڈمس جیسے قابل شخص نے اوٹس کی تقریر
سنکر کہا کہ "امریکہ کی آزادی نے اوٹس کی شکل میں جنم لیا ہے" ؛

اسکے بعد ہی نوجوان اوٹس اتفاق رائے کے ساتھ شہر بوسٹن کی طرف
سے نوآبادیوں کی ملکی مجلس کا ممبر منتخب کیا گیا - اور جب تک زندہ رہا ہر سال
اس مجلس کا ممبر منتخب ہوتا رہا - جو اہم ترین اور مفید ترین تجاویز نوآبادیوں کو
اس بارہ میں روانہ کی گئیں کہ وہ مشترکہ فواید میں اتحاد کرلیں - یا جو تجاویز
گورنمنٹ انگلستان کو نوآبادیوں کے حقوق کی تائید یا شکایات کے بارہ
میں روانہ کی گئیں اون کا تجویز کرنے والا اوٹس ہی تہا - جن معاملات
کے ذریعہ سے امریکہ میں انقلاب کی ابتدا ہوئی اون کو عملی شکل میں لانے
وغیرہ کا کام بہی اوٹس ہی نے انجام دیا - امریکہ کے باہر کسی امریکن کا
نہ اتنا ذکر کیا گیا - نہ اتنی تعریف کی گئی اور نہ کسی امریکن کی انگلستان کے اخباروں
اور پارلیمنٹ میں اسقدر مخالفت کی گئی جتنی کہ اوٹس کی ؛

سنہ ۱۷۶۵ء میں میساچوسٹس کی طرف سے وہ امریکہ کی پہلی کانگریس میں قایم مقام
کی حیثیت سے شریک ہوا - وہ سارے قایم مقاموں سے زیادہ ممتاز
سمجھا گیا - مگر اسکے چار سال ہی بعد اوسکی ملکی زندگی کا جو امریکن نوآبادیوں
کے لئے بیحد نفع بخش تہی خاتمہ ہوگیا - اوس سے اور امریکہ کے لوگ ہی نام کے

فرقہ سے کسی بات میں انقلاب رائے ہوگیا۔ اوسی فرقہ کے لوگوں نے ناخوش ہوکر اوپر ایک جگہہ حملہ کر دیا۔ اور اوس کے سر میں اسقدر سخت چوٹ آئی کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ وہ کچھ عرصہ تک دیوانگی کے عالم میں (کیونکہ سر کی چوٹ سے اوسے فتور عقل ہوگیا) زندگی بسر کرتا رہا۔ ۲۲ مئی سنہ ۱۷۸۳ء میں وہ بجلی کے صدمہ سے ہلاک ہوگیا ✤

سلطنت جمہوریہ کا سب سے مشہور حامی

ٹامس جیفرسن جو ممالک متحدہ امریکہ کا تیسرا پریسیڈنٹ تھا وہ "سلطنت جمہوری کا سب سے مشہور حامی" اور سچا محب ملک تھا۔ وہ سنہ ۱۷۴۳ء میں پیدا اور سنہ ۱۸۲۶ء میں فوت ہوا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ مسٹر جارج وایتھ کے دفتر میں جو ورجینیہ میں سب سے مشہور وکیل تھا ملازم ہوگیا۔ اور پانچ سال قانونی تعلیم حاصل کرکے سنہ ۱۷۶۷ء میں وکالت کا پیشہ شروع کیا۔ وہ بیباک نڈر۔ سرگرم۔ باجرئت۔ خلیق اور ہمدرد طبیعت کا آدمی تھا ✤

جب مسٹر جیفرسن مجلس واضعان آئین وقوانین کا ممبر تھا تو انگلستان نے امریکہ کی بعض تجارتی چیزوں پر ایک محصول لگا دیا۔ نوآبادیوں نے اسکی مخالفت کی ورجینیہ سے جیفرسن نے جو اپنے ملک کا درد رکھتا تھا مخالفت میں یہ چار رزولیوشن پاس کرائے ✤

(۱) ٹیکس امریکہ کی قایم مقامی نہ ہونے کی حالت میں ناجایز ہے۔

(۲) نو آبادیوں کو اپنی شکایات کے دور کرنے کے لئے اتحاد کر لینا چاہئے۔

(۳) مجرموں کو اپنے ملک سے باہر اون کے جرم کی سماعت کیلئے بھیجدینا سخت غلطی ہے۔

(۴) ان تجاویز کی نقل بادشاہ کے پاس بھیجی جائے۔ مگر ان کی باضابطہ نقل پہونچنے سے پیشتر ہی گورنر ورجینیہ نے ملکی مجلس توڑ دی ٭ اسکے بعد ورجینیہ میں جیفرسن نے کوشش کرکے وہ قانون منسوخ کرانا چاہا جسکی رو سے انگلستان نے محصول لگائے تھے۔ اور اوس کی مخالفت میں یہ تجویز منظور کرائی کہ

"انگلستان نے جن تجارتی چیزوں پر محصول لگایا ہے"
"اون میں جنکے بغیر گذارہ ہوسکتا ہے اونکو نہ خریدا جائے"
"اور نہ کوئی چیز انگلستان سے منگائی جائے اور نہ انگریزی"
جہازوں کے ذریعہ سے"
"اوسوقت تک۔ جبتک کہ قانون محصولات جو انگلستان"
"کی پارلیمنٹ نے امریکہ کی تجارتی چیزوں کے بارہ میں"
"جاری کیا ہے منسوخ نہ ہو جائے تب تک اس تجویز"
"پر استقلال۔ پامردی۔ ثابت قدمی اور زور"
"کے ساتھ عمل جاری رہے" ٭

گویا یہ تجویز انگلستان کے مال تجارت کو بائکاٹ کرنے کے متعلق تھی جن لوگوں نے اوس پر دستخط کئے وہ دوبارہ ملکی مجلس کے ممبر منتخب کئے گئے اور جنہوں نے دستخط کرنے سے انکار کیا وہ منتخب نہیں کئے گئے۔ یکم فروری ۱۷۷۰ء کو جبکہ جیفرسن معہ اپنی والدہ کے کہیں گیا ہوا تھا تو اوسکے مخالفوں نے اوسکے گھر میں آگ لگادی۔ سارا مکان جلکر خاکستر ہوگیا ٭

سنہ ۱۷۷۳ء میں نوآبادیوں نے ایک کمیٹی منعقد کی۔ جسکی غرض یہ تھی کہ نوآبادیاں شاہ انگلستان کے دعاوی کے خلاف اتحاد کریں۔ یہ کمیٹی اس اتحاد سے متعلق خط وکتابت کرتی تھی۔ جیفرسن اوسکا سکرٹری مقرر کیا گیا۔

اسکے دوسرے ہی سال یہ خبر ملی کہ "بوسٹن کا بندرگاہ یکم جون سنہ ۱۷۷۴ء سے تجارت کے لئے بند کردیا گیا" اسپر نوآبادیوں کی مجلس کا انعقاد قرار پایا جیفرسن اوس کے لئے قایم مقام منتخب کیا گیا۔ مگر یکایک بیمار ہوجانے کے باعث نہ جاسکا۔ اوس نے اس مجلس میں یہ تجویز پیش کرنا چاہی تھی۔

"امریکن نوآبادیوں اور برطانیہ کے تعلقات ویسے"
"ہی ہیں جیسے کہ شاہ جیمس کی تخت نشینی کے بعد سے"
"اور اتحاد انگلستان و اسکاٹ لینڈ کے"
"ہونے کے وقت سے اسکاٹلینڈ کے"
"ساتھ اب تک چلے آئے ہیں۔ یا"
"جیسے کہ فی زمانہ ہانوور سے ہیں۔ اگرچہ ان ملکوں کا"
"کارکن سرغنہ جو دونوں ملکوں میں حاکم کی حیثیت رکھتا ہے"
"وہ ایک ہی ہے۔ لیکن اون میں کوئی ملکی تعلقات نہیں"
"ہیں۔ اور نوآبادیوں کے ہم باشندونکے نقل سکونت"
"سے ہم پر کوئی حقوق انگلستان کے نہیں ہیں جسطرح"
"کہ انگلستان میں ڈینس اور سیکزن اقوام کے نقل"
"سکونت جسے اسوقت کئی صدیاں گذر چکی ہیں"
"کر کے آجانے سے اون ملکوں کو جہاں سے کہ وہ"
"آئے تھے اور جہاں کے وہ باشندے سمجھے"
"انگلستان پر کوئی حقوق حاصل نہیں ہوئے تھے"

جب یہ رزدیوشن نوآبادیوں کے قایم مقاموں کے سامنے پیش کئے گئے۔ پڑھے گئے۔

اور اخباروں میں شایع کئے گئے۔اون کے باعث جیفرسن حامیان انقلاب وحقوق اور آزادی کے دلدادوں کا ایک سرغنہ تسلیم کیا گیا +

اسکے بعد جیفرسن نوآبادیوں کی جنرل کانگریس میں قایم مقام کی حیثیت سے شریک ہوا۔اور اوس کیمٹی کا ممبر بنایا گیا جسکے سپرد یہ کام تجویز کیا گیا کروہ کون سے اسباب ہیں جنکے باعث امریکن نوآبادیاں انگلستان کے خلاف ہتیار اوٹھانے پر آمادہ ہوئی ہیں۔پہر وہ اون تجاویز پر جس سے امریکہ اور انگلستان میں میل ہو سکتا تہا اور جو لارڈ نارتھ نے پیش کی تہیں۔غور کرنے والی کمیٹی کا بہی ممبر مقرر کیا گیا +

اوس موسم سرما میں جو ۱۷۷۵-۱۷۷۶ء میں واقع ہوا انگلستان سے ایک بڑی وحشت انگیز اور دلدوز خبر آئی۔وہ یہ تہی کہ شاہ انگلستان نے پالیمنٹ کے افتتاح کے وقت جو اسپیچ دی اوسمیں امریکن نوآبادیوں کے لوگوں کو باغی قرار دیا اور پارلیمنٹ سے سفارش کی کہ اون کی سرکوبی کیجائے۔ اسکے بعد ہی ایک قانون انگلستان میں منظور کیا گیا۔جسکا مطلب یہ تہا کہ امریکن جہازوں اور اون میں کے مال کو اور نیز غیر اقوام کے جہازوں کو جو امریکن بندرگاہوں میں تجارت کرتے ہوں ضبط کر لیا جائے اور امریکہ کے جنگی جہازوں کو انگلستان کے جنگی بیڑے میں شامل کر لیا جائے +

ان باتوں نے امریکہ والوں میں ایک نو بہنے والا جوش پیدا کر دیا اور جون ۱۷۷۶ء کو نوآبادیوں کے کانگریس نے جیفرسن۔ایڈمس۔فرنیکلن۔شرمان اور لونگسٹن کو "آزادی نامہ" تیار کرنے کے لئے مقرر کیا۔ان لوگوں نے جیفرسن ہی کو آزادی نامہ کا مسودہ تیار کرنے کے لئے منتخب کیا۔اوس نے جو مسودہ لکھا وہ کانگریس میں پیش ہوا اور صرف چند معمولی باتوں کی تبدیلی کے ساتھہ منظور کر لیا گیا +

آزادی نامہ اس قسم کا ہے کہ اوسوقت سے جو لوگ سیلف گورنمنٹ قایم

کرنے کے خواہشمند ہوئے ہیں اون کے لئے رہنما ہے۔ اوس کے باعث جیفرسن ایک زبردست اور بے نظیر مدبر۔ مقنن اور سچا محب ملک اور آزادی اور سیلف گورنمنٹ کا بے مثل حامی مانا جاتا ہے ❊

واشنگٹن جو آزادی کی جنگ میں امریکن افواج کا سپہ سالار تھا اوسکی رائے تھی کہ آزادی حاصل کرکے اور انگلستان کی فوج کو شکست فاش کے ذریعہ سے ملک بدر کرکے دم لیا جائے۔ اُسدم ورجینیا جہاں جیفرسن گورنر مقرر کیا گیا تھا اسلئے بالکل خطرے میں تھی کہ سامان جنگ کم تھا۔ بس جب انگریزی فوج کا ورجینیا پر قبضہ ہو گیا تو جیفرسن وہاں سے جان بچاکر بھاگ گیا اسپر اوسکے اہل ملک نے اوسپر الزام لگایا کہ اوسکے طرز عمل سے ورجینیا پر دشمنوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن جب اونکو یہ معلوم ہوا کہ اوسنے جو کچھ کیا وہ درست تھا اور واشنگٹن کی پالیسی کے مطابق تو وہ نادم ہوئے اور اونہوں نے اوسکا پبلک طور پر شکریہ ادا کیا ❊

۱۷۸۲ء میں جیفرسن اوس کمیٹی کا میر مجلس بنایا گیا جو امریکہ اور انگلستان میں صلح کرنے کے لئے قایم کی گئی۔ اوسکے ذریعہ صلح نامہ ہو گیا۔ ۱۷۸۴ء میں وہ فرینکلن اور ایڈمس کو مدد دینے کے لئے جو یوروپین سلطنتوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کرنیکے واسطے مقرر کئے گئے منتخب کیا گیا ❊

۱۷۸۹ء میں واشنگٹن نے جو امریکہ کا اوّل پریسیڈنٹ تھا جیفرسن کو پیرس سے جہاں اوسکے قیام کو پانچ برس گذر گئے تھے واپس بلایا۔ اور سکرٹری آف اسٹیٹ کے عہدے پر مامور کر دیا۔ اگرچہ وہ پیرس سے جلد جانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ملکی بہتری کے خیال سے واشنگٹن کے حکم کی تعمیل فی الفور کی اس عہدے پر جب تک جیفرسن مامور رہا تب تک اوس فریق کا سرغنہ بھی رہا جو سلطنت جمہوری کا حامی تھا ❊

اسکے بعد جیفرسن لوربہت سے کام کرتا اور اپنے ملک کی خدمت مختلف

صورتوں میں کرتا رہا۔ وہ بڑا منکسر مزاج تہا۔ کوئی اعزازی نقطہ اپنے نام کے ساتہہ نہیں لگاتا تہا۔ اپنے گھوڑے سے بلا کسی کی مدد کے اوترپڑتا۔ اور گھوڑے پر زین بہی خود ہی کستا تہا۔

جب جیفرسن ممالک متحدہ امریکہ کی جمہوری سلطنت کا پریسیڈنٹ بنا یا گیا تو ایک حاکم کی حیثیت میں وہ اپنے کو عام لوگوں کا ایلچی تصوّر کرتا تہا۔ اوسنے امریکہ کے سفیر کی سرکاری جہازوں کے ذریعہ غیر ممالک کا سفر کرنے کی رسم دور کی۔ اوسنے اپنی سالگرہ کے جشن میں سرکار کا روپیہ خرچ نہیں ہونے دیا۔ نہ اس جشن کی خوشی میں محفل رقص و سرود منعقد کی اور نہ دعوت روا رکھی۔ جب اوسے تیسری بار پریسیڈنٹ کے عہدے پر منتخب کیا گیا تو اوسنے انکار کر دیا۔ ملکی زندگی سے دست بردار ہوکر وہ ۱۶ سال زندہ رہا۔ اس عرصہ میں جو نئے پریسیڈنٹ مقرر کئے گئے وہ اوسکے شاگرد اور دلی دوست تہے۔ اسلئے وہ اوسکی صلاح بغیر کوئی اہم کام انجام نہیں دیتے تہے۔

جیفرسن کی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ ہر شخص کو اپنے ملک سے سچا پریم کرنا چاہئے۔ اوسکی بہبودی کو ہر حال میں مقدّم سمجھنا چاہئے۔ اور سرکاری یعنی ملک کے کاموں کو دیانت داری سے انجام دینا چاہئے۔

تھاڈیئس کوس سیئوکو

یہ محبّ ملک پولینڈ کا رہنے والا تھا۔ سنہ ۱۷۴۶ء میں پیدا اور سنہ ۱۸۱۷ء
میں فوت ہوا۔ اوسنے وارسہ۔ ورسیلز۔ برسٹ - اور پیرس کے اسکولوں
میں تعلیم حاصل کی۔ اور پولینڈ کی فوج میں کپتان کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔
جب امریکہ نے آزادی کی جنگ شروع کی تو یہ محبّ ملک پیرس میں مقیم تھا
وہ آزادی کا اسقدر حامی تھا کہ امریکہ والوں کی مدد کے لئے گیا۔ اور واشنگٹن
کی ماتحتی میں اسقدر بہادری اور استقلال ظاہر کیا کہ ایک بریگیڈ کا جنرل بنا دیا گیا
سنہ ۱۷۸۶ء میں اپنے ملک کو واپس آگیا۔ روس کے بادشاہ چاہتے تھے کہ
کسی طرح پولینڈ اون کے قبضہ میں آجائے تاکہ اونکو اپنے جنگی بیڑے کے لئے
ایک مضبوط و محفوظ بندرگاہ مل جائے۔ اس خیال سے وہ پولینڈ کو
روس میں ملانا چاہتے تھے۔ کوس سیئوکو نہیں چاہتا تھا کہ اوسکے ملک پر
روس جیسے جابر سلطنت کا قبضہ ہوجائے یا یہ کہ پولینڈ کی آزادی چھن جائے
پس جب سنہ ۱۷۹۱ء میں ایک نئے نظام حکومت پر پولینڈ اور روس میں
لڑائی ہوئی تو کوس سیئوکو نے مردانگی کے جوہر دکھائے اور روسیوں
کی ۲۰ ہزار فوج کو ۴ ہزار فوج کی مدد سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ شاہ
پولینڈ نے روسیوں سے صلح کرلی اور ایسی شرائط پر جو پولینڈ کے حق میں نقصان
دہ تھیں کوس سیئوکو نے استعفا دیدیا۔ جب سنہ ۱۷۹۳ء میں پولینڈ کی دوبارہ
تقسیم پر اہل پولینڈ میں مقابلہ کرنے کا جوش پیدا ہوگیا تو کوس سیئوکو کو
جنگ میں ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ اوس نے ۵ ہزار فوج سے روسیوں کی ایک بہت
بڑی فوج کو شکست دی اور اونکو پروشیہ کی سرحد تک بھگا دیا۔ جنگ میں

اُس نے ۴ ہزار فوج سے ۱۴ ہزار روسی سپاہ کا مُنہ پھیر دیا۔ مگر خود سخت زخمی ہوگیا۔ اور روسیوں نے اوسے گرفتار کر لیا۔ وہ سینٹ پیٹرسبرگ میں دو سال تک بند رہا لیکن زار پال اوّل کی تخت نشینی کی خوشی میں رہائی پاکر انگلستان گیا اور وہاں سے امریکہ۔ اور امریکہ سے واپس آکر فرانس میں سکونت اختیار کی سنہ ۱۸۰۶ء میں پولینڈ میں جو ہنگامہ نپولین نے روس کے خلاف برپا کر آیا اوس میں ہنگامہ کا برپا کرانے والا کوس سیئوسکو کو ظاہر کرنا چاہا۔ مگر کوس سیئوسکو نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔ نپولین نے جو جعلی اڈریس اوسکے نام سے ظاہر کیا اوسکی نسبت اہلِ پولینڈ نے یہی سمجھا کہ وہ اوسکی کارروائی نہیں ہے۔ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۱۷ء کو وہ گھوڑے سے گر کر فوت ہوا کوسس سیئوسکو نہ صرف ایک مدبر اور سپہ سالار ہی تھا۔ بلکہ سچّا محبِّ ملک بھی جو کچھ اوسنے حب الوطنی کی خاطر کیا اوس سے وہ اپنی ذاتی وقعت بڑھانا یا کوئی اعزاز حاصل کرنا یا نام پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اوسکو ساری دنیا نے سچّا محبِّ وطن تسلیم کیا ؏

رچرڈ ھنیری لی

یہ امریکن مدبّر۔ فصیح البیان اور محبِّ ملک سنہ ۱۷۳۲ء میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۴ء میں فوت ہوا۔ وہ صوبہ ورجینیہ کے مقام ویسٹ مورلینڈ میں پیدا ہوا تھا بیس سال کی عمر میں جسٹس آف دی پیس کی آسامی پر مقرر کیا گیا۔ اوسکے

بعد ہی ملکی مجلس کا ممبر منتخب کیا گیا۔ یہاں اوسنے استیصال غلامی پر ایک تقریر غلاموں کی حمایت میں کی۔ سنہ ۱۷۶۴ء میں اوسنے اسٹامپ ایکٹ کے مطابق کلکٹر کی آسامی کے لئے درخواست کی۔ لیکن بعد میں غور کرنے سے اوس سے باز رہا کیونکہ اوس سے ملک کا نقصان تہا۔ اور کہلم کہلا اس قانون کی مخالفت کرنے لگا۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں اوسنے اوس تجویز کے مطابق جو ہنری پیٹرک نے اسٹامپ ایکٹ کے خلاف پیش کی تہی ایک زبردست انجمن قایم کی۔ اور نو آبادیوں میں اتحاد پیدا کرانے کے لئے کوشش کرنے لگا۔ سنہ ۱۷۶۸ء میں اوسنے محصول چاء اور دیگر محصولوں کے قوانین کے خلاف تقریریں شروع کیں۔ سنہ ۱۷۶۹ء میں اوسنے نو آبادیوں کے اون لوگوں میں جو آزادی کے حامی تہے تبادلہ خیالات کی غرض سے خط و کتابت کے سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔ سنہ ۱۷۷۴ء میں جبکہ پہلی کانگریس بمقام فلاڈلفیہ میں منعقد ہوئی تو مسٹر لی نے ایک ایڈریس شاہ انگلستان دوسرا انگلستان کے لوگوں اور تیسرا امریکہ کے لوگوں کے نام تیار کیا گیا۔ یہ ایڈریس بڑے با اثر ثابت ہوئے۔ ۷۔ جون سنہ ۱۷۷۶ء کو اوسنے کانگریس میں یہ تجویز پیش کی۔

"امریکہ کی متحدہ نو آبادیاں آزاد اور خود مختار ہیں اور ہونی"
"چاہئیں۔ یہ کہ وہ تاج برطانیہ کی اطاعت سے [illegible]"
"ہو گئی ہیں۔ اور بالکل آزاد و خود مختار ہو گئیں ہیں۔ اور یہ"
"کہ ان نو آبادیوں اور انگلستان کے درمیان"
"تمام ملکی تعلقات ہمیشہ کے واسطے بالکل قطع"
"ہو چکے اور ہونے چاہئیں"۔

اسکے بعد کئی سال تک کانگریس کا ممبر اور اوسکا رکن اعظم رہا۔ اور امریکہ کی بہتری اور بہبودی کے لئے کوشش کرتا رہا۔ [illegible] وہ ملکی

خدمت سے دست بردار ہوگیا - اور ۱۹ ار جون سنہ ۱۷۹۲ء میں اس جہان سے سدھار گیا ٭

آپ نے اپنے ملک کی جو خدمت کی وہ ملک کی بہتری کے خیال سے نہ کہ اپنی کسی ذاتی عزت افزائی کے خیال سے - اوسے امریکہ کے لوگ سچا محب ملک جانتے اور مانتے ہیں -
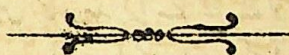
ٹامس پین

یہ اوس مشہور کتاب کا مصنف ہے جو انگریزی زبان میں "رائٹس آف مین" یعنی "حقوق انسان" کے نام سے لکھی گئی تھی - امریکہ میں وہ حامیان آزادی میں سے ایک تھا - پین انگلستان کا رہنے والا تھا - اور ۳۸ سال کی عمر میں امریکہ چلا گیا تھا - عقیدہ کے لحاظ سے وہ کونگر تھا اور ملکی معاملات میں اکسٹریمسٹ - اوسنے یکم جنوری سنہ ۱۷۷۶ء کو ایک رسالہ "کامن سینس" کے نام سے شایع کیا جسکے اثر سے ڈھل مل یقین بھی سلطنت جمہوری قایم کرنے پر آمادہ ہوگئے - جب امریکہ نے انگلستان سے "آزادی کی جنگ" شروع کی تو پین فوج میں ایک پرائیویٹ سپاہی کی حیثیت سے واشنگٹن کے ساتھ کام کرتا تھا اوس وقت اوسنے راتوں کو محنت کرکے ایک رسالہ کرئیسس کے نام سے شایع کیا - جسکے معنی "امتحان کا وقت" ہوسکتے ہیں - یہ رسالہ فوج کو سنایا گیا - فوج جو شکست کے باعث دل شکستہ ہوچکی تھی اوس میں اس رسالہ کے اثر سے ہمت پیدا ہوگئی ٭

اس رسالہ کا شروع جملہ "یہی وقت تو انسان کی روح کے لئے ایک آزمایش ہے" زبان زد عام و خاص ہو گیا۔ اس رسالہ اور دیگر کتب کی اشاعت کے صلہ میں پین اوّل کانگریس میں "معاملات خارجہ" کا سکرٹری یعنی وزیر بنایا گیا۔ جمہوری سلطنت قایم ہو جانے پر ایک اور دقت کا سامنا ہوا۔ اسلئے اوسنے مشہور کتاب "حقوق انسانی" تصنیف کی اور انگلستان جاکر گورنمنٹ کی حماقت اور دیوانگی ظاہر کرکے لوگوں کی آنکھیں کھولنا چاہا۔ اس کتاب کا پہلا حصہ ۱۷۹۱ء میں شایع ہوا۔ اور اوس کی اس کثرت سے اشاعت ہوئی کہ گورنمنٹ نے خوفزدہ ہو کر اوسکی اشاعت کو بھاری سزاؤں کے ذریعہ سے دبانا اور روکنا چاہا۔ اور خود پین پر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ لیکن اوسکا مقدمہ ختم ہونے سے بیشتر ہی وہ شہر کیلے کی طرف سے "فرانس کی پارلیمنٹ" کا ممبر منتخب ہو گیا۔ اسلئے اوسے فرانس بھیجدیا گیا۔ اور اوسکے بعد ہی بد معاشی میں اوسکی سزا کا حکم بھیجا گیا۔ فرانس میں اوسکی بڑی عزت کی گئی۔ فرانس میں اوسنے اعتدال کی پالیسی کی حمایت کی۔ اسپر روبسپیر نے اوسے قید کردیا وہ اوسے قتل بھی کرادیتا۔ لیکن خوش قسمتی سے بچ رہا۔ جو الزام اوسپر فرانس میں لگایا۔ اوسکے اور گرفتاری کے درمیان اوسنے اپنی کتاب "ایج آف ریزن" یعنی "عقل کا زمانہ" کا باقی حصہ لکھکر ایک دوست کے حوالہ چھپنے کے لئے کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے امریکہ اور انگلستان دونوں ہی اوس سے ناخوش ہو گئے۔ اور واشنگٹن نے بھی اوسکی رہائی کے لئے کوشش کرنے سے انکار کردیا۔ روبسپیر کے زوال کے بعد وہ رہا کردیا گیا۔ اور ۱۸۰۲ء تک فرانس میں رہا۔ جہاں وہ ادبی کاموں میں مصروف رہا۔ اور ۱۸۰۹ء میں فوت ہو گیا +

پین آزادی اور انصاف کا دل سے حامی تھا۔ اور اوسنے جو خدمت

امریکہ کی اوسکے باعث وہ محبّان ملک میں شمار کیا جاتا ہے۔
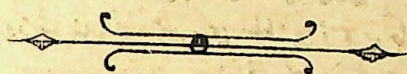
محبّ ملک جان اڈمس

یہ محبّ ملک ۳۰۔ اکتوبر ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۵۵ء میں تعلی
پانے کے بعد وہ ایک گرامر اسکول میں ماسٹر ہوگیا۔ اور ساتھ ہی ایک وکی
کے دفتر میں کام کرتا اور قانونوں کی تعلیم پاتا رہا۔ ۱۷۵۸ء میں اوس
وکالت شروع کی۔ اور نہ صرف اپنے پیشہ ہی میں نام پیدا کرنے لگ
بلکہ حبّ الوطنی میں بھی۔ اوسکی خصلت کو دیکھ کر گورنر برنارڈ نے او
شاہی حکومت کا حامی بنانا چاہا۔ اور امیر البحر کے ہاں ایڈوکیٹ جنرا
کی آسامی اوسے پیش کی۔ اسکے دو سال بعد وہ اپنے وطن کی طرف
صوبہ کی کانگریس میں قایم مقام مقرر کیا گیا۔ اوسکا پہلا ملکی کام یہ تھا کہ او
۱۷۶۵ء میں برین ٹری کے مقام ایک جلسہ میں اسٹامپ ایکٹ کی مخالف
سے متعلق جو تجویز زور سے پیش کی اوسی کو چالیس مقامات کے لوگوں
بھی پیش کیا۔

۱۷۷۴ء میں نوآبادیوں کی ایک مجلس کا انعقاد قرار پایا اور آڈمس
اوس کے لئے قایم مقام تجویز کیا گیا۔ اوس میں شریک ہونے سے
وہ اپنے دوست جوناتھن سیوال وکیل سے ملنے گیا۔ جسنے اوس کے
پولیٹیکل خیالات کی سخت مخالفت کی اور اوسے کانگریس کی شرکت

باز رکھنا چاہا - اور کہا کہ برطانیہ اپنی روش پر قایم ہے - اوسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا - اور جو لوگ اوسکی تجاویز کی مخالفت کریں گے اون کے حق میں اچھا نہیں ہوگا" ایڈمس نے اوسے یہ جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ برطانیہ اپنی روش پر استقلال کے ساتھہ قایم ہے - ایسی بات سے تو میں اپنی روش پر قایم ہوں - تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ سے برطانیہ کی تجاویز کا مخالف رہا ہوں - اور اب تو پانسہ پڑ چکا ہے - ہرچہ بادا باد کشتی در آب انداختیم میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں خواہ مروں یا جیوں مگر اپنے ملک کا ساتھہ دوں - میرا ارادہ بدل نہیں سکتا ؛

وہ کانگریس میں شریک ہوا - اور اس کمیٹی کا ممبر بنایا گیا جو آزادی نامہ" بنانے کے لئے مقرر کی گئی - اوسنے اپنے فرض کو مستعدی اور محنت کے ساتھہ انجام دیا - ۱۷۷۶ء میں وہ چیف جسٹس کے عہدے پر مقرر کیا گیا مگر اوسنے اس عہدے کے قبول کرنے سے اسلئے انکار کر دیا کہ اوسکے قبول کرنے میں وہ اپنے ملک کی حفاظت اور خدمت نہیں کر سکتا تھا ؛

۱۷۷۷ء میں کمیشن کے ساتھہ فرانس بھی گیا - پھر ۱۷۷۹ء میں دو کمیشن اوسکے سپرد کی گئیں - جن میں ایک تو صلح سے متعلق تھی - دوسرے تجارتی عہدناموں سے فرانس سے وہ ہالینڈ گیا - اور انگریزی سفیر سر جوزف یارک کی مخالفت کے مقابلہ میں ہالینڈ سے قرضہ اور انگلستان کے خلاف امداد لینے میں کامیاب رہا - ہالینڈ سے اوسنے تجارتی عہدنامہ بھی کیا - اور اوسے امریکہ اور انگلستان کے اثر سے علیحدہ رکھا ؛

۱۷۸۵ء میں انگلستان سفیر کی حیثیت سے گیا - وہاں کے دس سالہ قیام میں اس نے ایک کتاب "ڈیفنس آف امریکن کانسٹی ٹیوشن" کی تائید میں شایع کی اور مخالفوں سے اس بارہ میں سبقت لے گیا کہ امریکہ کی

کی پارلیمنٹ میں صرف ایک ہی ہاؤس ہونا چاہئے۔ نہ کہ دو۔

جب دس سال بعد وہ امریکہ واپس گیا تو وہ آئس پریسیڈنٹ مقرر کیا اور واشنگٹن کی وفات پر پریسیڈنٹ بنا دیا گیا۔ اور ہنیٹھ ۶۵ سال کی عمر میں وہ پریسیڈنٹ کے منصب سے علیحدہ ہو کر آرام کی زندگی بسر کرنے لگا لیکن اپنے ملک کی بھلائی سے غافل نہیں رہا۔ جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو فوت ہوا مگر اپنی وفات سے دو گھنٹے پیشتر اوسنے امریکہ کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے جشن میں دعوت کے موقع پر خواہش ظاہر کی کہ "امریکہ کی آزادی ہمیشہ تک قایم رہے"۔
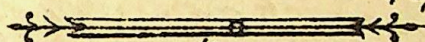
جارج واشنگٹن

یہ امریکہ کی جمہوری سلطنت کا سب سے پہلا پریسیڈنٹ تھا۔ سنہ ۱۷۳۲ء میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۹ء میں فوت ہوا۔ اوسکی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہوئے ہیں۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ ابتدائی عمر اوس قسم کے اشغال میں گذری جو کہ ورجینیہ میں عام تھے۔ مثلاً شکار۔ کاشتکاری۔ ماہی گیری اور تھوڑی سی تعلیم۔ سنہ ۱۷۴۸ء کے بعد کے واشنگٹن کے حالات ضرور ٹھیک طور پر معلوم ہو سکے ہیں۔ کیونکہ اوس سال لارڈ ہنس کی وساطت سے جو واشنگٹن کا سوتیلا بھائی تھا واشنگٹن کے لئے جہاز میں ایک آسامی حاصل کی گئی۔ لیکن واشنگٹن کی ماں نے اس آسامی پر اپنے بیٹے کو مقرر نہیں ہونے دیا۔ اسلئے واشنگٹن کو ۱۶ سال کی عمر میں لارڈ فیرفیکس کی جائداد میں ملازم کرا دیا گیا۔

واشنگٹن کی خصلت بہت مضبوط تھی۔ جسنے لوگوں کا حسن ظن حاصل کرلیا۔ جب فرانس اور امریکہ کے وہیں باشندوں سے جنگ شروع ہوئی تو واشنگٹن کی عمر ۱۹ سال کی تہی۔ اسوقت وہ ورجینیہ کی فوج میں ایڈجوٹنٹ مقرر کیا گیا۔ اور ۱۷۵۳ء میں بالغ ہونے سے بیشتر ہی ورجینیہ کے شمالی ضلع کی فوج کا کمانیر بنایا گیا۔

فرانس اور دیسیوں کو جنگ میں اوسنے دلاوری کے وہ جوہر دکہائے کہ ورجینیہ کی ساری فوج کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اسی طرح بعد کے لئے اور معرکوں میں نام اور عزت پیدا کرتا رہا۔ جب ورجینیہ میں جنگ کا خاتمہ ہوگیا تو واشنگٹن نے استعفا دیدیا اور ایک بیوہ عورت سے شادی کرکے کوہ ورنن میں سکونت اختیار کی۔

اسکے بعد وہ ۲۰ سال تک کاشتکاری کرتا رہا۔ جو معرکہ فرانسیسیوں اور دیسیوں سے براڈک کے مقام ہوا وہ بڑا ہی خونریز تہا۔ اوس میں واشنگٹن نے جس مردانگی کا اظہار کیا اوسے دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ

"وہ اپنے ملک کا بچانے والا ہوگا"

اوس ۲۰ سال کے عرصہ میں جس میں اوسے کاشتکاری کرلی تہی اوسنے ملک کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب واقفیت پیدا کرلی۔ اور اپنی آمدنی ہی خوب بڑہالی۔ اوس کی زبردست خصلت نے سبہوں کو یقین دلادیا کہ وہ کوئی

بڑا آدمی نکلے گا

واشنگٹن کوئی فصیح البیان مقرر نہیں تہا۔ لیکن کام کا آدمی ضرور تہا

اوسنے اپنی کوشش سے لوگوں کے دلوں پر اپنی عظمت کا سکّہ بٹھایا۔
اور اپنے صوبہ کی قوانین سازی میں نہایت معقول حصّہ معقولیت کی
ساتھہ لیا۔ جب امریکہ والوں نے شاہ انگلستان کی خدمت میں ناجایز
محصولات کے خلاف درخواست روانہ کرنا چاہی تو اوسنے مخالفت کرتے
ہوئے کہاکہ درخواست نامنظور ہوگی۔ اور اوسکا بھیجنا فضول ہے۔ بلکہ شاہی
احکام کی مخالفت کرنا زیادہ ضروری اور مناسب ہے۔
۱۷۷۴ء میں ورجینیہ کی ملکی مجلس نے امریکن کانگریس کے لئے سات
قایم مقام مقرر کئے جن میں سے ایک واشنگٹن بھی تھا۔ اوس کی ملکی
زندگی اور حب الوطنی کے کارناموں کی ابتدا اسی سال سے ہوئی۔ اوسکی
خطوط سے ثابت ہے کہ وہ محصولات کے معاملہ میں جنگ کا حامی تھا۔ اور
لوگوں کو جلد معلوم ہوگیا کہ واشنگٹن فوجی کام کیلئے زیادہ موزوں ہے
اسلئے فوج کا انتظام اوسی کے سپرد کردیا گیا۔
جنگ سے پیشتر اوسنے اس خیال سے ورجینیہ کی فوج کی سپہ سالاری
اور اوسے فنِ حرب کی تعلیم دینی کی خدمت اختیار کی کہ جنگ میں ورجینیہ
کو زیادہ حصّہ لینا پڑے گا۔ جب میساچوسٹس میں جنگ کا آغاز ہوا اور
انگریزی فوج جہازوں سے اوترنے لگی تو ورجینیہ کو اوسکی مدد کرنا پڑی
اور سارے ملک نے باتفاق رائے واشنگٹن کو متحدہ نوآبادیوں کی فوج
کا سپہ سالار مقرر کیا۔ واشنگٹن کے دل میں ملک کا درد تھا۔ اسلئے اوسنے
سپہ سالاری کا منصب قبول کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس خدمت کی کوئی تنخواہ نہیں لوں گا۔ میں جانتا ہوں"
"کہ میں اس خدمت کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن یہ دیکھتے ہوئے"
"کہ میری خدمت کی ضرورت ہے۔ جیسے سب لوگ تسلیم کرتے ہیں"
"میں سپہ سالار کا عہدہ **فرض** سمجھ کر قبول کرتا ہوں"

اسکے بعد وہ کیمبرج ماس ۲ر جولائی ۱۷۷۵ء کو پہونچا اور متحدہ افواج کو انگریزی فوج مقیم بوسٹن کے مقابلہ کے لیے چلا۔ اُسوقت بنکرہل پر جنگ ہو چکی تھی۔ واشنگٹن کو موسم بہار تک فوج کی بہت سے کام انجام دینا پڑے۔ مثلاً فوج کی تعلیم و تربیت۔ نوآبادیوں کے گورنروں سے خط و کتابت۔ رسد اور سامان جنگ کی فراہمی۔ اور فوجوں کو مختلف مقامات پر تعینات کرنا۔ جنگ میں بہت سے محبان ملک کی ذات سی جو واشنگٹن کی مدد کے لئے مامور کئے گئے ایسی حرکات سرزد ہوئیں کہ اون سے دوسرے شخص کی ہمت ختم ہو جاتی اور امریکہ کی آزادی خواب و خیال لیکن واشنگٹن کی ہمت میں فرق نہ آیا۔ وہ برابر اپنے فرض کو دانائی کے ساتھہ انجام دیتا رہا۔ اور کامیابی حاصل کرتا رہا۔ جس کے بعد وہ اپنی حیات تک

امریکہ میں سب سے بڑا شخص سمجھا گیا

آزادی کی جنگ میں واشنگٹن نے جو کارہائے نمایاں کئے اونکا بیان طویل ہے اسلئے قلم انداز کر دیا گیا۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ اوسنے ہر موقع پر جانبازی اور عقلمندی سے کام لیا اور انگریزی فوج کو شکست دی۔ اوسکے بعض ماتحتوں یا غیر ملکی فوجی افسروں کی غلطی سے جو امریکہ کی فوج میں انگلستان سے لڑے بہت سی آفات کا ظہور ہوا۔ اگر واشنگٹن اس غلطی کی تلافی نکرتا تو آفات سے زیادہ نقصان ہوتا۔ جب جنگ کا خاتمہ ہو گیا تو واشنگٹن کانگریس میں حاضر ہوا جو اوس وقت اناپولس کے مقام اجلاس کر رہی تھی۔ اور اوسے چارج دیکر اپنے گھر چلا گیا۔

دوران جنگ میں امریکن فوج کے ساتھہ افسروں نے اسقدر

بُرا سلوک کیا اور فوج نے اسقدر دُکھ سہا کہ وہ جنگ کے خاتمہ پر بالکل ناخوش تھی اور چند فوجی افسروں نے یہ ارادہ کرلیا کہ فوج نوآبادیوں کے جنوب میں چلی جائے اور امریکہ بلا فوج کے صلح کرے اور جب اوسپر مصیبت آئے تو فوج ساتھ ندے - اگر واشنگٹن چاہتا تو اوسوقت فوج سے جو اوسکی جانثار تھی ہر کام کرالیتا اگر وہ امریکن نوآبادیوں کا فرمانروا اور بادشاہ ہننا پسند کرتا تو فوج کی مدد سے اس مدعا کو حاصل کر لیتا - لیکن اوسنے ایسا نہیں کیا بلکہ فوج کو قابو میں رکھا اور سمجھایا اور ملک کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کو ملک کا خادم سمجھتا رہا ❊

جب فوج نے اوس سے یہ تحریک کی کہ وہ اوسے اپنے ملک کا سرغنہ بنانا چاہتی ہے اور واشنگٹن کا "بادشاہ" کا لقب اختیار قابل اعتراض نہ ہوگا - اور نہ لوگ اوسپر اعتراض کرینگے تو اوس نے اس تجویز کو غصہ کے ساتھ نامنظور کیا اور جواب میں جو خط لکھا اوس سے ظاہر ہے کہ وہ اس تجویز سے نفرت کرتا تھا - اوسنے سپاہ کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اس تجویز سے باز نہ آئے گی اور اوسے نہ دباوے گی تو وہ کانگریس سے سارا ماجرا بیان کر دیگا ❊

ماہ مئی ۱۷۸۷ء میں فلاڈلفیہ کے مقام جو ملکی مجلس منعقد ہوئی اوس میں واشنگٹن بھی ورجینیہ کی طرف سے قایم مقام بنکر شریک ہوا - وہ اوس مجلس کا میر مجلس بنایا گیا اور نظام حکومت کے مکمل ہونے میں اوسنے بڑی مدد دی - جب سلطنت جمہوری کے لیے پریسیڈنٹ مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی تو سارے ملک نے واشنگٹن کو اتفاق رائے سے اس عالی منصب پر مقرر کیا - اوسنے اپنے اثر اور عقلمندی سے دونوں ملکی فریق میں اوسوقت تک نزاع نہیں ہونے دیا

جب تک کہ ملک میں جمہوری سلطنت کے قدم مضبوطی کے ساتھ نہیں جم گئے۔

جب واشنگٹن ۱۷۹۷ء میں پریسیڈنٹ کے منصب سے دست بردار ہوا تو زراعت کے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔ اسوقت اوسنے یہ خواہش ظاہر کی کہ امریکہ والے غلاموں کو ازاد کریں جب ۱۷۹۸ء میں فرانس کے ساتھہ امریکہ کی جنگ یقینی ہو گئی تو واشنگٹن پھر فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ اوسنے اس عہدے کو خوشی سے قبول کیا مگر جب وہ فوجی تیاریاں کر رہا تھا تو یکایک بیمار ہو گیا۔ اور ایک دن کی بیماری میں ۱۴ دسمبر ۱۷۹۹ء کو فوت ہو گیا۔

کانگریس میں جو رزولیوشن اوسکی وفات پر اظہار غم کرنیکے لئے پاس کیا گیا اوسکا ایک جملہ یہ تہا کہ:-

"وہ واشنگٹن جنگ میں سب سے آگے۔ صلح میں سب سے آگے"
"وہ لوگوں کے دلوں میں سب سے اول"
"وہ نظر آتا تہا"

اگرچہ واشنگٹن کے کوئی اولاد نہیں تہی۔ لیکن وہ سارے "ملک کا باپ" خیال کیا جاتا تہا۔ اوس کی جائداد کل قوم کی جائداد قرار دی گئی سارا جہان اس امر کا قائل ہے کہ وہ سچا محب ملک تہا اور ملک کی بہتری کو اپنی زندگی پر بہی ترجیح دیتا تہا۔

جاپان کی عظمت کا چاہنے والا

آشی کاگا تاکا اوجی شوگن بڑا ہی ظالم تھا۔ اوس کے ہاتھوں سے ہر طرف تباہی کے آثار پھیل گئے۔ بندگانِ خدا کا خون اس ظالم نے محض اپنی طاقت و اختیار کو برقرار رکھنے میں صرف کر دیا ٭

جاپان میں اوٹانوبوناگا نامی ایک شخص بڑا ہی نامور گذرا ہے۔ جسکی کوشش سے ہیدیوشی اور آئی آشو کو کامیابی کے ذرایع حاصل ہوئے۔ نوبوناگا اوسی خاندان سے تھا جس کا لقب تیرا ہے۔ درحقیقت یہ نوبوناگا ایک جنگجو اور بہادر خاندان کی یادگار تھا۔ اور بڑا نڈر۔ جانباز دلیر۔ واقعی نوبوناگا کی رگوں میں سورماؤں کا خون تھا۔ اوس کے باپ نے قوت بازو سے صوبہ اوواری میں بڑی جائداد پیدا کر لی تھی ٭

نوبوناگا دراز قامت۔ مگر چھریرا شخص تھا۔ وہ بڑا ہی بے جگر اور نڈر شخص تھا۔ اوس نے بہت سے معرکوں۔ جنگوں اور محاصروں میں بہادری اور سورمائی میں نام و عزت پیدا کی۔ اوسکی عین خواہش یہ تھی کہ جو بدنظمی ملک میں پھیل رہی ہے اور جو ظلم ان لوگوں پر ہو رہی ہے اوس کا قلع قمع کرے ٭

جن ایام میں نوبوناگا مشہور ہوتا جاتا تھا تو ۱۵۶۱ء میں تخت جاپان پر شاہ اوگی ماچی بٹھایا گیا۔ اور شوگن کے منصب پر آشی کاگا

خاندان کا ایک شخص آشی کاگا یوشی فوسہ مامور کیا گیا۔ یہ شخص نا بالغ تہا اور عیش پسند اسلئے ملک کا کاروبار اور لوگوں کے ہاتھوں میں تہا۔ ملک میں بادشاہ اور شوگن دونوں ہی کی کچھ بھی نہیں چلتی تہی۔ بلکہ حکومت و اختیار کا مرکز مقامی امرا تھے ؂

نوبُوناگا کے وقت میں ملک کی حالت یہ تہی کہ شوگن کو امرا کے باہمی جھگڑوں یا اون کے ملک کی حکومت میں کوئی دخل حاصل نہیں تہا اور نہ وہ ان باتوں میں کسی قسم کی رائے دے سکتا تہا۔ ملک میں بہت سے امرا یا نواب تھے۔ اون کے ماتحت جاگیردار تھے۔ جن سے امرا خراج اور فوجی خدمت لیتے تھے ؂

نوبُوناگا کے باپ نے صوبہ اوواری میں صرف چار جائدادیں چھوڑی تہیں۔ مگر نوبُوناگا نے رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کو بڑہانا شروع کیا۔ یہانتک کہ ۱۵۵۹ع میں وہ اپنے کل صوبہ کا مالک و مختار ہو گیا۔ اور اپنے قلعہ کی یُوسو میں رہنے لگا۔ اوسکے سپہ سالاروں میں ایک ہدیوشی بھی تہا جسنے اونے حالت سے ترقی شروع کی اور اعلےٰ درجہ پر پہونچ گیا ؂

نوبُوناگا ایک قابل سپہ سالار تہا۔ جب کبھی اوسے اپنے جنگجو ہمسایوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے فرصت ملجاتی تہی تو وہ اپنی فوج کی تعلیم و تربیت کرتا تہا۔ ہدیوشی کی تجاویز کے مطابق نوبُوناگا نے صوبہ میتو۔ اومی اور آئی سی کو فتح کیا۔ ۱۵۶۷ع میں آشی کاگا شوگن کی حکومت میں بڑی ہی ابتری اور بد نظمی تہی۔ یوشی تیرو شوگن کو اوسکے ایک جسلو بردار لیہ وشی یو شت سوگو نے کسی بات پر قتل کر دیا۔ اوسکے چھوٹے بہائی یو شی آکی نے شوگن کا منصب حاصل کرنا چاہا۔ لیکن اوسکی خواہش اوس کے بہائی کے قاتلوں کی خواہشوں کے خلاف تہیں۔

اسی لئے وہ شوگن نہ بنایا گیا۔ اسپر اوسنے نوبوناگا سے مدد مانگی۔ چونکہ یوشی آکی کی مدد کرنے میں خود نوبوناگا کی آرزوئیں پوری ہونی تھیں اسلئے اوسنے مدد کا بیڑا اوٹھایا اور اپنی جرار اور کثیر فوج لیکر کیوتو جا پہونچا۔ اور یوشی آکی کو شوگن کے منصب پر مامور کرادیا اور شاہ جاپان سے نائب شوگن کا منصب اپنے لئے حاصل کرلیا۔ اس کے بعد اوسنے پایہ تخت کی شاہی فوج کا سپہ سالار ہدیوشی کو بنادیا۔

اوس وقت کیوتو کی حالت آنشر دگیوں۔ فوجکشیوں۔ مفلسی اور بدنظمی کے مارے نہایت ابتر تھی۔ نوبوناگا نے اس ابتری کو دور کرنے کے لئے دیواروں اور قلعہ شاہی محل۔ شوگن کے محل۔ پلوں۔ سڑکوں وغیرہ وغیرہ کی مرمت اور درستی کرائی۔ اور ملک میں ایک باقاعدہ اور پُرامن سلطنت کی از سر نو بنیاد ڈالی۔

شاہ اوگی ماچی نے جاپان میں ماہ دسمبر ۱۵۶۸ء میں نئے سال کا جشن جاری کیا تھا جس میں بہت سے امرا شریک ہوا کرتے تھے۔ مدبر نوبوناگا نے جشن کے موقع پر کل ملک کے لوگوں پر دھاک بٹھانے کی غرض سے ایک بڑی جرار فوج کا جایزہ لیا۔ اور جشن کے بعد آساکورا یوشی کاگی پر جسنے اوسوقت تک نئے شوگن کی اطاعت قبول نہیں کی تھی فوجکشی کا ارادہ کیا۔ اس جنگ میں نوبوناگا نے دشمن کو شکست دی۔ اور وہاں سے فوج لیکر صوبہ اوساکا کے بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

نوبوناگا کی غیر حاضری میں۔ آساکورا اور اوسکے مددگار آسائی ناگا ماسہ نے کیوتو پر دھاوا بولا۔ جھیل بیوا کے کنارے ایک خانقاہ تھی جسکے راہب مقدار میں بہت زیادہ اور اسقدر خود مختار تھے کہ وہ جو رعایت چاہتے

وہی شاہ جاپان سے منظور کرا لیتے تھے یہ لوگ نوبوناگا کی حکومت سے اسلئے ناخوش تھے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اون کی کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی تہی۔ ان راہبوں نے اساکورا کو مدد دی۔ نوبوناگا حملہ کا حال سنکر بعجلت تمام کیوتو پہونچ گیا۔ اور دشمنوں کو چاروں طرف سے گہیر لیا۔ مجبوراً دشمنوں نے صلح کر لی اور اپنے صوبوں کو واپس چلے گئے نوبوناگا نے راہب خانہ تباہ کر دیا۔ اور راہبوں کو جو شاہی حکومت میں رخنہ ڈالتے رہتے تھے قتل کیا۔ اور بہتوں کو جلا وطن کر دیا ؎

ابتو ملک میں نوبوناگا کی بڑی دہاک بندہ گئی۔ سلطنت کے سارے کاروبار اوس کے ہاتہوں انجام پانے لگے۔ یوشیکاگا شوگن کو کوئی پوچہتا ہی نہ تہا۔ اسلئے اوسنے سرکشی کی اور نوبوناگا کے خلاف دوسرے امراے مدد مانگی۔ نوبوناگا جانتا تہا کہ شوگنوں نے ملک پر کیا کیا ستم ڈہائے ہیں۔ اسلئے اوسنے شوگن کو معزول کر کے اوسکے اختیارات اپنے ہاتہوں میں لے لئے۔ اور بادشاہ کے نام سے جنگ و صلح۔ عہد نامے اور ملک کا انتظام کرنے لگا۔ لیکن شوگن کا لقب اختیار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تہی کہ وہ ملک میں ایک زبردست اور امن کی حکومت قایم کرنے کا خواہاں تہا۔ نہ کہ حکمرانی کا۔ شاہ جاپان نے اوسے ناے دیجن کا لقب عطا کیا ؎

اسکے بعد نوبوناگا نے ہدیوشی کو چوشو کے نواب کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ ۱۵۸۲ء کا واقعہ ہے اوسنے وہاں پہونچکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر چونکہ شہر پر قبضہ شہر کو پاس والی جہیل کے پانی سے ڈبوئے بغیر ناممکن تہا۔ اسلئے اوسنے نوبوناگا کو میدان جنگ میں بلا بہیجا وہ روانہ ہوا۔ مگر ایک پاس والے راستہ سے اور تہوڑی فوج لیکر۔ باقی فوج اوسنے دوسرے راستہ سے روانہ کی۔ راستہ میں اوسکے دشمنوں نے گہیر لیا

اوسنے خوب مقابلہ کیا۔ مگر کثیر فوج کے سامنے بازی نہ لے جا سکا۔ اسلئے اوسنے ایک مندر میں داخل ہوکر خودکشی کرلی۔

نوبونا گا تاریخ جاپان میں ایک بڑا نامور سپہ سالار گذرا ہے اوسکا ارادہ تہاکہ کل ملک میں ایک متحدہ اور زبردست حکومت قایم کرے۔ ملک میں امن و امان اور صلح رہے۔ ملک ترقی کرے۔ اسی ارادے سے اوسنے نوابوں کو شاہ جاپان کا مطیع بنانا چاہا۔ ورنہ فوجکشیوں سے اوسکی مراد جنگ وجدل نہیں تہی۔ بلکہ یہ خانہ جنگیوں کا جو ملک کی تباہی کا باعث تہیں خاتمہ کردے۔ اوسنے علوم وفنون۔ تجارت۔ زراعت اور علم کو بہت فروغ دیا۔ انصاف اور حق کی حمایت کی۔ اور لوگوں ظالم نوابوں کی ظلم رانی سے نجات دلائی۔ اوسکی ساری زندگی زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ "اگر وہ دشمنوں کا شکار نہ ہوجاتا تو ملک کو بڑی عروج پر پہونچا دیتا" کچھہ شک نہیں کہ وہ اپنے ملک کا سچا خیرخواہ اور محب ملک تہا۔

جاپانی محبّان ملک

جاپان میں اس رسم سے کہ بادشاہ دُنیا سے دست بردار ہوجایا کرے بڑی خرابیاں پیدا ہوگئی تہیں - اکثر بادشاہ سلطنت کے انتظام وانصرام کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کے لئے سلطنت دوسرے کے سپرد کرکے کسی خانقاہ میں چلے جاتے - اور وہاں آرام کے ساتہہ خدا کی یاد کرتے رہتے تھے - اس خرابی کو شوگن کے ہاتہوں اور ترقی ہوگئی - یہ ایک عہدہ تہا - اور جو لوگ اس عہدہ پر مامور ہوئے اون میں سے بعض تو بادشاہ سے بہی زیادہ اقتدار اور اختیار والے ہوئے ہیں - خودغرض شوگن بادشاہ کو مجبور کرکے اوس سے پیشتر ہی خانقاہ میں بہیجدیتے تھے کہ بادشاہ سلطنت سے دست بردار ہونا چاہتا تہا - اس خرابی کا اثر یہاں تک بڑہ گیا کہ جب ملک میں نابالغ بادشاہ حکمراں ہوا تو ایک شخص اوس کا اطالیق مقرر کیا گیا - ان اطالیقوں نے اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ اونکو بالغ ہونے سے پیشتر ہی مجبور کرکے خانقاہ میں بہیجدیتے تھے - آخرکار یہ ہوا کہ اطالیق بہی موروثی ہونے لگے - اور رفتہ رفتہ نابالغ بادشاہ کا اطالیق نابالغ ہی ہونے لگا - اور شوگن صاحب مختار کل رہے ؂

جو باتیں اوپر بیان ہو چکیں اون کے باعث ملک میں بڑ
کشت و خوں ہوتا رہا اور خود غرضوں کو ظلم رانی کرنے کا خو
ہی موقع ملتا رہا۔ ملک پر طرح طرح کی آفات آتی رہیں
جس زمانہ سے یہ مضمون متعلق ہے اوس میں حسن اتفاق سے
ایک نابالغ بادشاہ کے خانقاہ نشین ہونے پر دوسرا حقدار
جو تخت و تاج کا وارث ہوا وہ بالغ تہا۔ تخت نشینی کے وقت
اوس کی عمر ۱۳ سال کی تہی۔ وہ ۱۲۱۵ھ میں تخت نشین ہوا تہا
اوس کا نام گوڈیگو تہا۔

اگرچہ یہ بادشاہ بہی اون برائیوں سے مبرا نہیں تہا جو اوس
زمانہ کے لوگوں میں پائی جاتی تہیں۔ لیکن اوس میں ایک خوبی
یہ تہی کہ وہ ملک کی گری ہوئی حالت کا اندازہ کر سکتا تہا۔ اس
احساس ہی سے اوس میں قدرتی طور پر ملک کی بہتری کا خیال
پیدا ہو گیا۔ اوس کے عہد میں ملک میں سخت قحط پڑا۔ مگر بادشاہ
نے اس قحط کے رفع کرنے میں بڑی ہمدردی اور جانفشانی
دکہائی۔ اس سبب سے وہ رعایا میں بیحد ہر دلعزیز ہو گیا۔ لوگ
اوسکی بڑی قدر و منزلت کرنے لگے۔

گوڈیگو کے وقت میں ہوجو خاندان کا جس کے لوگ نابالغ
بادشاہوں کے مدت سے اتالیقی چلے آتے تہے بڑا زور تہا۔ چونکہ
گوڈیگو بالغ تہا۔ اسلئے اس خاندان کو اپنے اغراض پورے
کرنے میں بڑی دقت ہوتی تہی اس بات پر ہوجو خاندان
نے ارادہ کیا کہ گوڈیگو کو خانقاہ نشینی کے لئے مجبور کریں
بادشاہ کا بیٹا یا یوں کہو کہ ولیعہد موری یوشی ۱۳۰۷ء سے
ہوجو خاندان کا زور گہٹانے کے لئے خفیہ کوشش کر رہا تہا۔

ہوجو خاندان کو اس پتہ لگ گیا۔ اب تو اونہوں نے گوڈیگو کو خانقاہ نشینی کے واسطے ہر طرح پر مجبور کرنا شروع کیا۔ مگر گوڈیگو کو یہ بات منظور نہ تھی۔ اسلئے اوسنے اونکا مقابلہ کیا۔ اور بدھ مذہب کے پوجاریوں کو اپنا طرفدار بناکر صوبہ یاماٹو میں شہر اور قلعہ کاساگی کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ مگر ہوجو خاندان نے اوسکی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ ایک بڑی فوج سے اوس پر چڑھائی کی اور قلعہ کو سر کر کے گوڈیگو کو قید کر لیا۔ اور سزا کے طور پر اوسے جزیرۂ آدکی میں جلاوطن کر دیا۔

اس کے بعد ہوجو خاندان کے اطالیق تاکاتوکی نامی نے تخت پر گوکوگین کو بٹھا دیا۔ لیکن گوڈیگو جو ہوجو خاندان کی ظلمرانی سے واقف تھا اور چاہتا تھا کہ ملک کی بہتری ہو مقام جلاوطنی سے بھی ہوجو خاندان کی مخالفت اور اونکا زور گھٹانے کے لئے کوشش کرتا رہا۔ وہ جزیرۂ ادکی سے نکل گیا اور ایک بڑی فوج فراہم کر کے پایہ تخت کیوٹو پر فوجکشی کی۔ اوسوقت اوسکی مدد **محب ملک کوسنگی ماساشیگی** نے کی۔ اہل جاپان آج تک اس شخص کو حب الوطنی میں اپنا نمونہ بناتے ہیں۔ اس شخص نے اپنی جان کے مقابلہ میں بادشاہ کی جان زیادہ عزیز سمجھی اور ملک کی بہبودی کے لئے۔ بعد جدوجہد دکھایا کوسنگی ماساشیگی کے پولیٹکل اسٹیج پر نمودار ہوتے ہی ایک اور محب ملک اوٹھا۔ اوس کا نام نتایوشی ساداتھا۔ یہ شخص ہوجو کی فوج میں جو کوسنگی ماساشگی کے مقابلہ کے لئے روانہ کی گئی تھی ایک سپہ سالار تھا۔ اس شخص نے شاہی فوج کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنی فوج لیکر ماساشیگی سے جا ملا۔ اور فوج اوسکے سپرد کر کے اپنے صوبہ میں گیا۔

جہاں اوسنے ایک اور فوج بھرتی کی اور اوسے ہوجو کی فوج کے مقابلہ میں لڑایا۔ اِس فوج کو لیکر اوسنے شہر کما کُرا پر چڑھائی کردی شہر کما کُرا پر تین طرف سے دھاوا بولا گیا۔ ہوجو فوج نے خوب مقابلہ کیا۔ لیکن تکاتا نے اوسکے مان مار دیئے۔ شہر میں آگ لگا دی۔ اور ہوجو خاندان کا جو ایک سو چونتیس سال سے ظلم و ستم کر رہا تھا خاتمہ کر دیا تاریخ جاپان میں اِس خاندان کا نام **غارتگری اور ستم رانی** کے لئے ضرب المثل ہے جو لوگ ہوجو خاندان کے گرفتار کئے گئے اونکو بغاوت کے جرم میں ہلاک کرایا گیا۔ اور اس طرح ملک کو ظلم و ستم سے نجات دلائی گئی۔ یہ ۱۳۳۳ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد شاہ گو ڈیگو دو [illegible] تخت نشیں کیا گیا۔

جب ۱۸۶۶ء میں جاپان کے بادشاہ کومی آمی نے انتقال کیا تو ملک کی حالت شوگنوں کی حکومت کے باعث بہت ابتر تھی اس کا جانشیں شاہ متسو ہیتو بنایا گیا جو نابالغ تھا۔ اسوقت لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ شاہی حکومت کو از سرنو بحال کیا جائے اور شوگنوں کے اختیارات کو جو ملک کی تباہی کا موجب رہے ہیں گھٹا دیا جائے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ علانیہ طور پر شوگن کی مخالفت کرے۔

اس تذبذب کی حالت میں صوبہ توسہ کے ڈیمیو یعنی فوجی سپہ سالار نے جو آزاد خیال تھا اور ملک کی آزادی اور بہتری کا دلدادہ ایک خط ۱۸۶۷ء کے ماہ اکتوبر میں شوگن کو لکھا۔ جسکا مضمون یہ تھا۔ کہ

"ہماری یعنی ملک کی مصیبت کا سبب یہ ہے کہ انتظام"
"مملکت وانصرام ملک کا مرکز ایک نہیں ہے"
"بلکہ دو مرکز ہیں۔ ان کے باعث بادشاہ کو اپنی نگاہیں"
"اور کان توجہ کے ساتھ ایک ہی طرف نہیں۔ بلکہ"
"دو طرف کرنے ہوتے ہیں۔ واقعات کو تواتر سے"
"ملک میں ایک قسم کا سخت اور نہایت زبردست"
"انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ اور قدیم طرز کی حکومت"
"اب زیادہ دن تک زندہ۔ برقرار۔ ثابت اور"
"قایم نہیں رکھی جا سکتی۔ جملہ اختیارات حکومت"
"بادشاہ کے حوالہ کرکے پوری طور پر اوسکے قبضہ میں"
"کر دینے چاہییں۔ اور اس طریقہ میں وہ بنیاد قایم"
"کرنی چاہیئے اور وہ بات پیدا کرنی چاہیئے۔ جس پر"
"کھڑا ہو کر جاپان دوسرے ممالک کی ہمسری کر سکے"۔

اس خط کے مضمون کا اثر شوگن کے دل پر ہو گیا۔ اسلیئے کہ وہ ایک سمجھدار شخص تھا۔ اوسنے ایک خط اپنے فرقہ کے لوگوں اور اپنے حامیوں کے نام جاری کیا۔ اور اوسمیں اون سے دریافت کیا کہ وہ اوسکے استعفے کی ضرورت کے بارہ میں رائے ظاہر کریں۔ اس خط کی باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ:۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن بدن غیر ممالک کی"
"معاہدہ تعلقات کی بڑی عجلت اور زور کے ساتھ"

"ترقی ہو رہی ہے اور جب تک کہ عنانِ حکومت"
"ایک شخص کے ہاتھوں اور قبضہ میں پورے طور پر"
"نہ رہے تب تک قوانین کا قایم رہنا دشوار ہے"
"اس لئے میری صدق دل سے اور نیک نیتی سے"
"یہ رائے ہے کہ اختیارات حکمرانی کو شاہی دربار"
"کے حوالہ کر دوں اور بادشاہ کے اختیار میں رکھدوں"
"یہی سب سے بہتر کام ہے جس میں ملک اور حکومت"
"کے فواید یا بہتری اور اہل ملک کی بھی بہبودی"
"کے لئے کر سکتا ہوں" *

اس خط اور ارادے کی بنا پر شوگن نے ۱۹ نومبر ۱۸۶۷ء کو اپنے اختیارات شاہ جاپان کے حوالے کر دیئے۔ شوگن اور کوامباکو کے منصب سارے ڈیمیکو کی رائے سے توڑ دیئے گئے۔ اور ایک حکم اس امر کے اظہار کے لئے جاری کیا گیا کہ "اب سے جاپان کی عنانِ حکومت بالکل شاہ جاپان کے ہاتھوں میں آگئی ہے" *

جاپان میں آخری شوگن پرنس آف میٹو تھا۔ اوسنے اپنے ذاتی فوائد کو ملک کے فوایدپر سے تصدّق کر دیا۔ ایسے ہی لوگ ملک کے خیرخواہ سمجھے جاتے اور محبّ ملک کا لقب پانے کے مستحق ہیں *

محب ملک سری کرشن جی مہاراج

کرشن جی ماں کی طرف سے چندر بنسی نسل سے تھے اور باپ کی طرف سے سورج بنسی نسل سے۔ کرشن جی کی پیدائش کے وقت متھرا کے جلوہ خاندانکی گدی پر راجہ اگرسین کا بیٹا ظالم کنس فرمانروا تھا۔ جو اپنے باپ کو گدی سے اُتار کر تخت نشین ہوا تھا۔ کنس کا سسر مگدھ کا راجہ جراسندھ تھا۔ یہ راجہ بھارت کے حکمران خاندانوں میں بہت زبردست اور طاقتور تھا اپنے سسر کی طاقت اور مدد ہی کے بھروسہ پر کنس نے یہ ناخلفانہ حرکت کی کہ اپنے باپ کو جیتے جی تخت سے اُتار کر خود راجہ بن بیٹھا۔

راجہ کنس ایسا ظالم و سفاک اور خونخوار تھا جس سے اپنے پرائے سب ہی تنگ تھے۔ اور جسکی حکومت سے رہائی پانے کے لئے تمام خلق خدا ہمیشہ دست بدعا رہتی تھی۔ بھائی بند۔ خویش و اقارب۔ امرا۔ اہلکار۔ رعایا سب ہی کنس کے ہاتھوں سے بجان تنگ تھے۔ لیکن اون میں اسقدر جرأت نہ تھی کہ اوسے ظلم و ستم کا مزہ چکھائیں۔ کنس نے کشتری دھرم کو بٹہ لگایا اور راجپوتی کے پاکیزہ دامن عصمت کو گندہ کر دیا۔ یدُکی کو کلنک لگایا۔ کرشن جی کی پیدائش سے متعلق پورانوں میں کئی روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب دیوکی جی کی شادی واسدیو جی سے ہو چکی اور دلہن کو دولہا کے ہاں پہنچانے کے لئے رتھ پر سوار کرایا گیا تو کنس اوسکا رتھ بان بنا۔ چلتے چلتے عالم غیب سے یہ آواز آئی کہ اے ناداں! تو کس خیال میں ہے۔ جس لڑکی کو تو اس وقت رتھ میں بٹھلا کے دولہا کے گھر لے چلا ہے۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے تو مارا جائے گا۔ یہ آواز خواہ غیب سے آئی۔ یا کسی عقلمند نے پیشین گوئی کی یا کسی بد اندیش نے کنس کو پٹی پڑھائی۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ شادی ہو چکنے کے بعد کنس کو یہ خیال ہوا کہ اگر میرے اپنے راج پاٹ اور زندگی میں کچھ خطرہ پیش آ سکتا ہے تو اسی لڑکی کی اولاد سے۔ کیونکہ کنس کے دادا کی اولاد میں سے

اور کوئی اُس کے حق میں تنازعہ کرنے والا نہ تھا۔ پس اوس نے دیوکی جی پر ہاتھ صاف کرنا چاہا
کنس خوف اور غصہ سے بیتاب ہوکر دیوکی پر وار کرنے کے لئے اوٹھا۔ مگر چاروں طرف
سے لعنت و ملامت ہونے لگی۔ اور وہ شرمندہ ہوکر ہٹ گیا۔ لیکن اوس نے واسدیوجی
سے یہ وعدہ لے لیا کہ دیوکی کی ساری اولاد کو یکے بادیگرے اوس کے حوالہ کر دیا
جائے گا۔

اس وعدہ سے متعلق جملہ روایتوں میں یہ اتفاق ہے کہ واسدیوجی نے اپنے ۶ بیٹے
کنس کے حوالہ کر دئے اور کنس نے اونکو مروا ڈالا۔ لیکن جب ساتویں بار دیوکی جی کو حمل
ٹھہرا تو واسدیوجی کی پدری محبت جوش میں آئی۔ اور چونکہ یہ بات کسی قانون میں ہے وانہیں
کر جبر و رعب سے کرائے گئے وعدے یا عہد کا توڑنے والا کسی طرح بھی قابل الزام
سمجھا جائے اسلئے واسدیوجی نے یہ ارادہ کر لیا کہ اگر اس دفعہ لڑکا پیدا ہو تو اوسے کنس کے
حوالہ نہ کیا جائے۔ کنس بڑا ہی بدعہد تھا۔ اوس نے نہ صرف دیوکی کے ۶ بیٹوں ہی کا خون کیا
بلکہ باسدیوجی کی باقی تمام اولاد کو بھی جو دوسری بیویوں سے تھی قتل کرا دیا۔ یہ کیسا بڑا
ظلم تھا!۔

واسدیوجی نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے صلاح کرنے کے بعد پختہ ارادہ
کر لیا کہ جس طرح ہو سکے آیندہ بچوں کو کنس کے حوالہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح تو نسل کے ختم
ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ دیوکی کے ساتویں حمل کی نسبت پورانوں میں یہ روایت ہے کہ
کہ خود دیوتاؤں نے دیوکی جی کے حمل سے بچہ نکال کر واسدیوجی کی دوسری بیوی روہنی کے
حمل میں ڈال دیا۔ اور دیوکی جی کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ اوس کا حمل گر گیا۔ اور اس طرح
ساتواں بچہ کنس کے ہاتھ نہ لگ سکا۔

جو لوگ روایات کو نہیں مان سکتے وہ اس روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ
(۱) دیوکی جی کا حمل پوشیدہ رکھا گیا۔ اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ روہنی جی حمل سے ہیں۔
روہنی کو موضع گوکل میں نند کے گھر رکھا گیا۔ اور جب دیوکی جی کے بچہ پیدا ہوا تو اوسے
روہنی کے پاس پہونچا دیا گیا۔ اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ دیوکی جی کا حمل ساقط ہو گیا۔

(۲) کہ دراصل ساتواں بچہ یعنی بلرام۔ روہنی سے پیدا ہوا۔ اور دیوکی کا ساتواں حمل خوف۔ غم۔ یا فکر کے باعث گر گیا۔ بہرحال یہ ساتواں بچہ جس کی اسقدر حفاظت کی گئی بلرام تہا۔

اس کے بعد دیوکی جی کو آٹھویں بار حمل ہوا۔ اگرچہ دیوکی اور واسدیو دونوں ہی پر کنس کی طرف سے پہلے ہی سے بہت نگرانی کی جاتی تہی۔ مگر اس دفعہ تو نگرانی میں بہت احتیاط اور سختی کی گئی۔ اونہیں محفوظ جگہہ میں بند کر کے اون پر چوکی پہرہ لگا دیا گیا۔ تاکہ وہ اپنی اولاد کو کسی ترکیب سے بہی نہ بچا سکیں۔ مگر واسدیو جی اور اونکے عزیز و اقارب کی طرف سے اس بہی زیادہ احتیاط کی گئی۔

کرشن جی مہاراج ماہ بہادوں کے اندھیرے پاکھ کی آٹھویں تاریخ کو رات کو پیدا ہوئے۔ اس ماہ میں متھرا اور اوسکے نواحی شہروں میں بارش بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ اور مینہ کی ایک بھرن رات دن پڑتی رہتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ بجلی کڑکتی رہتی ہے۔ اندھیری رات کو ایسے ہی وقت کرشن جی پیدا ہوئے واسدیو جی اونہیں لیکر گوکل پہونچے اور نند کے حوالہ کر کے اونکی نوزائیدہ لڑکی کو لے آئے۔ اور دیوکی جی کی گود میں رکھدیا۔ اوس آواز غیب یا پیشین گوئی سے صاف ظاہر ہے جو رتھ بانی کے وقت کنس نے سُنی تہی کہ دیوکی جی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کنس کا راج پاٹ چھین لے گا۔ صبح کو کنس کو خبر ملی کہ دیوکی کے بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ فوراً زنداں میں آیا۔ اور لڑکی کو بہن کی گود میں سے اوٹہا کر زمین پر دے مارا خوف اور ظلم نے اوسے عہد شکنی پر آمادہ کیا۔ اور وہ یہ سمجہا کہ لڑکی جس سے کوئی خطرہ نہیں اور جسکی نسبت غیب سے آواز نہیں آئی تہی اوسکے خون سے تو ہاتہوں کو نہیں رنگنا چاہئے۔

اس کے بعد یا تو کنس کو یہ خیال ہوا کہ اوس نے لڑکی کو ناحق ہلاک کیا۔ پیشین گوئی تو لڑکے کی نسبت تہی یا اوسے کچھہ شبہ ہو گیا کہ اوسے دہوکا دیا گیا۔ پس اوس نے جادوں نسل کے کل بچوں کے قتل کا حکم صادر کیا۔ اور اوس نے شاہی نسل کے بچوں کو تلاش کرا کرا کر قتل کرایا اس ظلم سے تنگ آکر عزیز و اقارب ملک چھوڑ گئے۔ مگر کنس نے مدتوں کشت و خون کیا۔

کرشن کے لڑکپن کی نسبت بہت سے قصّے مشہور ہیں۔ مگر اونہیں ہم بخوف طوالت قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ کرشن جی کچھ عرصہ تو گوکل میں رہے اور پھر بندرابن چلے گئے۔ وہ آنند کے گھر رہتے تھے۔ اور اوس کے مواشی کو چراتے تھے۔ جنگلوں کی بود و باش اور مواشی کی دیکھ بھال کے زمانہ میں اونہیں فطرت اور موجودات ایزدی سے بہت کچھ سبق سیکھ لئے۔ اون میں پھرتی، چستی، دلیری آگئی۔ اون کے جسمانی قواء کا نشو و نما خوب ہو گیا۔ اور وہ ایک خاصے پہلوان بن گئے حسن سیرت اور حسن صورت دونوں ہی سے اونہوں نے گوالوں میں جن میں وہ رہتے تھے بڑی ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ وہ اونکے سرغنہ مانے جانے لگے ؛

کرشن کی راس لیلا جسے زیادہ تر ہندو سچی مانتے ہیں۔ اوس سے ظاہر ہے کہ کرشن جی پرلے درجہ کے رسیا تھے۔ لیکن جب کرشن کی اوس زندگی پر غور کیا جائے جو اون کے تخت نشینی کے بعد شروع ہوتی ہے اور نیز اون کی تعلیمات پر تو کوئی عقلمند اور انصاف پسند ان لیلاؤں کے واقعات کو سچا ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکے گا یعنی کرشن کا لقب جتیندری (وہ شخص جس نے اندریوں کو جیت لیا ہو۔ اور اپنے نفسانی قواء پر پورا غلبہ حاصل کر لیا ہو) بتا رہا ہے کہ وہ ایسے نہ تھے جیسے کہ راس لیلا میں مشہور ہیں۔ بلکہ اون کی ساری تعلیم برہمچرج اور روحانیت کی بے مثال تلقین سے بھری ہیں ؛

جب کرشن اور بلرام گوالوں کے بھیس میں رہتے تھے ایک عرصہ گذر گیا۔ اور اونکی دلیری۔ بہادری۔ ہمت۔ حوصلہ۔ انصاف پسندی۔ رحم دلی وغیرہ کے افسانے دور دور تک پھیل گئے تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ دونوں جوان گوپ یعنی گوالے نہیں ہو سکتے۔ شدہ شدہ کنس کو بھی کرشن اور بلرام کے افسانے معلوم ہو گئے۔ اسوقت اوسے خیال گذرا کہیں یہ دونوں بلوان پہلوان واسدیو جی کے لڑکے تو نہیں ہیں آپنے فن سے اوسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ان دونوں کو بھی کسی ترکیب سے فنا کیا جائے چنانچہ اوس نے اپنی دلی منشاء کو پورا کرنے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ چودس کے روز نبود دنگل متھرا میں طاقت آزمائی۔ کشتی۔ تیراندازی۔ نیزہ کشی۔ پہلوانی اور دوسرے کرتبوں وغیرہ کا

ہوا کرتا تہا اوس میں کرشن اور بلرام کو بہی معہ سربرآوردہ گوالوں کے بلائے - اوس نے جادوں نسل کے ایک سردار کو اون کے لینے کو روانہ کیا - اور اوس سے اپنا دلی حال بہی کہدیا - اس سردار نے سارا ماجرا کرشن اور بلرام کو سنادیا - مگر اون دونوں بے جگر سورماؤں کو ذرا بہی خوف نہ ہوا - بلکہ وہ اوسکے ہمراہ متہرا چلے آئے ✤

ظالم کنس نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکہا تہا کہ جسوقت کرشن اور بلرام دنگل میں قدم رکہیں اوسی وقت ایک مست ہاتہی اون پر چہوڑ دیا جاوے - اول تو ہاتہی ہی اونکو ہلاک کر دیگا - اور اگر وہ اوس سے بچ بہی رہیں تو اون کی کشتی دو بڑے زبردست پہلوانوں سے کرائی جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - کرشن اور بلرام نے رات متہرا میں بسر کی اور صبح ہی دنگل میں حاضر ہوئے - جوں ہی دونوں نے دنگل کے اندر قدم رکہا ووں ہی مست ہاتہی اون پر چہوڑا گیا - دونوں نے بڑی دلیری سے اوسکا مقابلہ کیا - اور اوسے مار کے آگے بڑہے - ابہی ذرا ہی دور گئے تہے کہ دو گراں ڈیل پہلوان اون کے مقابلہ کے لئے سامنے سے آئے - دنگل میں لوگوں کے ہجوم سے تل دہرنے کو جگہہ نہ تہی - کنس ایک شامیانہ کے نیچے بیٹہا تہا - رانیاں بہی موجود تہیں - ایک طرف واسدیوجی اور دیوکی جی بہی بیٹہے تہے - اور دونوں اپنے لخت ہائے جگر کی جان کے فکر میں تہے ✤

جب لوگوں نے دیکہا کہ ہاتہی سے زور آزمائی کے بعد کرشن اور بلرام کے مقابلہ پر دو پہلوان آ ڈٹے تو ہر طرف سے ترحم کے نعرے بلند ہوئے - مگر ظالم کنس کا جی نہ پسیجا - الغرض لڑائی شروع ہوئی - مگر اس میں بہی کرشن اور بلرام ہی کی فتح رہی - چاروں طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے - اور کنس حیران رہ گیا ✤

ابہی کنس کی حیرت دور نہ ہوتی تہی کہ گوالوں کے جوان لڑکوں نے جو کرشن اور بلرام کے ہمراہ آئے تہے خوشی کے نعرے بلند کئے اور اکہاڑے میں فرط طرب سے ناچنے لگے یہ سماں دیکہکر کنس کے دل میں حسد کی آگ شعلہ زن ہوئی - اوس نے حکم دیا کہ واسدیوجی کو قتل کر دیا جائے اور نند کو گرفتار - یہ حکم سنکر لوگ جو پیشتر ہی سے کنس سے بیزار تہے اور چاہتے تہے کہ کسی طرح اوس ظالم کی زندگی کا خاتمہ ہو برہم ہوگئے - اور کسی نے بہی کنس کے

حکم کی تعمیل کی نہ کی ÷

لوگوں کی اس حرکت سے کنس اور زیادہ غضبناک ہوا - مگر کیا کر سکتا تہا - کرشن جو موقع کی تاک میں تہا شامیانہ میں در آیا اوس نے کنس کو بالوں سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور دونوں میں کشتم کشتا ہونے لگی - لوگ کہڑے ہوئے تماشہ دیکھتے رہے - کسی نے بہی اوسے بچانے کی کوشش نہیں کی - مگر کنس کا بہائی سنامی جوش طبیعت میں آگے بڑہا - اوس سے بلرام دوچار ہوا - اون میں بھی کشتی شروع ہوئی - الغرض کنس اور اوسکا بہائی کرشن اور بلرام کے ہاتھ سے مارے گئے اور یوں ظلم وستم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ÷

چاروں طرف سے لوگوں نے جن میں خود کنس اور کرشن دونوں ہی کے رشتہ دار شامل تھے یہ نعرہ بلند کیا کہ کرشن جی گدی پر بیٹھیں اور راج کریں - ایک طرف تو دولت حشمت حکومت اور راحت - اور دوسری طرف لوگوں اور رشتہ داروں کا اصرار اور یہ دونوں باتیں اس قسم کی تہیں کہ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو ضرور حکومت قبول کر لیتا - لیکن کرشن جی اس مزاج کے نہیں تھے - اونہوں نے کہا کہ اگر میں تاج وتخت قبول کرتا ہوں تو لوگ ضرور یہ کہیں گے کہ میں نے کنس کو راج پاٹ کی خاطر ہلاک کیا اس لئے میں اوسے قبول نہیں کر سکتا وہ تو اگرسین کا حق ہے - اوسی کو ملنا چاہئے الغرض یہ کہ کرشن جی نے اگرسین کو تخت پر بٹھایا - شاہی نسل کے جو لوگ بہاگ گئے تھے - اونکو واپس بلایا - اور ملک کا انتظام درست کرکے معہ بلرام کے بنارس بغرض تعلیم چلے گئے - جہاں دس سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے ÷

جب کرشن جی بنارس میں تھے تو کنس کے سسر جراسندہ راجہ مگدہ نے جو اوس زمانہ میں ہندوستان میں سب سے زبردست فرمانروا تہا اور جس کے خراجگذار بہت سے راجہ تھے متہرا پر کنس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چڑہائی کی - چونکہ اس فوج کشی کا موجب کرشن جی تھے اس لئے اونپر اگرسین اور اہل متہرا کی مدد واجب وفرض تہی ÷

لوگوں نے کرشن جی کے پاس پیغام بہیجا - اور وہ متہرا آ گئے - اگرچہ جراسندہ کی فوج کے مقابلہ میں جادون بنس کی تعداد کم تہی - لیکن وہ اپنے ملک کی حفاظت اور حق کی

حمایت میں اس جوانمردی سے لڑے کہ جراسندہ کو شکست نصیب ہوئی - جراسندہ چلا گیا - مگر پھر حملہ آور ہوا اوس نے ۱۸ بار یورش کی - اور آخری بار تو اپنے سارے خراجگذار راجاؤں اور اون کی فوج سمیت آیا - اُسوقت کرشن جی کی رائے سے قرار پایا کہ جراسندہ کا مقابلہ نقصان دہ ہے اسلئے متھرا کو چھوڑ کر کسی دوسرے محفوظ مقام پر سکونت اختیار کریں - چنانچہ شاہی نسل کے سارے لوگ متھرا سے ترک وطن کر کے گجرات چلے گئے - جہاں اونہوں نے کوہستان میں ایک شہر دوارکا آباد کیا اور ایک حکومت قایم کی ؛

اس کے بعد کرشن جی نے شادی کر لی - اور کچھ دن چین سے زندگی بسر کرتے رہے پھر اونہوں نے مظلوم پانڈوں کی مدد کی اور جنگ مہابھارت میں اون کے حق کی حمایت میں کوروں سے لڑتے رہے - پھر اونہوں نے دو رفیقوں کی مدد سے راجہ جراسندہ کو بھی جو ظالم تھا ہلاک کیا ؛

چونکہ کرشن جی کی باقی زندگی کے حالات ہمارے مدعا سے تعلق نہیں رکھتے نیز یہ کہ وہ طویل ہیں اسلئے ہم اونکو مجبوراً قلم انداز کرتے ہیں - جو صاحب اون کے حالات اور اونکی تعلیمات کو دیکھنا چاہیں وہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں - خصوصاً مہابھارت اور کرشن گیتا میں ؛

کرشن جی کی زندگی کے حالات زبان حال سے گویا ہیں کہ (۱) انسانوں کی فہرست میں وہ اعلیٰ درجے کے انسان تھے - اور واجبی طور پر اوس معزز لقب سے مستحق جسے نیر مادا "پرشوتم" کہتے ہیں - (۲) وہ اعلیٰ درجہ کے دُنیوی دہرم کی پابندی اور حمایت کرتے ہوئے اعلیٰ درجہ کی روحانیت کو پراپت ہوئے - (۳) اون کی تعلیم کا ایک حصہ یہ ہے کہ وفاداری - ثابت قدمی - استقلال - ہمت - نیک چلنی اور دیانت داری سے اپنے فرایض متعلقہ کو خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی انجام دینا چاہیے کرم و دہرم کے مطابق ہر شخص کا فرض ہے کہ اگر کرم - دہرم - انصاف - سچائی - راستبازی مظلوموں کی حق رسی و دادرسی - اور خلق خدا کی حمایت و حفاظت کے لئے - اور اپنی

اور عزیزوں اور اپنے ملک والوں کی جان و مال کے بچانے کی خاطر موذیوں۔ ظالموں ستمگروں۔ غاصبوں کے سر کچلنے کی ضرورت پڑے تو اپنی جان پر کھیل کر بھی اوس سے درگذر نکرو؛

کرشن جی کا قول و فعل دونوں ہی تیار ہے ہیں کہ وہ سچے محبّ ملک تھے اور یہ کہ اہل ہند اور کل دنیا کے لوگوں کو اون کے خیالات کی پیروی فرض ہے اور اونکے نقش قدم پر چلنا عین سعادت ہے؛

تاریخ ہندوستان میں بکرماجیت کا زمانہ نہایت مشہور ہے۔ کیونکہ جس دلیری اور عقلمندی سے اوس نے غیر قوم کے حملہ آوروں سے اپنے ملک کو نجات دلائی اور جو کام اپنی رعایا کی بہبودی کے لیئے اوس کی مثال کم ملتی ہے ان ہی باتوں کی باعث وہ چکرورتی راجہ کہلایا؛

اوس نے بیس سال کی عمر میں صرف رعایا کی بہبودی اور ملک کو غیر قوموں وغیرہ کی ظالمانہ حکومت سے آزاد کرنے کے لئے حکومت اختیار کی تھی۔ غیر اقوام جس کے پنجہ سے اوس نے بھارت کو رہائی دلائی وہ دو زبردست فاتح اقوام تھیں۔ اون میں سے ایک نام ہنز تھا یہ وہی ہنز قوم ہے جسکے لوگوں نے کسی زمانہ میں یورپ کے بہت سے ممالک کو بھی تاخت و تاراج کر دیا تھا دوسرے کا نام ستھئین تھا؛

بکرماجیت مالوہ کے راجہ کا جو اگنی کل راجپوتوں کی نسل سے تھا فرزند تھا۔ اور ۸۹ قبل مسیح میں قلعہ اوجین میں ماہ بہادوں میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کرن سے چھوٹا

اور بھرتری سے بڑا تھا۔ بکرماجیت اور بھرتری دونوں اپنے آبائی گروکل یعنی بیت العلوم میں تعلیم پاتے رہے۔ اور اونکا بڑا بھائی کرن حکومت کرتا تا جب راجہ کرن بدھ مذہب والوں کے مقابلہ میں مارا گیا تو تخت و تاج کا وارث بکرماجیت ہوا۔ لیکن اوسنے حکومت کرنے سے انکار کردیا۔ اور راج پاٹ بخوشی چھوٹے بھائی بھرتری کے حوالہ کردیا۔ اور خود عبادت اور ریاضت کی زندگی بسر کرنے کے لئے جنگل میں چلا گیا۔ بھرتری ایک عرصہ تک عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن اپنی چہیتی رانی کی ایک نازیبا حرکت سے دُنیا اور دُنیا کی باتوں سے دل برداشتہ ہوکر فقیر ہوگیا۔ اور راج پاٹ چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

اُسوقت اگنی کل راجپوتوں اور بدھ مذہب کے معتقدوں میں جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ بھرتری کے فقیر ہونے کی خبر مشہور ہوتے ہی ایک شخص دیو اس نامی نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑا ظالم تھا۔ بھرتری کے درباری بکرماجیت کے پاس پہنچے اور اوس سے عرض کی کہ

"آپ کے بھائی بھرتری تو راج پاٹ تیاگ کر اور دُنیا سے بیزار"
"ہو کر بن کو چلے گئے۔ اب آپ ہماری مدد کریں۔ او ہم لوگوں"
"کو دیو آس ظالم کے ظلم سے بچائیے۔ جو آپکی اور آپ کے بزرگوں"
"کی گدی کا مالک بن بیٹھا ہے"

اگرچہ بکرماجیت سلطنت اور حکومت کا خواہاں نہ تھا۔ لیکن لوگوں کو ظلم سے بچانے پر آمادہ ہوگیا۔ اور اون کے ہمراہ اُلجین چلا گیا۔ جہاں اوسنے مقابل ہوکر دیو آس کو جنگ میں شکست دی۔ اور عدل و انصاف اور رحم و مروت کے ساتھ حکومت کرنے اور خلق خدا کو نفع پہونچانے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اوس کی عالی ہمتی۔ بہادری۔ کسرِ نفسی اور انصاف کا دور دور تک شہرہ ہوگیا جس سے لوگوں کو یہ یقین ہوگیا کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارے ہندوستان پر قابض ہوجائے گا۔ اسی خیال سے بہت سے راجہ اس کوشش میں مصروف ہوگئے کہ کسی نہ کسی طرح اسے قتل کردیا جائے۔ اونہوں نے اوس سے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی ۔

مسیح کی پیدائش سے کوئی ایک سو سال پیشتر شمالی ایشیا کی وحشی قوم سِتھِین یونان وایشیا کوچک - باختر - بلخ - ایران وغیرہ کو فتح کرتی ہوئی کابل پر قابض ہوگئی - وہاں سے یورش کرکے اور چین و تاتار اور کشمیر و سندھ کو فتح کرکے سرزمین ہندوستان میں داخل ہوئی اور بڑہتے بڑہتے مگدہ دیش پر قبضہ کرکے آگرہ اور مالوہ تک جا پہونچی ٭

ابھی بکرماجیت کو اُجین کی گدی پر بیٹھے ہوئے تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا کہ فاتح قوم کی ایک زبردست فوج نے اُجین کا محاصرہ کرلیا - اگرچہ بکرماجیت کے پاس بہت تہوڑی سی فوج تہی - مگر وہ ایسی جانبازی سے لڑی کہ دشمن کو شکست ہوئی - اس معرکہ میں خود بکرماجیت ایسی دلیری سے لڑا کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کردئے - مہاراجہ بکرماجیت نے اسی پر اکتفا نہیں کی - بلکہ سِتھِین قوم کو ہندوستان کے ہر حصّے سے شکست دیکر نکالدیا ٭

ایک طرف تو بکرماجیت کی فتوحات - اور دوسری طرف اوسکا انصاف حسن انتظام اور دھارمک زندگی - ان سب باتوں کے باعث ہندوستان کے اکثر حصّوں کے راجہ - مہاراجہ اور رعایا خودبخود بکرماجیت کی حلقہ بگوش ہوکر اوسے خراج دینے لگے - اب سوائے کشمیر کے اور کسی جگہ سِتھِین قوم کا نام ونشان تک باقی نہ رہا ٭

جب اس قوم کو بکرماجیت نے ہندوستان سے نکالدیا تو اوس کے ایک سردار سنتا نامی نے کچھ جماعت فراہم کرکے باتوں کو دیدک دھرم کے لوگوں پر چہاپے مارنا شروع کئے سِتھِین قوم کا مذہب بدھ مذہب تہا - اسلئے یہ بدھ بھارت کے لوگوں پر ظلم کرتے تھے آخرکار سنتا نے بکرماجیت پر بھی چڑہائی کی - مگر شکست کہاکر بہاگا - بکرماجیت نے تعاقب کیا - لیکن ملتان کے قریب سنتا کو ایک زبردست فوج اپنی قوم کے لوگوں کی ملگئی - اسلئے وہ پھر بکرماجیت کے مقابل ہوا - لیکن پھر بھی شکست کہاکر بہاگا اور کشمیر میں چلا گیا ٭

بکرماجیت کا ایک سپہ سالار سنتا کے تعاقب میں لگا گیا - اور اوس نے سنتا کو وہاں بھی شکست دی - اور کشمیر سے بھی اِس وحشی قوم نکال کر برفانی پہاڑی علاقوں میں بہگا دیا - سنتا ایک معرکہ میں مارا گیا اور کشمیر پر بکرماجیت کا قبضہ ہوگیا - مگر بکرماجیت نے کشمیر کا علاقہ

اپنے ظفر مند سپہ سالار کو بخش دیا۔ اس فتح کی یادگار میں بکرماجیت نے اپنے نام بکرمی سمت جاری کیا۔ جو اب تک ہندوستان میں رایج ہے۔ اور جسے سارے ہندو مانتے ہیں۔ جب بکرماجیت ہندوستان کے دشمنوں یعنی شکن قوم کے لوگوں کے ظلم و ستم سے ہندوستانیوں کو رہائی دلا چکا تو اوس نے ملک میں رفاہ عام کے کاموں کو ترقی دی۔ علوم و فنون کی حمایت کی۔ ویدک مذہب کو رواج دیا۔ جہالت کو دور کیا۔ رعیت نوازی اور انصاف پروری کا شیوہ اختیار کیا۔ لوگوں کے نفع کے قوانین جاری کئے وہ اپنی راحت کا کام اپنے ہی ہاتھوں سے کرتا تھا۔ چٹائی پر سونا۔ اور پینے کے لئے پانی اپنے ہاتھوں سے ندی سے بھر کر لاتا۔ وہ مجسّم اخلاق تھا۔ اور ہر دم اور ہر بات میں رعایا کی بہبودی مدنظر رکھتا تھا۔

اوسکا سالا شالباہن جو بچپن ہی میں گھر سے نکل گیا تھا اور ایک مدت دراز لاپتہ رہا اور جانبازی کے بہت سے کام کرتا رہا آخرکار کشمیر جا پہونچا اور کنشک کے ہاں جو شکن قوم کا سردار تھا اور پہاڑی علاقوں میں پوشیدہ طور پر رہتا تھا اور بکرماجیت کے سپہ سالار کو ملک سے نکالدینے کی فکر میں تھا نوکر ہوگیا۔ شالباہن کا اصلی نام بھرن تھا وہ کنشک کے ہاں سپہ سالار بن گیا اوسنے بکرماجیت کے سپہ سالار کو شکست دی۔ پھر شالباہن نے کنشک کے حکم سے بکرماجیت پر فوجکشی کی۔ اوسوقت بکرماجیت بوڑھا ہوچکا تھا۔ لیکن اوسنے نوجوان شالباہن کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ شالباہن اور بکرماجیت ایک دوسرے کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ آخرکار شالباہن زخمی ہوکر کسی طرح سے بہن کے پاس پہونچ گیا اور لڑائی سے دست بردار ہوگیا۔ بکرماجیت لڑائی کے قابل نہ رہا۔ اسلئے اوس کی بیوی شکن قوم سے لڑتی رہی۔ جب وہ بھی ماری گئی تو بکرماجیت بھی قلق کے مارے جانبر نہ ہو سکا۔

بکرماجیت کے زندگی کے حالات زبان سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جبتک دنیا قایم ہے تب تک اوس کی عظمت۔ فضیلت۔ دہرم کی حمایت۔ عدل گستری۔ رعایا پروری۔ کسرنفسی۔ رعایا کی بہبودی کی کوششیں۔ اور حب الوطنی یادگار رہے گی۔

بکرماجیت اپنے ملک اور ملک والوں سے سچی محبت رکھتا تھا - یہاں تک کہ ملک ہی کی بھلائی کرتے ہوئے اوس کی انمول جان ضایع گئی او سکا ایک ایک فعل حب الوطنی پر مبنی تھا - اہل ہند میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اس حب الوطن کی ہر بات میں تقلید کرے ؞

قدیم ہندوستان کا ایک محب ملک فرمانروا

ملک بلخ کو فتح کرنے کے بعد سکندر اعظم نے ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا - اور ۳۲۶ سنہ قبل مسیح میں ایک بڑی فوج لیکر اوس نے کوہ ہندوکش کو عبور کیا - اور شہر نکایا (غالباً زمانہ حال کا جلال آباد) کی طرف بڑھا - یہاں پہونچکر سکندر نے اپنی فوج کو بریگیڈوں یعنی دستوں میں تقسیم کیا - کچھ فوج دو قابل سپہ سالاروں کو ماتحتی میں دریائے انڈس کی طرف روانہ کی - الغرض فتوحات حاصل کرتا اور سرحدی فرقوں کو زیر کرتا ہوا سکندر اعظم دریائے انڈس پر پہونچ گیا - اور اوس پر ایک پل باندھنے کی تیاریاں شروع کیں - اٹک کے قریب کشتیوں کا پل باندھکر دیوتاؤں کو قربانی چڑھائی اور تیس دن تک فوج کو آرام کرنیکی اجازت دی ؞ جب سکندر کی فوج پل کے نزدیک مقیم تھی تو اوس کے پاس راجہ ٹیکسیلا (تکشا سِلا) کا قاصد یہ پیغام لیکر پہونچا کہ وہ سکندر کی اطاعت قبول کرتا ہے - راجہ ٹیکسیلا نے سکندر کی اطاعت اسلئے قبول کرلی کہ وہ اپنے دشمن راجہ پورس کو جو زمانہ حال کے جہلم - گجرات اور شاہ پور وغیرہ کا فرمانروا تھا نیچا دکھانا چاہتا تھا - سکندر نے پیغام قبول کر لیا اور دریائے انڈس کو عبور کر کے سرزمین ہند میں قدم رکھا ؞

سکندر نے اس خیال سے پورس کے پاس اطاعت کا پیغام روانہ کیا کہ وہ خوف کے مارے ضرور اطاعت قبول کرے گا۔ مگر پورس سے یہ جواب ملا کہ اطاعت کی جگہ مقابلہ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلئے سکندر فوج لیکر دریائے جہلم کی طرف بڑھا جہاں پورس اپنی سرحد پر اپنی فوج کے ساتھ موجود تہا۔ سکندر دریائے جہلم پر ماہ مئی ۳۲۶ قبل مسیح میں پہونچ گیا۔ مگر دریا میں طغیانی کے باعث ماہ جولائی تک دریا کو عبور نہ کر سکا ٭

آخر کار دریا کو عبور کرکے سکندر کی فوج نے پورس کی سپاہ کا مقابلہ کیا۔ کئی لڑائیوں کے بعد پورس کو شکست ہوئی۔ اور وہ زخموں سے چور چور ہوکر گرفتار کرایا گیا۔ اوسکے ملک پر سکندر کا قبضہ ہوگیا۔ اسکے بعد کچھ اور فرمانرواؤں نے اطاعت قبول کرلی۔ اور سکندر کے قبضہ میں وہ ملک بھی آگیا جو دریائے چناب اور راوی کے درمیان ہے ٭

پہر اسکندر نے کچھ اور مقامات فتح کئے۔ اور دریائے بیاس پر جا پہونچا۔ اوس نے اس دریا کو عبور کرکے اپنے فتوحات کے سلسلہ کو اور ترقی دینا چاہی اوسکی تھکی ماندی فوج نے قبول نکیا۔ ناچار سکندر نے شمالی و مغربی ہند کے ایک بڑے حصّہ کو فتح کرنے کے بعد فوج کو واپسی کا حکم دیا ٭

سکندر نے بھمبھر اور راجوری کے راجہ ابھی سور کو ہندوستانی مفتوحہ ممالک میں سے ہزارہ کا نائب مقرر کیا۔ اور پورس کو جہلم اور راوی کے درمیانی ملک کا نائب۔ اور راجہ ٹکسیلا کو دریائے جہلم اور راندھس کے درمیانی ملک کا۔ اور ان سب کے اوپر اوسنے فلپس کو حاکم بنایا۔ دریا کے راستہ سے سکندر نے کچھ فوج روانہ کی اور کئے اور ملکوں کو جو ہندوستان میں تھے فتح کیا۔ اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ یہانتک کہ سرزمین ہند سے باہر ہوگیا ٭

سکندر کی وفات کے بعد جب دوبارہ سکندر کے مفتوحہ ممالک کی تقسیم عمل میں آئی تو ہندوستان اور اوسکے سرحدی ممالک ایک یونانی سپہ سالار کے قبضہ میں آگئے۔ لیکن اوسکے بعد یونانی فاتحوں کا اثر کم ہونے لگا۔ ملک میں یونانی فاتحوں کی زبردستیوں نے

ایک عام ناراضگی پھیل گئی - اور لوگوں نے ارادہ کیا کہ یونانی حکومت سے آزاد ہو جائیں لیکن کسی کو یہ تاب نہیں ہوتی تھی کہ یونانی فرمانروا کا مقابلہ کریں - آخر کار ایک محبّ وطن نے اِس کام کی ابتدا کی ۔

یہ محبّ ملک چندرگپت تھا - چندرگپت دوغلا تھا - کیونکہ اوسکی ماں مورا نیچ ذات سے تھی - اِس لئے جس شاہی خاندان کی بنیاد ہندوستان میں چندرگپت نے ڈالی تھی اوس کا نام اپنی ماں کے نام پر موریہ رکھا - ابھی چندرگپت جوان نہ ہونے پایا تھا کہ اوس سے مگدھ کا راجہ مہاپدم نند ناخوش ہو گیا - اور اوس نے چندرگپت کو جلاوطن کر دیا ۔

یہ مہاپدم جیسا کہ مشہور ہے ایک حجام کا لڑکا تھا - جسکے حال پر مگدھ کی رانی بہت مہربان تھی - وہ اوس پر عاشق تھی - اوس کی رائے سے مہاپدم نے راجہ کو قتل کر دیا اور خود مالک تاج و تخت بن بیٹھا - چندرگپت گو دوغلا تھا لیکن اوسکی رگوں میں ایک شاہی نسل کا خون تھا - اوسے یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ ملک پر ایک حجام حکومت کرے - اور لوگوں کو ستائے - غالباً اسی وجہ سے مہاپدم نے ناخوش ہو کر اوسے جلاوطن کر دیا - مہاپدم کے بعد اوسکا بیٹا تخت نشین ہوا - وہ حریص اور فضول خرچ اور شریر تھا - لوگ اوسکی حرکات نازیبا سے بیزار تھے ۔

چندرگپت نے ایام جلاوطنی میں ایک فوج جمع کی - اوس وقت ہندوستان میں شمالی ہند تو یونانیوں کی زیر حکومت تھا - مگر اون کی سختیوں سے دل برداشتہ - اور مگدھ دیش ایک ناقابل اور جابر راجہ کے زیر حکم تھا - چندرگپت نے ان دونوں کی حکومت کو مٹا کر اہل ملک کو امن دینے کا ارادہ کیا - جو فوج اوس نے ایام جلاوطنی میں جمع کی تھی اوس سے اون مقامات پر حملہ کیا جہاں مقدونیہ کی فوج قابض تھی - اوس نے اول پنجاب کو فتح کیا - اور پھر مگدھ کو - اور مگدھ پر قبضہ کرنے کے بعد اوس نے اَور حصے ہندوستان کے فتح کئے یہاں تک کہ ہندوستان میں سب سے زبردست فرمانروا ہو گیا ۔

چندرگپت کو یونانیوں کو ملک سے نکالنے میں ۸ سال لگے تھے - جب چندرگپت کا ملک پر قبضہ ہو گیا - اور اوسے کسی دشمن کا خوف نہ رہا تو اوس نے رعایا کی آرام و آسائش

اور ملک کا بہتر انتظام کرنے کی طرف توجہ دی اور اون باتوں کو رواج دیا جو اوس سے پیشتر کسی ہندوستانی فرمانروا نے روا نہیں رکہی تہیں چنانچہ اوسنے ذیل کی باتوں کو رواج دیا

ا۔ پٹالی پتر (موجودہ پٹنہ) کو اپنا پایہ تخت بنایا ٭

۲۔ ایک بڑی فوج فراہم کی جس میں ۶ لاکہ پیادے۔ ۳۰ ہزار سوار۔ ۹ ہزار ہاتہی جن میں سے ہر ایک پر تین سپاہی سوار ہوتے تہے۔ ۸ ہزار رتہ جن میں سے ہر ایک پر علاوہ رتہ بان کے ۲ سپاہی سوار ہوتے تہے۔ یہ کل فوج تعداد میں ۶ لاکہ ۹۰ ہزار ہوتی ٭

۳۔ ایک فوجی محکمہ قایم کیا جس کا انتظام ۳۰۔ افسروں کی ایک مجلس کے سپرد تہا۔ یہ مجلس ۵۔ ۵ افسروں کے ۶ بورڈ میں منقسم تہی۔ اول بورڈ کے سپرد محکمہ بحری تہا۔ دوسرے کے رسد رسانی اور کمسریٹ۔ تیسرے کے پیدل پلٹنیں۔ چوتہے کے رسالے پانچویں کے رتہ۔ چہٹے کے ہاتہی ٭

۴۔ سول انتظام۔ یہ انتظام محکمہ محصول کے سپرد تہا۔ اور ۳۰۔ افسروں کی مجلس کی زیر نگرانی۔ جو ۵۔ ۵۔ افسروں کے ۶ بورڈ میں منقسم تہی۔ اول بورڈ کے سپرد صنعت و حرفت کی ترقی اور اوسکے محصول کا کام تہا۔ دوسرے کے سپرد غیر ملک والوں کی آرام۔ آسایش۔ نگرانی۔ مقدمات وغیرہ۔ تیسرے کے فوتی پیدایش۔ چوتہے کے تجارت۔ اوزان ناپ وتول تجارتی چیزوں کا تشخیص محصول وغیرہ پانچویں کے دستکاریاں۔ چہٹے کے چیزوں کی فروخت پر عُشر یا قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا ٭

۵۔ صوبوں کا انتظام۔ یہ صوبہ داروں کے ذریعہ سے کرایا جاتا تہا ٭

۶۔ اخبار نویس یہ صوبوں کے حکام کے افعال و انتظام سے متعلق خفیہ رپوٹیں چندرگپت کے پاس روانہ کرتے تہے ٭

۷۔ قانون تعزیرات۔ اس قانون کی رو سے مختلف قسم کے جرایم کی مختلف سزائیں دیجاتی تہیں ٭

۸- محکمہ مالگذاری- آراضی کا محصول تجویز اور وصول کرتا تھا۔
۹- محکمہ آبپاشی- اسکے سپرد زمین کی پیمائش اور پانی کی مقدار اور اوسکے محصول وغیرہ کا کام تھا۔
۱۰- محکمہ پبلک ورکس- اس کے سپرد سڑکوں- اور سرکاری عمارات وغیرہ کا کام تھا
الغرض چندر گپت سے جو بڑا محب ملک تھا- ملک کو نہ صرف غیر ملک والوں کی اور نیز جابر راجہ کی حکومت ہی سے آزاد کیا- بلکہ ایسی باتوں کو رواج دیا جنکے اثر سے رعایا خوشحال و شاد اور ملک زرخیز و آباد تھا۔

راجہ ادھیراج

مہاراجہ اشوک جس نے ۴۰ سال حکومت کی ۲۷۳ قبل مسیح میں مگدہ دیش کے تخت پر متمکن ہوا اور عنان حکومت ہاتھ میں لیکر امن و انصاف اور رحمدلی کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا- اشوک نہ صرف اسلئے ایک قابل قدر اور قابل فخر شخص ہے کہ وہ چکرورتی راجہ ہوا اور راجہ ادھیراج کہلایا- بلکہ اسلئے کہ جس سچائی کو خود اوسنے محسوس کیا اوسے دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر پھیلا کر دوسروں کو بھی اوس سے محروم نہ رکھا- کہتے ہیں وہ بھی انسان کے تیسرے حصے پر اوس سچائی کو چھوڑ گیا۔
اشوک کی حکمرانی کے اول ۸ سال کے حالات ابتک بہت ہی کم معلوم ہوئے ہیں نویں سال اوسنے کالنگہ کو جو خلیج بنگال کے ساحل پر تھا فتح کیا- اس جنگ میں بہت کشت و خون ہوا- اور بہت سے دشمن قید کر لئے گئے- اشوک نے ملک تو فتح کر لیا- لیکن اوسکی طبیعت جنگ کے ہولناک نتائج سے بہت متاثر ہوئی- اس اثر کا حال اوس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو اوس نے ملک کالنگہ میں کندہ کرایا-
اشوک کے عہد حکومت کا جنگی کارنامہ صرف فتح کالنگہ ہے- جسکے بعد ہی

اوسنے باقی زندگی ملک کے اندرونی نظم ونسق اور بدہ مذہب کی اشاعت اور اخلاق اور رحمدلی میں گذاردی ان باتوں ہی سے اوسکا نام نیک یادگار رہ گیا۔ لوگ اوس کی حکمرانی سے بہت خوش اور خوشحال رہے ٭

فتح کالنگہ کے بعد ہی اشوک نے بدہ مذہب کی اشاعت اور اخلاق و راستبازی وغیرہ کے اصول کو رواج دینا شروع کیا۔ چونکہ اوسکی مذہبی کوششیں ہمارے مدعا سے متعلق نہیں۔ اسلئے ہم اونہیں قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ البتہ اون کوششوں کی بابت اتنا کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اوسنے اشاعت مذہب میں اوس جبر و تشدد کو روا نہیں رکہا جو بہت لوگوں اور قوموں کی طرف سے ظہور میں آیا۔ اوسکی اشاعت میں بہی اوسنے اخلاق اور رحمدلی سے کام لیا۔ وہ دوسروں کے مذہب کی عزت کرتا تہا۔ ہمارے عنوان کا مدعا چونکہ حب الوطنی ہے اسلئے اشوک کی صرف اون ہی باتوں کا ذکر کرینگے جو اس عنوان کے تحت میں آسکتی ہیں ٭

پایہ تخت کا انتظام تو خود اشوک کرتا تہا۔ لیکن باقی سلطنت کا انتظام شاہی خاندان کے قابل لوگوں کے ہاتہ میں تہا۔ جو ویسرائے کہلاتے تہے۔ یہ تعداد میں چار تہے۔ اشوک کو عمارتیں بنوانیکا بڑا ہی شوق تہا۔ اوس نے ہزارہا عمارتیں بنوائیں۔ اوسنے اخلاق وغیرہ کی اشاعت سے متعلق فرمان جاری کئے اور اپنے احکام کو پتہر کے ستونوں۔ غاروں اور چٹانوں پر کندہ کرآیا۔ کسی ملک اور قوم کی تاریخ میں ایسی نظیر نہیں ملتی کہ رعایہ کے اخلاق کی درستی اور تہذیب کی ترقی وغیرہ کے لئے کسی بادشاہ نے اتنی کوشش کی ہو جتنی کہ اشوک نے ۔ اوس نے ایک کتبہ اسبارہ میں جاری کیا اور جابجا کندہ کرآیا کہ

"ماں باپ کے حکم کی اطاعت کرو۔ اونکی عزت کرو"

"اوستاد کا ادب کرو۔ رشتہ داروں کی وقعت کرو"٭

اشوک دوسرے مذاہب کے ساتہ عالی ظرف تہا۔ اون کے ماننے والوں کے عقاید سے ہمدردی رکہتا تہا۔ اور اونکو آزادی کے ساتہ اپنے مذہبی فرایض ادا کرنے دیتا تہا۔ جیسا کہ خاص حکم نمبر ۱۲ سے ظاہر ہے ٭

"میں ہر فرقہ اور ہر مذہب کی یکساں قدر کرتا ہوں اور"
"اون کی ترقی دل سے چاہتا ہوں۔ میں جو ہر مذہب کی قدر"
"کرتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذاہب پر کامل"
"اعتقاد رکھے گا۔ اور دوسرے مذاہب کی توہین نہ کرے گا کہ"
"میرا ہی مذہب سب سے اچھا ہے۔ اور دوسرونکا خراب۔ میری دلی"
"خواہش ہے کہ ہر ایک مذہب کے لوگ گیان دہرم میں ترقی کریں"
"کیونکہ سب کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ اسلئے مہاماتر مقرر کی جاتی ہیں جو"
"ہنکی نگرانی کریں۔ اس سے ہر مذہب والوں کو فائدہ ہوگا۔"

اشوک نے اپنی رعایا کو یہ تاکید کی کہ اپنے ہمسایہ کے مذہب کی بُرائی کرنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ سارے مذاہب گو بظاہر ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں مگر ضبط اور دلی پاکیزگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ لوگوں کو مذاہب کی برائی کرنے سے روکنے کے لئے اوس نے یہ قید لگادی کہ وہ بدزبانی اور سخت کلامی سے باز رہیں۔

اشوک نے خود بھی اسپر عمل کیا۔ اور ہر فرقہ اور ہر مذہب کے پیشواؤں اور ماننے والوں کی تعظیم کرتا۔ اون کو خیرات دیتا۔ اور اون کی ہر طرح پر دل سے مدد کرتا تھا۔ چنانچہ کتبہ ششم میں اوس نے یہ حکم جاری کیا کہ۔

"چاہے کسی قسم کا فقیر ہو۔ مگر کوئی اوسے نہ چھیڑے۔ سب کی"
"کوشش درستئ اخلاق میں اور باہم مدد میں ہو۔"

اشوک بڑا فیاض اور سخی تھا۔ وہ کھلے دل سے ہر شخص کو خیرات اور دان دیتا تھا۔ مگر سب سے اچھا دان وہ درستی اخلاق کی تعلیم کو جانتا تھا چنانچہ ایک کتبہ سے یہ بات ظاہر ہے۔

"دہرم دان سے بڑھکر کوئی دان نہیں۔ والد کی اطاعت کے"
"علاوہ بوشنز داروں کے ساتھ فیاضی۔ نوکر کے ساتھ نیک"

"سلوک یہ بہی فرایض انسانی ہیں - جن پر عمل کرنے سے دونوں"

"جہان میں راحت ملتی ہے"

اشوک ظاہری رسوم ورواج کا زیادہ قائل نہیں تہا۔ بلکہ دلی رسوم و رواج کا۔ اوسکا خیال تہا کہ جس طرح سچی فیاضی دھرم اور اخلاقی اور علم کی اشاعت سے مراد ہے اوسی طرح سچی رسوم سے مراد یہ ہے کہ لوگ اخلاقی قوانین پر دل سے عمل کریں - غلاموں اور نوکروں سے نیک سلوک کریں - بڑوں اور اوستاد کی عزت کریں - کسی کی جان نہ لیں - وہ چاہتا تہا کہ لوگ جو بات کریں اوسکا تعلق دل سے ہو - اوسنے لوگوں کو سکہایا کہ رحم دلی سخاوت حق پرستی - راستبازی - پاکدامنی - حلم - اور زہد وتقوے کی پابندی دل سے کیجائے - ان باتوں سے متعلق اوسنے احکام جاری کئے۔

اشوک نے یہ بہی حکم جاری کیا کہ صوبوں اور ضلعوں کے حکام دورہ کریں اور دورے میں ایسی مجالس منعقد کریں جن میں وہ لوگوں کو فرایض انسانی کی تعلیم دیں - اشوک نے سال میں خاص خاص دن بہی ان مجالس کے انعقاد کے لئے مقرر کئے - حکام کی خدمات میں ان مجالس کا انعقاد بہی داخل وشامل تہا۔

اشوک نے حیوانات کی رکہشا کرنا اور والدین کی اطاعت کرنے سے متعلق قوانین کی دیکھ بہال اور اونکا عملدرآمد کرانے کے لئے حکام مقرر کئے ان کو خاص طور پر یہ تاکید کی گئی تہی کہ ہر قوم اور ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگوں سے تعلق رکہیں - یہانتک کہ شاہی خاندان کے لوگوں سے بہی تعلق رکہنے کی تاکید تہی - عورتوں کے اخلاق کی نگرانی اور تعلیم کے متعلق خاص حکام مقرر کئے گئے تھے - جانوروں وغیرہ کی بابت اشوک نے یہ فرمان کندہ کرایا تہا۔

"سیکڑوں برس سے جانور مارے جاتے ہیں - والدین اور بزرگوں کا ادب جیسا کہ لازم وواجب ہے۔"

[illegible] - اب میں سیکڑوں برس کی کہوئی ہوئی دہرم کو بتلا[illegible]

"ہوں کہ جانوروں کے ہلاک کرنے سے باز آؤ۔ میں اپنے"
"خود عمل کرتا ہوں۔ اور دوسرے بھی اوسپر عمل کریں۔ کیونکہ اون"
"پھر میری اولاد بھی عمل کرتی رہے گی"۔

اشوک نے اسی پر اکتفا نہیں کی کہ جانوروں کے قتل سے لوگوں کو روکا۔ بلکہ اون کے لئے شفا خانے بھی قایم کئے تھے۔ سورت اور بمبئی میں جو شفاخانے حیوانات کے لئے اب سے کچھ عرصہ سے پیشتر تھے اور شاید اب بھی ہیں وہ یا تو اشوک کے وقت کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں اور یا اون کی تقلید۔ اون میں بیمار حیوانوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ سورت میں ۱۷۸۰ء میں ایک ہسپتال حیوانوں کا تھا۔ جس میں گھوڑے۔ خچر۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ بندر۔ مرغی وغیرہ۔ کبوتر۔ اور دیگر پرند و چرند کا علاج کیا جاتا تھا۔ چوہوں۔ کھٹملوں۔ اور حشرات کی پرورش کی جاتی تھی ؃

انسانوں کے لئے بھی شفاخانے تھے۔ انسانوں اور حیوانوں دونوں کی راحت کے لئے سڑکوں کے کنارے سایہ دار اور پھلدار درخت لگائے گئے۔ کنوئیں کھدوائے گئے۔ سرائیں تعمیر کرائی گئیں۔ شفاخانوں اور سرائیوں میں ادویہ اور سامان خورونوش سرکار کی طرف سے رکھا جاتا تھا ؃

اشوک نے پردیسیوں کی راحت اور دکھہ درد کے رفع کرنے کے لئے بھی سامان کیا۔ اور حکام کو حکم دیا کہ پردیسی بیماروں کا علاج کرایا جائے۔ اونکی راحت کا سامان مہیا کیا جائے۔ اون کے مقدمات میں انصاف کو روا رکھا جائے۔ اونہیں میری سلطنت میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اونکے سفر کا انتظام کیا جائے ؃

اشوک انصاف اور دادرسی کا اسقدر دلدادہ تھا کہ اوسنے یہ حکم جاری کیا کہ میری رعایا میں ہر شخص مجھے ہر وقت اور ہر جگہہ مل سکتا اور اپنا دکھہ درد کہہ سکتا ہے کوئی کسی کو میرے پاس کسی حالت میں بھی آنے سے نہ روکے۔ اشوک نے حکام کو بھی بتاکید کی کہ وہ بھی ان اصولوں کی پابندی کریں۔ اور فی الفور فریادی کی فریاد سنکر

اونکا انتظام کریں۔ وہ خود بھی ایسا ہی کرتا تھا۔
اشوک اپنے حکومت کے گیارہویں سال میں شکار کھیلنا چھوڑ دیا اور دوسروں کو بھی بے زبان حیوانات کا شکار کرنے سے روکدیا اوسکے دلمیں اسقدر رحم تھا کہ وہ چیونٹی کو بھی تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔

اشوک نے انصاف وعدل کے بارہ میں یہ حکم بھی جاری کیا کہ بوڑھوں اور کمزوروں کو جرایم کی بہت ہلکی سزا دیجائے۔ اور کسی کو خلاف انصاف اور نہ زیادہ سزا دیجائے۔ اگر کہیں ایسا ہو بھی جائے تو سزا کا حکم منسوخ کردیا جائے۔ جن لوگوں کا کنبہ بڑا ہوا اونکو بھی ہلکی اور تھوڑے دن کی سزا دیجائے۔ یا جن لوگوں نے ناگہانی طور پر یا کسی مصیبت سے بچنے کے لئے جرم کا ارتکاب کیا ہو اونکو بھی کم سزا ملے۔

اشوک اپنی رعایا کے ساتھہ دلی محبت رکھتا تھا۔ اوسکی خواہش تھی کہ اوسکی رعایا ہرطرح پر خوش وخورم رہے۔ اوسکے ساتھہ انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ وہ اخلاق سیکھے اور کوئی کسی کو دکھہ نہ دے۔ وہ اپنے کو رعایا کا باپ جانتا اور کہتا تھا اور رعایا کو اولاد سمجھتا تھا۔ اوسکی یہی باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ سچا محب ملک تھا۔ محب ملک وہی بادشاہ کہلاتا ہے جو رعایا کا خیرخواہ ہو۔

سن پیدایش ۱۷۰۶ء ۔ سن وفات ۱۷۹۰ء

فرینکلن نے اپنی سائینٹفک ایجادوں۔ کفایت شعاری سکھانے والے اصول اور محنت سکھانے والی زندگی اور اپنی مفید رائیوں۔ صلاحوں اور ملکی خدمات کے

ذریعہ سے امریکہ جمہوری سلطنت قایم کرنے میں بڑی ہی مدد دی ۔

فرینکلن کی ملکی زندگی کا آغاز سنہ ۱۷۳۶ء سے ہوتا ہے جبکہ جنرل اسمبلی کا منشی مقرر کیا گیا تھا ۔ سنہ ۱۷۵۰ء تک وہ بہت سی ملکی خدمات انجام دیتا رہا ۔ جب سنہ ۱۷۵۴ء میں امریکہ اور فرانس میں جنگ شروع ہونے کے آثار پیدا ہوئے تو فرینکلن پنسلوانیہ کی طرف سے مختلف نوآبادیوں کی کانگریس میں قایم مقام کی حیثیت سے شریک ہوا اوسنے کانگریس میں یہ تجویز پیش کی کہ نوآبادیوں کو اپنے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا چاہئے اور ایک پریسیڈنٹ اپنے لئے مقرر کرنا چاہئے ۔ اگر یہ تجویز منظور ہو جاتی تو انگلستان کو نوآبادیوں پر محصول وغیرہ لگانے کی جرات ہی نہ ہوتی اور نہ وہ جنگ ہونے پاتی جس میں انگلستان و امریکہ کی بیحد دولت صرف ہوئی اور ہزاروں جانیں ضایع گئیں اور جسکا انجام امریکہ کی خود مختاری ہوا ۔

جب پارلیمنٹ انگلستان نے امریکن نوآبادیوں پر ٹیکس لگایا تو نوآبادیوں نے ایک درخواست اون کے خلاف شاہ انگلستان کی خدمت میں بسرکردگی فرینکلن کے روانہ کی ۔ فرینکلن لارڈ گرینوائل سے ملا اور اوس سے کہا کہ یہ ٹیکس ہی کل امریکہ میں بغاوت اور خود مختاری کا تخم بوئیں گے ۔ اسپر لارڈ گرینوائل نے کہا کہ "تم امریکہ والے اپنے ملک کے نظام حکومت کے بارہ میں جو خیالات رکھتے ہو وہ اچھے نہیں ہیں ۔ تم یہ عذر کرتے ہو کہ بادشاہ جو ہدایت اپنے گورنروں کو روانہ کرتا ہے وہ قوانین نہیں ہیں ۔ اور تم خیال کرتے ہو کہ تمہیں اون ہدایات کو اچھا یا برا سمجھنے کی آزادی حاصل ہے ۔ لیکن یہ ہدایات اون ہدایات کی مانند نہیں ہیں جو کسی ایسے وزیر کو دیجاتی ہیں جو غیر ملک میں کسی رسم کے ادا کرنے کے لئے جاتا ہو تاکہ اون ہدایات کا وہ اپنے رویہ پر عمل کرے ۔ یہ ہدایات اول تو قانون داں فاضل جج مرتب کرتے ہیں ۔ اسکے بعد اون پر کونسل میں غور کیا جاتا ۔ اون پر بحث کیجاتی ۔ اون کی ترمیم کیجاتی ہے ۔ اسکے بعد اون پر بادشاہ کے دستخط کرائے جاتے ہیں ۔ اوسوقت وہ جہاں تک کہ اونکا تعلق تم لوگوں سے ہے ۔ ملک کا قانون

ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ بادشاہ نوآبادیوں کے لئے قانون بنانے والا ہے *

اسکا جواب فرینکلن نے نہایت بیباکی کے ساتھ یہ دیا کہ "یہ تو ایک نیا مسئلہ اور نئی منطق ہے۔ مینے تو نوآبادیوں کے فرامین سے یہ سمجھا تھا کہ نوآبادیوں کے لئے قوانین فقط نوآبادیوں کی مجالس بنائیں گی۔ ان قوانین کو بادشاہ منظور کرلے گا اور بعد منظوری کے کہ بادشاہ نہ اونکو منسوخ اور نہ اونکی ترمیم کر سکے گا" *

فرینکلن سنہ ۱۷۶۴ع میں امریکہ واپس گیا۔ اِس عرصہ میں اوسنے انگلستان کے علاوہ یورپ کے دیگر مقامات کا سفر کیا۔ بڑے بڑے لوگوں سے راہ و رسم پیدا کی سنہ ۱۷۶۴ع میں وزیر انگلستان یعنی لارڈ گرنیوانل نے امریکہ سے قایم مقام طلب کرکے جن میں فرینکلن بھی تھا یہ رائے پیش کی کہ جنگ فرانس سے انگلستان کے خزانہ پر قرضہ ہو گیا ہے اسلئے امریکہ پر ٹیکس لگایا جائیگا۔ فرینکلن نے اِس کی مخالفت کی اور وزرا سے ملکر ٹیکس نہ لگانے کی رائے دی۔ لیکن کسی نے نہ مانا۔ فرینکلن نے ملاقاتوں پرائیویٹ خط و کتابت اور اخباروں میں مضامین لکھنے کے ذریعہ سے ٹیکس کی سخت مخالفت کی۔ لیکن جب نتیجہ حسب مرضی نہ نکلا تو اوسے بڑی ہی مایوسی ہوئی *

قانون اسٹامپ کی منسوخی میں فرینکلن نے بڑی ہی کوشش کی جس میں وہ کامیاب رہا۔ اس سے امریکہ والوں کو خوشی ہوئی اور فرینکلن کی عزت بڑھ گئی لیکن انگلستان والے ناخوش ہو گئے۔ اور اونھوں نے دوبارہ اور قسم کا ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا۔ فرینکلن انگلستان میں رہا اور اس کوشش میں مصروف رہا کہ انگلستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی جاتی رہے۔ اوسنے ملک کے نفع کے ہر موقع پر یہ اظہار کیا کہ :-

"پارلیمنٹ انگلستان کو کسی حالت میں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ"
"کوئی ایسا قانون بنا سکے جو نوآبادیوں پر فرض ہو جائے"
"یہ کہ بادشاہ۔ ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز مجموعی حیثیت امریکہ"

"وکے فرمانروا ہیں۔ امریکہ شاہ انگلستان سے نوآبادیوں کی مجلس کے"
"نوآبادیوں کے رہنے والوں کے واسطے"
"ضروری قوانین بنانے والا ہو سکتا ہے"

فرینکلن کی کوشش بیکار گئی۔ نہ بادشاہ نے اور نہ پارلیمنٹ نے اوسکی باتوں پر دہیان دیا۔ ہاوس آف لارڈز نے اوس کا ٹھٹھا اوڑایا۔ وہ ڈپٹی پوسٹماسٹر کے عہدے سے برخاست کر دیا گیا۔ مزید براں اوس کی جان بہی معرض خطر میں پڑ گئی۔ ان باتوں پر وہ امریکہ واپس چلا گیا۔

جس دن وہ امریکہ واپس پہونچا اوس کے دوسرے ہی دن وہ نوآبادیوں کی اوس کانگریس کا قایم مقام منتخب کیا گیا جو فلاڈلفیہ میں اجلاس کر رہی تہی۔ اور کانگریس کی دس کمیٹیوں میں شریک رہا۔ کانگریس نے اوسے نوآبادیوں کا پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر کیا۔

اسکے بعد وہ اوس کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا جس نے "آزادی نامہ" مرتب کیا تہا پہر جنگ کے بعد وہ امیر البحر لارڈ ہوز کے ساتھ صلح کے متعلق بحث کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔

فرینکلن نہ صرف ایک نہایت مشہور اخبار نویس۔ مدبّر۔ منتظم اور فلاسفر ہی تہا۔ بلکہ سچّا محبّ ملک۔ جیسا کہ اوسکے کارناموں سے ثابت ہوتا ہے۔ اوسنے اپنی نصف سے زیادہ عمر ملکی خدمت میں صرف کی۔ مگر کبہی ایک کوڑی بہی معاوضہ میں نہیں لی۔ اوسنے نہ تو اپنی ملک کی خدمت اور نہ علمی خدمت سے کوئی مالی نفع اوٹہانے کی کوشش کی۔ اوسکی زندگی گواہی دے رہی ہے کہ وہ خود غرض نہیں تہا۔ وہ ملک کے فائدہ کو ذاتی فائدہ پر ترجیح دیتا تہا۔ ساری دُنیا اوس کے اِن اوصاف کی قائل ہے اوسکی زندگی حالات کا مطالعہ اس کثرت سے کیا جاتا ہے کہ کسی اور شخص کی زندگی کے حالات کا نہ کیا گیا اور نہ کیا جائے گا۔

جان انڈرسی

جب امریکہ نے انگلستان سے آزادی کی جنگ شروع کی تو امریکہ اور انگلستان دونوں نے اپنے اپنے ملک کی بہبودی کے لیئے جان لڑادی۔ جو انگریزی فوج امریکہ والوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کی گئی۔ اوس میں جان انڈرسی بھی تہا ؛

انڈرسی ۱۷۵۱ء میں لندن میں پیدا ہوا۔ جب امریکہ سے جنگ چھڑی تو وہ اپنے باپ کے کاروبار میں مدد دیتا تہا۔ چونکہ وہ ایک حوصلہ مند جوان تہا۔ اسلئے اوسے بہی فوج میں ایک آسامی پر متقرر کرکے امریکہ روانہ کیا گیا۔ جہاں وہ اپنی قابلیت سے انگریزی سپہ سالار سر ہنری کلنٹن کے مصاحب کی آسامی پر پہونچ گیا۔ اور اپنی ملکی خدمات کے ذریعہ سے ۱۷۸۰ء میں انگریزی افواج کا ایڈجوٹنٹ جنرل بنا دیا گیا۔

سپاہ امریکہ میں ایک جنرل آرنلڈ بہی تہا۔ جسنے امریکن نوآبادیون کی بہلائی اور "آزادی کی جنگ" میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے لیکن اوس کے ہمعصر فوجی افسروں نے اوسکے ساتہہ کسی وجہ سے برا سلوک کیا۔ آرنلڈ نے اس بدسلوکی کو اپنی ہتک تصور کیا۔ اور ملک کا دشمن ہوگیا۔ اوسنے بدخواہی پر پہانتک کمر باندہی کہ انگریزوں کا قبضہ قلعہ ویسٹ پوائنٹ پر جو دریائے ہڈسن کے دہانہ پر تہا اور جسپر قبضہ ہونے سے انگریز امریکہ پر آسانی سے قابض ہوسکتے کرادینے کے لئے کارروائی شروع کی۔ جب اوسنے اپنے ارادہ سے انگریزی سپہ سالار کو مطلع کیا تو انگریزی سپہ سالار نے اوسکی تجویز کو جو انگلستان کے حق میں مفید تہی قبول کرلیا اسوقت یہ فکر ہوئی کہ کسی شخص کو آرنلڈ کے پاس معاملہ کے تصفیہ کرنے کے لئے روانہ کیا جائے۔ جو کوئی بہی آرنلڈ کے پاس روانہ کیا جاتا اوسکی جان کا خطرہ تہا۔ کیونکہ اگر وہ امریکہ والوں کے ہاتہہ میں پڑجاتا تو وہ اوسے قتل کر ڈالتے ؛

اکثر افسر ہچکچاتے تھے - مگر انڈری بالکل آمادہ تہا - کیونکہ اوس کے دل میں ملک کے ساتھہ بہلائی کرنے کی بڑی خواہش تہی جیسی کہ محبّان ملک کے دلوں میں ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسی کو آرنلڈ کے پاس روانہ کیا گیا - وہ ایک جہاز میں سوار ہوکر ساحل امریکہ پر پہونچا - اور عارضی صلح کا جھنڈا بلند کرکے اوسنے آرنلڈ سے ملاقات کی - لیکن گفتگو ختم ہونے سے پیشتر ہی امریکہ کے قلعہ سے انگریزی جہاز پر گولہ باری شروع ہوگئی اور غرق کردیا گیا۔

جس راستہ سے انڈری گیا تہا اوس سے اب اوسکی واپسی ناممکن ہوگئی - لہسلئے اوسنے امریکن فوج کی بارک میں اپنے رہبر اسمتھ کے ہاں رات گذاری - اگر امریکہ والوں کو اوسکی طرف سے ذرا بہی شبہ ہوجاتا تو اوسے فی الفور ہلاک کردیتے - رات بڑی فکر کی حالت میں گذار کر انڈری صبح ہوتے ہی خشکی کے راستہ سے نیویارک کو روانہ ہوا - چونکہ انڈری اور اسمتھ دونوں ہی کے پاس جنرل آرنلڈ کی طرف سے راہداری کے پروانے تھے اسلئے اون کے ساتھہ امریکہ والوں نے کوئی تعرض نہیں کیا - اور دونوں امریکن فوج میں ہوکر نکل گئے۔

دوسرے دن جب اسمتھ یہ معلوم کرچکا کہ اب انڈری کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے تو وہ اوس سے رخصت ہوا - اور اوسے انگریزی فوج سے تہوڑے ہی فاصلہ پر چھوڑکر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا - اس موقع پر انڈری کی طرف سے امریکہ کی ملیشیا فوج کے لوگوں کو کچھہ شبہ ہوگیا - اونہوں نے اوسی گرفتار کرلیا - اور جلد تر اوسکو واشنگٹن کے پاس لے گئے - واشنگٹن نے اوسے جنگی عدالت میں بہیجدیا - اگرچہ انگریزی سپہ سالار نے انڈری کی جان بچانے کے لئے بیحد کوشش کی - مگر عدالت نے انڈری پر قتل کا فتوےٰ صادر کردیا اور اوسے ۲ اکتوبر ۱۷۸۰ء کو بحیثیت ایک جاسوس کے ٹپن کے مقام قتل کرا دیا گیا - اوسپر قتل کا فتوےٰ اسلئے لگایا تہا کہ وہ بہیس بدلکر امریکہ کی فوج کی بارکوں میں گیا تہا - کل انگریزی فوج نے اوسکا ماتم کیا - اور گورنمنٹ انگلستان نے اوس کا ایک بت ویسٹ منسٹر ایبی میں قایم کیا - کیونکہ اوس نے

اپنے ملک کی خاطر اپنی جان قربان کردی +

اِنقلاب امریکہ

امریکن نوآبادیوں میں انقلاب کی ابتدا جو امریکہ میں "آزادی کی جنگ" کا باعث شاہ جارج سویم کے زمانہ میں ہوئی شاہ جارج سے پیشتر فرمانروایانِ انگلستان اوس ملکی فریق میں سے وزرا کو منتخب کرتے تھے جو طاقتور ہوتا تھا۔ لیکن جارج نے اس اصول پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ اوس کے برعکس۔ وہ اس بات کا خواہاں تھا کہ اپنے پسند کے وزیر رکھے۔ اور اپنی خاص پالیسی پر عمل کرے۔ دراصل وہ فرمانروائی نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ من مانی حکمرانی۔ پس اوسنے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ لوگوں کو عہدے دیکر اپنی رائے کی تائید کرانے لگا۔ اس طریقہ میں کئی بار مجلس وزرا کا انتخاب کیا گیا۔ مگر بوجوہ چند در چند اسمیں سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا +

جارج وہگ پارٹی کے لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو پٹ اور نیوکیسل مجلس وزرا میں تھے۔ ان دونوں کا پارلیمنٹ میں بڑا زور اور رسوخ تھا۔ جارج نے تخت نشینی کے بعد ہی ٹوری فرقہ کے ایک شخص لارڈ بیوٹ کو جو جارج کے خانگی کاروبار کے انتظام پر مقرر تھا سکرٹری آف اسٹیٹ کا عہدہ عطا کیا اسکے بعد ہی پٹ نے جو وزیر اعظم تھا استعفا دیدیا۔ اور کچھ عرصہ بعد نیوکیسل بھی مستعفی ہو گیا۔ اب کیا تھا۔ جارج کو اپنی دلی منشا کے پورا کرنیکا عمدہ موقع ملگیا۔ اوسنے دو سال ہی کے عرصہ بعد ٹوری فرقہ کے لوگوں کو مجلس وزرا میں داخل کرا لیا۔ اور سنہ ۱۷۶۲ء میں لارڈ بیوٹ کو جو ملکی معاملات کا مطلق تجربہ نہیں رکھتا تھا۔

وزیر آعظم کے منصب پر مامور کر دیا۔

مسٹر فاکس جو وہگ فرقہ میں سے تہا وہ ٹوری فرقہ میں شامل ہوگیا۔ اوسے شاہ جارج نے لارڈ بنا دیا۔ اور جن لوگوں نے فاکس کی مخالفت کی اونہیں سرکاری عہدوں سے خارج کر دیا۔ اس سے مجلس وزرا کے خلاف ایک ناراضی پہیل گئی۔ جب لارڈ بیوٹ نے جنگ اسپین کا خرچ ملک ٹیکس کے ذریعہ سے ادا کرنا چاہا تو لوگوں نے اسقدر مخالفت کی کہ بیوٹ کو مستعفی ہونا پڑا۔ مگر اسپر بہی وہ بادشاہ کا دوست رہا اور اوسے مشورے دیتا رہا۔

بیوٹ کے بعد جارج نے گرینوائل کو وزیر اعظم بنایا۔ اوسکے ساتھہ لارڈ اگرمونٹ اور لارڈ ہالیفکس بہی مجلس وزرا میں شامل ہوگئے۔ اسوقت تک جارج نے کوشش کر کے ہاوس آف کامنز میں ایک ایسا گروہ پیدا کر لیا تہا جو نہ تو وہگ فرقہ کی طرفداری کرتا تہا اور نہ ٹوری کی۔ بلکہ وہ جارج کے مطابق اوسکے وزرا کے خلاف رائے دیتا تہا۔ اگرچہ اب بہی پارلیمنٹ میں وہگ فرقہ والوں کا زور تہا۔ لیکن اون کے لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا تہا۔ اس لئے جارج اونہیں آسانی کے ساتھہ فتح حاصل کر لیتا تہا۔

گرینوائل نے اول تو پٹ کو وزارت میں داخل کرنا چاہا۔ لیکن جب پٹ نے انکار کر دیا تو ڈیوک آف بیڈفرڈ کو داخل کر کے اپنی طاقت کو بڑہا لیا گرینوائل منتظم تہا۔ مگر مدبر نہیں۔ اسلئے اوسے وزارت میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

جان ولکینز نے اپنے رسالہ "نارتھ برٹین" میں ایک مضمون میں یہ لکھدیا کہ شاہ پروشیہ کے بابت شاہ جارج نے اپنی تقریر میں ایک جہوٹی بات کہی ہے یہ شخص جانتا ہے کہ بادشاہ کی اسپیچ وزرا تیار کرتے ہیں۔ اسلئے بادشاہ کو ایسے ریمارک پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ بادشاہ ذمہ وار نہیں ٹہرایا جاتا۔ لیکن جارج نے ولکینز کی تحریر کو اپنی ذات کے خلاف مانا۔ اور وزرا سے کہا کہ ولکینز

کو سزا دیجائے - چنانچہ وِلکینز گرفتار کرلیا گیا - اول تو وِلکینز کی گرفتاری ہی ایک غلطی تھی - لیکن وزرا جارج کے حکم سے سرنہ پھیر سکے - دوسرے یہ کہ جس بات پر اوسے گرفتار کرایا گیا اوسپر وہ گرفتار نہیں ہو سکتا تھا - کیونکہ وہ پارلیمنٹ کا ممبر تھا - اور پارلیمنٹ کا ممبر بغاوت - یا خلل امن یا قتل کے جرم میں گرفتار ہو سکتا تھا - ان وجوہات سے سارے ملک کو وِلکینز سے ہمدردی پیدا ہوگئی - الغرض یہ کہ اوسکا چالان کیا گیا - مگر عدالت سے وہ رہا ہوگیا - اوسنے اور اخبار چھاپنے والے نے بادشاہ کے قاصدوں پر دعوے کرکے ہرجہ کی ڈگری حاصل کرلی - اسپر ہاوس آف کامنز نے وِلکینز کو "بغاوت انگیز تحریک" کا مضمون چھاپنے کا الزام لگاکر ہاوس سے خارج کردیا - یہ بھی بادشاہ کے اثر سے ہوا - اسپر لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب پارلیمنٹ لوگوں کے حقوق کی حامی نہیں رہی - بلکہ بادشاہ کی مرضی کی پوری کرنے والی ہے - اِس سے وِلکینز کی حمایت میں جابجا ہنگامے برپا ہوئے - لیکن پارلیمنٹ کے قانون کے خلاف کسی کی کچھ بھی پیش نہ گئی یہ سب کچھ گرینوائل کی غلطی سے ظہور میں آیا *

گرینوائل کی دوسری غلطی یہ تھی کہ اوسنے امریکہ کی نوآبادیوں پر ٹیکس لگادیا - گذشتہ جنگ میں انگلستان کو بہت سا روپیہ خرچ کرنا پڑا تھا - گرینوائل نے اس خرچ کا ایک حصہ امریکن نوآبادیوں کے ذمہ ڈالدیا - نوآبادیاں اس صحیح عذر پر ٹیکس دینا نہیں چاہتی تہیں کہ پارلیمنٹ میں جہاں سے ٹیکس کی منظوری ہوتی ہے اونکا کوئی قایم مقام نہیں تھا - گرینوائل نے سنہ ۱۷۶۴ع میں تجارتی مال پر بحری محصول کا ایک قانون منظور کرالیا اور ساتھہ ہی اعلان کردیا کہ نوآبادیوں پر جلد تر ایک "قانون اسٹامپ" بھی جاری کیا جائے گا - اسکے بعد ہی گرینوائل نے اسپین کی نوآبادیوں کے ساتھہ امریکن نوآبادیوں کو تجارت کرنے سے منع کیا *

ان باتوں سے نوآبادیوں میں ایک جوش پیدا ہوگیا اور ۱۳ میں ۶ نوآبادیوں نے قانون اسٹامپ وغیرہ کے خلاف عذر کیا - لیکن اسپر بھی قانون

اسٹامپ جاری کر دیا گیا۔ اس قانون کی رو سے تمام کاروباری کاغذات مثلاً۔ رسید۔ چک۔ ہنڈی۔ وصیت نامہ وغیرہ پر ایک خاص رقم کا ٹکٹ لگانا پڑتا۔ یہ ٹکٹ نوآبادیوں کو انگلستان سے خریدنا پڑتا۔ نوآبادیوں نے ارادہ کرلیا کہ وہ اس ٹکٹ کو کبھی نہیں خریدینگی۔

جب انگلستان اور امریکن نوآبادیوں کے تعلقات میں ایک کشیدگی پیدا ہوگئی تو گرینوائل وزارت سے مستعفی ہوگیا۔ یہ سنہ ۱۷۶۵ء کا واقعہ ہے۔ اس پر شاہ جارج نے پٹ کو وزیر اعظم کے منصب پر مامور کرنا چاہا۔ مگر اوس نے قبول نہیں کیا۔ اسلئے بادشاہ نے راکنگھم کو وزیر اعظم بنایا۔ راکنگھم کے عہد میں وزارت وہگ فرقے کے ہاتھ میں تھی۔ اگرچہ یہ وزارت ایک ہی سال رہی۔ لیکن اوس نے "قانون اسٹامپ" کو منسوخ کردیا۔ اور اوس وارنٹ کو بھی ناجایز ٹھہرایا جو شبہ کے اوپر جاری ہو سکتا تھا۔ لیکن اسی وزارت کے زمانہ میں یہ قانون بھی جاری کیا گیا کہ انگلستان کو امریکن نوآبادیوں پر ٹکس لگانے اور قوانین سازی سے متعلق قانون بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ قانون اسٹامپ کی منسوخی کا باعث مسٹر ایڈمنڈ برک تھا۔ اس قانون کی منسوخی کے بارہ میں جو تقریر پٹ نے کی تھی اوس میں یہ بھی کہا تھا کہ "انگلستان جو تجارت امریکہ کے ساتھ کرتا ہے وہ ۳۰ لاکھ پونڈ سالانہ کی ہے جسے ہم محض ایک قانون اسٹامپ کی خاطر خطرے میں ڈال رہے ہیں"۔

اسکے بعد مسٹر پٹ نے کوشش کرکے راکنگھم کو شکست دی۔ راکنگھم وزارت سے علیحدہ ہوگیا۔ پٹ نے بادشاہ سے میل کرلیا۔ اور ایک نئی وزارت قایم کرائی جس میں ڈیوک آف گریفٹن وزیر اعظم بنایا گیا۔ اور پٹ لارڈ آف پرایوی سیل لیکن ساتھ ہی پٹ لارڈ بھی بنا دیا گیا۔ اور ہاؤس آف لارڈز میں شریک ہوا۔ اس اوسکا زور ہاؤس کامنز میں گھٹ گیا۔ ایک تو اس سے اور دوسرے وزارت میں داخل ہونے کے [illegible] بیمار پڑ گیا [illegible] گریفٹن کی وزارت

ناکامیاب رہی۔ چارلس ٹاؤن شینڈ نے جو لارڈ چانسلر کے منصب پر مامور تہا امریکہ کی اشیاء درآمد پر ایک خفیف سا ٹیکس لگاکر جسکی آمدنی ۴۰ ہزار پونڈ سالانہ تہی پہر امریکن نوآبادیوں کو ناخوش کردیا۔ ایک تو اس ٹیکس سے جو مختلف اشیا پر لگایا گیا تہا۔ اور دوسرے چوری سے مال لیجانے کی روک کرنے سے جسکے لئے وارنٹ کا قانون جاری کیا گیا نوآبادیوں میں انگلستان کی مخالفت بہت زور پکڑ گئی۔ اس قانون محصول کے جاری کرنے کے بعد ہی ٹاؤن شینڈ فوت ہوگیا۔ اوس کی جگہہ لارڈ نارتہہ مقرر کیا گیا اور پٹ نے استعفا دیدیا۔ ۱۷۶۸ء میں پارلیمنٹ کا جو انتخاب کیا گیا اوسمیں ولکنز کو مڈل سیکس کے لوگوں نے اپنی طرف سے ممبر منتخب کیا۔ بادشاہ جو اوس سے ناخوش تہا اوسنے اوسے گرفتار کرا یا۔ الغرض ولکنز کے انتخاب پر بڑا جھگڑا ہوا۔ مگر آخر کار وہ ممبر تسلیم کیا گیا۔ تاہم اوسکے انتخاب میں جو زیادتی بادشاہ کی طرف سے ظہور میں آئی اوس سے گریفٹن کی وزارت سے لوگ ناخوش ہوگئے گریفٹن نے مجبور ہوکر استعفا دیدیا اور اوسکی جگہہ لارڈ نارتھ وزیر اعظم بنائے گئے۔ یہ صاحب بادشاہ کے اشاروں پر چلنے لگے۔ اوسوقت وزیر اعظم اور ہاؤس آف کامنز دونوں ہی بادشاہ کے ہاتہوں میں کٹھ پتلیوں کی مانند تھے ؂

لارڈ نارتھ کی وزارت نے امریکن نوآبادیوں کو خوش کرنے کے لئے ساری چیزوں کا محصول معاف کردیا۔ مگر چاء کا محصول قایم رکہا۔ لیکن امریکہ والوں کے خیالات میں اسقدر فرق ہوگیا تہا کہ وہ روپیہ کی پرواہ کرنے کی جگہہ حقوق کی پرواہ کرنے لگے تھے۔ اسلئے اونہوں نے اس بات کو منظور نہیں کیا ؂

انگلستان اپنی ضد پر قایم رہا۔ اور نوآبادیاں اپنے ارادے پر۔ انگلستان نے چاء جہازوں کے ذریعہ امریکہ بہیجدی۔ جب جہاز بندرگاہ بوسٹن میں پہونچے تو امریکہ والوں نے ساری چاء سمندر میں پہینکدی۔ اسپر انگلستان کی پارلیمنٹ نے ناخوش ہوکر مساچوسٹ کے خلاف ... قانون جاری کئے ... کے ذریعہ سے ... اوس کا

فرمان منسوخ کر دیا گیا اور دوسرے ذریعے بوسٹن کی تجارت کو نقصان پہونچانے کے لئے محکمہ بحری کے محصول کا صدر مقام سالم کو منتقل کر دیا۔ ان باتوں سے امریکہ اور انگلستان میں بگاڑ ہوگیا اور امریکہ والوں نے اطاعت کی جگہہ جنگ کے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ پٹ نے جو اُسوقت لارڈ چیتہم کے لقب سے مشہور تہا اور ایڈمنڈ برک نے پارلیمنٹ میں انگلستان کی غلطی اور نوآبادیوں کی راستی پر تقریریں کیں۔ لیکن کسی نے بہی پرواہ نہیں کی۔ اودہر نوآبادیوں میں اتحاد ہوگیا۔ ادہر انگلستان سے فوج اون کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگئی +

جب انگریزی فوج امریکہ پہونچی تو نوآبادیوں نے "آزادی نامہ" مرتب کرکے اعلان کر دیا کہ وہ آزاد ہیں۔ اور اون کی متحدہ فوج جارج واشنگٹن کی سپہ سالاری میں انگریزی فوج سے مقابل ہوئی +

ایک عرصہ تک جنگ جاری رہی۔ آخر کار۔ فتح کامل امریکہ والوں کو نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں غیر ملک کے لوگوں نے امریکہ کی مدد اس خیال سے لی کہ وہ حق بجانب تہا۔ الغرض یہ کہ ۱۷۸۳ء میں انگلستان کو تسلیم کرنا پڑا کہ امریکن نوآبادیاں آزاد ہیں۔ چونکہ آزادی کی جنگ کے حالات طویل ہیں۔ اسلئے قلم انداز کر دئے گئے جو صاحب اون سے واقف ہونا چاہیں وہ انگلستان یا امریکہ کی تاریخ میں ملاحظہ فرمائیں +

ایک محبِّ ملک بادشاہ

الفریڈ اعظم نے جون ۸۷۱ء سے لیکر ۹۰۱ء تک حکمرانی کی اُسے اگر سلطنت برطانیہ کا بانی کہا جائے تو بجا ہے۔ وہ برطانیہ کے بادشاہوں کے طول طویل سلسلے میں سب سے پہلا نہیں تھا۔ کیونکہ اُس سے پہلے بادشاہوں کے کئی خاندان حکمرانی کر چکے تھے۔ لیکن یہ بادشاہ فقط سلطنت کے چھوٹے چھوٹے حصّوں پر قابض تھے اور اسلئے بادشاہوں کی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے رئیسوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن جس دلیری اور عقلمندی سے الفریڈ نے اپنی مملکت کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا اور اپنی رعایا کو فائدہ پہنچانے کے لئے جو بڑی بڑی کوششیں اُس نے کیں۔ اور جو نئے قوانین اور دستورات اُس نے جاری کئے۔ اور نیز خود اُس کی شریف المزاجی اور عالی حوصلگی۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کے سبب سے انگریزی قوم اُسے اس قدر عزیز رکھتی ہے کہ نہ صرف گذشتہ زمانوں میں الفریڈ کو اپنی قوم کے لوگوں کے دلوں میں گہری جگہ حاصل تھی۔ بلکہ اسوقت بھی لوگ اُس سے ویسی ہی محبّت رکھتے اور اُس کی بیحد قدر و منزلت کرتے ہیں چنانچہ ۱۹۰۲ء میں اُس کی وفات کی جو ہزارویں سالگرہ تھی۔ انگلستان کے شہر ونچسٹر میں اُس کی یادگار میں ایک بہت بڑا بُت رویئں قائم کیا گیا ؛

الفریڈ کی زندگی کے حالات بیان کرنے سے پہلے برطانیہ کی قدیم تواریخ کا کچھ حال مختصر طور پر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ؛

جب ڈین قوم کے لوگ انگلستان پر قابض ہو گئے تو اُنھوں نے انگلستان کے

تمام حصّوں کو تاخت وتاراج کرنا شروع کیا۔ اور کئی سالوں تک ایسا ہی کرتے رہے۔ جہاں جہاں لوگوں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ اُنہوں نے اُن علاقوں کو آگ اور تلوار سے برباد کر دیا۔ شہروں کو فتح کر کے اُن کے اندر اپنی فوجیں بٹھانی شروع کیں۔ اور اُن میں آباد ہونے لگے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں مستقل رہائش اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے سلطنتوں کو ایک ایک کر کے مغلوب کر لیا فقط ویسکس کی سلطنت باقی رہ گئی۔ اور اب اُس پر بھی دانت پیس رہے تھے۔ اتھلرڈ اِس سلطنت کا بادشاہ تھا۔ ڈین لوگوں نے آخر کار اس کے علاقے پر بھی حملہ کیا۔ ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی جسمیں اتھلرڈ مارا گیا۔ اُس کا جانشین اُسکا بھائی الفریڈ ہوا۔ جس کی زندگی کے حالات ہم اس وقت بیان کرنا چاہتے ہیں جس طریق سے اُس نے اس مشکل کے وقت اپنے ملک کو ان دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور ایک ایسی بڑی سلطنت کی بنیاد رکھی جس کی عظمت وشان ہم اسوقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ اسکے سبب سے وہ تمام قوموں میں نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اُسکا نام صفحۂ روزگار سے کبھی محو نہ ہوگا +

الفریڈ انگلوسیکسن شاعری کا جو اُن دنوں میں بہت مروّج تھی۔ نہایت شائق تھا۔ یہ نظمیں قصّوں۔ کہانیوں اور گیتوں کی صورت میں ہوا کرتی تھیں۔ جن میں بہادروں کے کارنامے اور جاتریوں اور ہر قسم کے آوارہ گرد لوگوں کے عجیب وغریب حالات درج ہوتے تھے۔ وہ انہیں سُن سُن کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اور حفظ کر لیا کرتا تھا۔ یاد کرنے کے لئے وہ اکثر اوروں سے پڑھوا کر سننے کا محتاج ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ خود لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا +

اِن دنوں میں کتابیں بہت تھوڑی تھیں اور چونکہ چھاپے کا فن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ فقط قلمی نسخے دستیاب ہوتے تھے۔ آج سے چند سال پیشتر ہندوستان کا بھی یہی حال تھا۔ جودتّ کے پاس ایک قلمی کتاب تھی جس میں سیکسن زبان کی کئی ایک نظمیں درج تھیں۔ اُس نے یہ زبان جب کہ وہ

زانس میں بھی سیکھی تھی - ایک دن الفریڈ اس کتاب کو دیکھ رہا تھا - اور اُسکی تحریر خاصکر اُس کی سنہری جدولوں اور نقاشی کی تعریف کر رہا تھا - اُس کے بھائی بھی وہاں موجود تھے - جو اس کی نسبت عمر میں بہت بڑے تھے - جودت اُن سے کہنے لگی کہ میں یہ کتاب اُسکو دونگی جو سب سے پہلے اسے پڑھ سکے - اُس کے بھائیوں نے تو اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی - لیکن الفریڈ کے دل میں اُسکا سخت شوق پیدا ہوگیا - اُس نے فی الفور معلّم کی تلاش شروع کی - اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ کتاب پڑھ کر سنا دی اور اُس کی ملکیت کا دعویدار ہُوا - جودت اُس کی لیاقت کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی اور بڑی خوشی سے اپنے وعدے کو پورا کیا +

الفریڈ اگرچہ مطالعہ کتب کا اس قدر شائق تھا - تو بھی نہایت مضبوط اور چست وچالاک تھا - اور اُس زمانہ کی تمام جسمانی ورزشوں اور کھیلوں میں سب پر سبقت رکھتا تھا - اُس کی ابتدائی عمر سے ہی اس بات کا نشان ملتا تھا - کہ اُس کے مزاج میں اعلےٰ درجہ کے اندرونی اور بیرونی اوصاف عجیب طور سے مجتمع تھے - جس کے سبب سے وہ بنی آدم میں نہایت اعلےٰ درجہ اور امتیاز حاصل کرنے کے بالکل لائق اور سزاوار تھا +

اہل انگلستان نارتھمن حملہ آوروں کے ظلم و ستم سے بیحد تنگ تھے - جب الفریڈ کے سارے بھائی اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک عدم کو سدھار گئے - تو ۸۷۱ء میں الفریڈ عام رضامندی سے تخت نشین ہُوا +

سلطنت اِسیکس کے تمام اُمرا نے باتفاق رائے الفریڈ کو تخت نشین ہونے کے لئے مجبور کیا - اُس کے باپ نے بھی اپنی وصیت میں اُس کے بھائیوں کے بعد اُسی کو جانشین قرار دیا تھا - اگرچہ وہ نہیں چاہتا تھا - مگر سب کے اصرار کرنے پر اُس نے بھی مان لیا +

جونہی الفریڈ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہو چکی - اُس نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور ڈین لوگوں کے مقابلے کو نکلا - ملک کی حالت نہایت ابتر ہو رہی تھی - ڈین

لوگوں نے اپنی حدوں کو اَور بھی وسیع اور مضبوط کرلیا تھا ۔ بہت سے بڑے بڑے
شہر اُن کے قبضے میں آگئے تھے اور قلعوں اور خانقاہوں کے تاخت و
تاراج پر اکتفا نہ کرکے اب اُنھوں نے زمینوں پر قابض ہونا شروع کردیا تھا۔
گویا وہ الفریڈ کی سلطنت میں مستقل طور پر رہائش اختیار کرنے کا ارادہ
رکھتے تھے ۔ برعکس اس کے سیکزن لوگوں کی فوج کی حالت بالکل تباہ اور
پریشان ہورہی تھی ۔ وہ ان حملہ آوروں کے پنجے سے خلاصی پانے کی اُمید توڑ
بیٹھے تھے ۔ اگر وہ شکست پاتے تو اُن کے بے رحم فاتح اُن پر رحم نہیں کرتے
تھے۔ اگر فتح پاتے تو فقط عارضی طور پر ایک گروہ کو مغلوب کرتے تھے ۔ اور یقینی
طور پر بہت جلد ایک دوسرے نووارد گروہ کے حملے کا انتظار کرتے تھے +
تاہم الفریڈ اپنی دلیری اور چستی چالاکی کی وجہ سے اپنی باقیماندہ فوجوں کو جمع
کرنے اور از سر نو جنگ کا سلسلہ شروع کرنے میں کامیاب ہوا ۔ پہلی بڑی
لڑائی اُس کی تخت نشینی سے ایک مہینے کے اندر بمقام ولٹن واقع ہوئی اُسکے پہلے
ہی حملے میں الفریڈ کی فوجیں اپنے مخالفوں کو پائمال کرتی چلی گئیں اور اُسے
کامل اُمید تھی کہ میدان اُنہیں کے ہاتھ رہیگا ۔ مگر آخر کار لڑائی اُلٹ پڑی ۔ اور
الفریڈ کی فوجیں میدان سے بھاگ نکلیں ۔ دونوں طرف کا اس قدر نقصان ہوا
کہ ہر شخص لڑائی کے از سر نو جاری کرنے سے پہلو تہی کرتا تھا ۔ دونوں بادشاہوں
نے باہمی عہد و پیمان کے لئے خط و کتابت شروع کی ۔ ہنا جو ڈین لوگوں کا سردار
تھا ایک عہد نامے کے ذریعے اس بات پر متفق ہوا کہ وہ الفریڈ کے علاقے
سے نکل جائیگا اور کبھی اُسکے امن میں خلل اندازی نہ کریگا ۔ بشرطیکہ الفریڈ دوسرے
لڑائی جھگڑوں میں جو وہ انگلستان کے دوسرے حصوں میں کرے دست اندازی
نہ کرے ۔ الفریڈ کی سلطنت ویسکس کہلاتی تھی ۔ جو انگلستان کے جنوب کی طرف
واقع تھی ۔ اسکے علاوہ ایسکس مرسیا اور نارتھمبرلینڈ نامی اور دوسری سلطنتیں تھیں
اب ڈین لوگوں نے ویسکس کے تمام قلعہ جات خالی کردئے اور ٹیمز کے راستے

لندن کو چلے گئے۔ جو مرسیا کے علاقے میں واقع تھا۔ اور وہاں فتح اور لوٹ مار
کا سلسلہ جاری کر دیا۔ کیونکہ یہاں اُن کے مقابلے میں کوئی طاقتور آدمی نہ تھا ◆
کچھ عرصہ بعد ایک نیا سردار ہلفڈن نامی ڈین لوگوں کی ایک بڑی فوج لے کر
ساحل انگلستان پر نازل ہُوا۔ اس کے ہمراہ جہازوں کا ایک بڑا بیڑا تھا۔ اور
ملک کے اور حصّوں میں کچھ عرصے تک لُوٹ کھسوٹ کرنے کے بعد اُس کی توجّہ
الفریڈ کے علاقے کیطرف پھری۔ الفریڈ نے پہلے تو ہلفڈن کی نقل و حرکت پر کچھ
توجّہ نہ کی۔ کیونکہ اسکا یہ خیال تھا۔ کہ ہبّ کے ساتھ عہد و پیمان ہونے کے سبب
کل قوم ڈین اُس کی مملکت میں مداخلت کرنے سے پرہیز کریگی۔ الفریڈ کی مملکت
کے جنوبی ساحل پر ویرہیم نامی ایک مشہور قلعہ تھا۔ جس پر ہلفڈن نے دفعۃً حملہ
کرکے قبضہ کر لیا۔ جب اُس پر عہد شکنی کا الزام لگایا گیا تو ہلفڈن نے بیان کیا کہ
وہ بالکل خود مختار حاکم ہے اور ہبّا کے عہد و پیمان اُس کے لئے قابلِ تسلیم نہیں
ہیں ◆

اس کے بعد صلح اور لڑائی کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ دونوں
میں سے کسی ایک کو دوسرے پر پُورا پُورا غلبہ حاصل نہ ہُوا تھا۔ ایک دفعہ
ڈین لوگوں نے صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد اچانک الفریڈ کے ایک رسالہ کو
جا گھیرا۔ جو عہد نامے پر اعتماد کر کے بے پروائی کے ساتھ ملک میں سے گزر
رہا تھا۔ ڈین لوگوں نے آدمیوں کو تو بھگا دیا۔ اور گھوڑوں کو اپنے استعمال
کے لئے قابو کر لیا۔ در پیشتر اس کے کہ الفریڈ اس دغا بازی سے خبردار ہو۔ یہ نئے
سوار انگلستان کے جنوبی ساحل کے کنارے کنارے بڑی تیزی کے ساتھ مار دھاڑ کرتے
ہوئے اگزیٹر کے مشہور شہر پر قابض ہو گئے۔ اس شہر کے جاتے رہنے سے
الفریڈ کو سخت نقصان پہنچا کیونکہ اس کی وجہ سے جنوبی ساحل بالکل دشمن کے ہاتھ
میں چلا گیا اور معلوم ہوتا تھا کہ اب ملک کے اندرونی حصّے کی بھی خیر نہیں ◆
اس واقعہ سے الفریڈ اپنی حالت سے بالکل خبردار ہو گیا۔ بڑے بڑے

امیروں کی ایک بھاری مجلس جمع کر کے اُن کو اُس بھاری خوف و خطرے سے جو ملک پر واقع ہونے والا تھا متنبّہ کیا۔ اور انہیں ترغیب دی کہ اِس مشترک دشمن کے مقابلہ میں کامل اتفاق ضروری ہے۔ اس سے ساری قوم جاگ اُٹھی۔ اور کچھ عرصے تک اُمید کی جاتی تھی کہ ملک دشمن کے ہاتھ سے نجات پائیگا۔

دیگر تجاویز کے علاوہ ایک بڑی تدبیر یہ تھی۔ کہ جہازوں کا ایک بڑا بیڑا بہم پہنچا کر حملہ آوروں کی نئی جماعتوں پر جو اپنے ہم قوموں کے ساتھ شریک ہونے کے لئے آرہی تھیں۔ سمندر ہی میں حملہ کیا جائے۔ سب سے بڑی مشکل ملّاحوں کا بہم پہنچانا تھا۔ الفریڈ نے بہت سے اجنبی لوگوں کو بھی جو بندرگاہوں میں ملے نوکر رکھ لیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ الفریڈ کی یہ کوشش جو اُس نے جہازوں کا بیڑا بہم پہنچانے میں کی۔ اُس نہایت وسیع بحری طاقت کا جو اس وقت انگلستان کو حاصل ہے گویا آغاز تھی۔ جب بیڑا روانہ ہونے کو تیار ہؤا تو لوگ جوق جوق ساحل پر جمع ہو کر بڑے تعجّب اور حیرت کے ساتھ اُس کی حرکات کو دیکھتے تھے۔ الفریڈ اپنی پہلی بحری مُہم میں کامیاب ہؤا۔ وہ رود بار انگلستان میں ڈین لوگوں کے بیڑے سے دوچار ہؤا اور اُن کو سخت شکست دی اور دشمن کا ایک بہت ہی بڑا جہاز اُس کے ہاتھ آگیا۔

تاہم الفریڈ کو دشمن پر کوئی کامل فتح نصیب نہ ہوئی۔ اُن کی تعداد ایسی بیشمار تھی۔ اور وہ جزیرے میں بہت دُور دُور ملک میں پراگندہ اور بعض مضبوط قلعوں پر قابض تھے۔ خاص کر ایک مقام پر تو قبضہ کئے ہوئے انہیں بہت ہی سال ہو گئے تھے۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ بارہا لڑائیاں لڑی گئیں۔ عہد و پیمان باندھے گئے۔ قول و قرار ہوئے۔ یرغمال دئے گئے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد امن کا خاتمہ ہو جاتا اور لڑائی پھوٹ پڑتی اور دونوں ایک دوسرے کو دغابازی اور عہد شکنی کا ملزم ٹھیراتے تھے۔ تب ایک فریق یرغمالوں کو قتل کر ڈالتا اور دوسرا فریق بھی انتقام لینے کے لئے اُس کی پیروی کرتا۔

جب اس حالت کو سالہا سال گزرتے گئے تو الفریڈ نے معلوم کیا کہ اس کی فوج گھٹتی جاتی ہے۔ اور اس کا ملک دن بدن کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس کی آمدنی کے ذریعے ختم ہوتے جاتے ہیں۔ دوست جواب دینے لگے۔ اور بہت سے قلعے اور شہر ہاتھ سے نکلتے گئے۔ اور آخر کار آٹھ سال کی سلطنت کے بعد اس نے اپنے آپ کو نہایت ہی مصیبت ناک حالت میں پایا +

الفریڈ نے ابھی تک بالکل ہمت نہیں ہار دی تھی۔ بلکہ بہت عرصے تک نا امیدی کی حالت میں بھی کشمکش سے باز نہ آیا۔ شائد وہ آخر کار اپنے ملک کو کامل بربادی سے بچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ اگر دفعتہً ایک اور نئی آفت کا سامنا ہوتا۔ اسی عرصے میں ڈین لوگوں کی ایک اور بڑی جماعت جو پہلے سے بھی زیادہ کثیر اور تند خو اور حریص تھی۔ ملک میں آپہنچی۔ سیکسنوں کی اور سلطنتیں ایک طرح سے بالکل تاخت و تاراج ہو چکی تھیں۔ صرف الفریڈ کا علاقہ باقی تھا۔ اور اس لئے یہ بڑا بھاری سیلاب اسی کی حدود پر بہ نکلا۔ سیکسن فوجیں بالکل شکستہ اور پامال ہو گئیں۔ سردار بھاگ گئے۔ بعض تو ملک بالکل چھوڑ گئے۔ باقی پہاڑوں کی کھوؤں میں جا چھپے۔ الفریڈ کو بھی مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ تھوڑے سے نوکر اس کے ہمراہ تھے۔ لیکن یہ بھی ایک ایک کر کے اسے چھوڑ گئے اور آخر کار بادشاہ بالکل تن تنہا رہ گیا +

درحقیقت اس کے لئے یہ تنہائی بھی تسلی کا باعث تھی۔ کیونکہ جو لوگ ابھی تک اس کے ہمراہ تھے بجائے مددگار ہونے کے بوجھ سا معلوم دینے لگے۔ قلیل تعداد کے سبب لڑائی کے لائق نہیں تھے۔ لیکن تو بھی اس قدر تھے۔ کہ ان کے سبب چھپے رہنا مشکل تھا۔ اس لئے الفریڈ ان سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کی ایک بیوی بھی تھی۔ جس سے اس نے بیس سال کی عمر میں شادی کی تھی لیکن وہ کسی اور جگہ چھپی ہوئی تھی +

اس لئے الفریڈ نے صرف ایک دو وفادار اور جان نثار دوستوں کو ہمراہ

ہو کر آوارہ و سرگرداں جنگل اور صحراؤں میں سے ہوتے ہوئے دشمنوں سے بچتے بچاتے مغرب کی راہ لی۔ آخر کار اپنی سلطنت کی آخری مغربی حد پر ایک مقام میں جا پہنچا۔ جو اتھلنی کہلاتا تھا۔ یہ جگہ صوبہ سومرسٹ میں دریائے ٹھون اور پیرٹ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں ایک بڑی دلدل کے درمیان خشکی کے ایک چھوٹے سے قطعے پر ایک چرواہے کی جھونپڑی تھی +

وہ جھونپڑی تک جا پہنچا۔ اور پناہ مانگی۔ چرواہے نے مصیبت زدہ مسافر کو قبول کر کے ہر طرح سے اُس کی مہمانداری کی۔ الفریڈ بہت عرصے تک اُسکا مہمان رہا +

چند روز کے بعد چرواہے نے الفریڈ سے اُسکا حال دریافت کیا۔ الفریڈ نے اُسے جواب دیا کہ وہ بادشاہ کے اُمرا میں سے ہے۔ بادشاہ کی فوج نے ڈین لوگوں سے شکست کھائی ہے۔ اور وہ مجبور ہو کر اوروں کے ہمراہ بھاگ نکلا ہے۔ اس نے چرواہے کی منّت سماجت کی کہ اُسے وہاں رہنے کی اجازت دے +

الفریڈ اتھلنی کے مقام میں اپنی مصیبتوں اور دُکھوں کے سبب سے نہایت ہی دل شکستہ رہا۔ لیکن ان تکالیف سے اُس کے مزاج میں عجیب قسم کی ملائمت پیدا ہو گئی۔ اور اُس کی طبیعت پہلے کی نسبت زیادہ عالی بن گئی۔ اب وہ اور بھی زیادہ فروتن اور دُور اندیش بن گیا +

الفریڈ کے بعض دوست بھی اُس کی طرح آوارہ گردی کرتے ہوئے آخر کار اُسی گرد و نواح میں آپہنچے۔ اُس نے اُن کا حال سن کر بڑی احتیاط سے اپنے کو اُن پر ظاہر کر دیا۔ اُس وقت اس نواح میں ڈین لوگوں کی کوئی فوج نہ تھی۔ وہ پہلے ڈرتے ڈرتے اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ زیادہ دلیر ہو کر اُنھوں نے اُسی جگہ کو اپنا صدر مقام ٹھیرا لیا۔ الفریڈ نے اب اپنے کو چھپانا ضروری نہ سمجھ کر اپنے اصلی رتبے کو ظاہر کر دیا۔ اِس

بات کی خبر بہت جلد اُس کے پیرؤوں میں مشہور ہوگئی - اور اُنھوں نے جوق جوق اُس جگہ جمع ہونا شروع کیا - الفریڈ کے خاندان کے لوگ بھی جن سے جُدا ہوئے اُسے بہت سے مہینے گزر چکے تھے - اب کسی نہ کسی تدبیر سے اُس کے پاس آپہنچے +

الفریڈ نے اپنی سلطنت کو حاصل کرنے کے لئے بہت سے منصوبے باندھے - اس طور پر کہ ڈینز لوگوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں پر چھاپے مارے جائیں - اور ملک میں ہر طرف قاصد بھیج کر جہاں کہیں سیکسن لوگوں کی فوجیں پائی جائیں - اُنہیں برانگیختہ اور جمع کیا جائے - ان تجاویز کی کامیابی میں ایک اور حادثہ سے جو دفعتہً اتھلنی کے قریب واقع ہوا - بہت مدد ملی +

ڈینز لوگوں کی ایک بڑی جماعت ہبّا کی سرکردگی میں ویلز کے علاقے میں لوٹ مار کررہی تھی - یہ علاقہ رودبار برسٹل کے اُس پار اتھلنی سے ٹھیک جانب شمال واقعہ تھا - چونکہ یہ جگہ اتھلنی سے بہت قریب واقع تھی ہیں الفریڈ کو خوف پیدا ہوا - کہ جس وقت ڈینز لوگوں کو اُس کے وہاں موجود ہونے کی خبر ملیگی وہ فی الفور اُس پر حملہ کرینگے - کیونکہ اُن کے پاس جہاز بھی موجود تھے +

اتھلنی کے جنوب مغرب کو رودبار برسٹل کے ساحل پر کینوتھ نامی ایک قلعہ تھا - جو صوبہ ڈیون شائر میں واقعہ تھا - ڈیوک آف ڈیون شائر نے جس کا یہ قلعہ تھا - الفریڈ کی جنگی تیاریوں سے حوصلہ پاکر اس قلعہ میں بہت سی فوج جمع کی تھی - تاکہ الفریڈ کے ساتھ اُس کی تجاویز میں شریک ہونے کے لئے تیار رہے - اس حال میں ہبّا اپنی فوج کو رودبار کے شمالی ساحل پر لاکر اور جو جہاز اور کشتیاں مل سکیں جمع کر کے ڈیون شائر کے کنارے پر اُتر آیا - ڈیوک اُس کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگا - اور اپنے سب آدمیوں کو لے کر قلعہ بند ہو گیا - ہبّا نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا - جہازوں کے ذریعے سے چاروں طرف سے

گھیر لیا +

اوڈن دلوک آف ڈیون شائر نے دیکھ لیا کہ اگر وہ قلعے میں پڑا رہیگا تو ضرور ہلاک ہوگا۔ اس لئے بہت سویرے جبکہ ابھی اندھیرا تھا۔ اُس نے ڈین لوگوں پہ جو ابھی بے خبر سو رہے تھے۔ سخت حملہ کیا۔ سیکسن لوگوں کے نعروں سے بیدار ہوکر ڈین لوگ اپنے ہتھیار اُٹھانے کو دوڑے مگر اس قدر گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہوگئی کہ اُن کی ساری اُمیدّ جاتی رہی۔ اوڈن اور اُسکے ہمراہی مارتے دھاڑتے ہُبا کے خیمے تک جا پہنچے اور اُسے پکڑ کے قتل کر دیا۔ اُسی وقت مقدّس جھنڈا بھی ہُبا کے خیمے میں ان کے ہاتھ پڑ گیا۔ اور وہ اُسے لے اُڑے +

ڈین لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ اُن کا جھنڈا چھن گیا تو وہ مایوس اور خوف زدہ ہوکر اپنے دشمنوں کے سامنے سے بھاگ نکلے۔ سیکسنوں نے اُنہیں چن چن کر مار لیا اور فقط چند ہی آدمی جان بچاکر اپنی کشتیوں میں بھاگ گئے +

اس فتح اور خاصکر جھنڈے کے ہاتھ لگنے سے سیکسن لوگوں کے حوصلے بہت ہی بڑھ گئے۔ اُدھر ڈین لوگوں کی ہمّت ٹوٹ گئی۔ اس سے الفریڈ کی حالت اور اُمیدّوں میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اُس کے چھپنے کے مکان اور اسکی جنگی تیاریوں کی خبر تمام ملک میں پھیل گئی۔ لوگ ہر جگہ ہتھیار لیکر اُسکی فوج میں شامل ہونے کو آمادہ تھے۔ اس کے خلاف ڈین لوگوں نے بھی جو ملک کے مختلف حصّوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایک بھاری جنگ وجدل کے لئے اپنی فوجوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ڈین لوگوں کی فوج کا بڑا حصّہ ایڈن ڈون نامی ایک مقام میں جو ولٹ شائر میں واقعہ ہے خیمہ زن تھا۔ الفریڈ چاہتا تھا کہ اپنے دشمن کی تعداد اور موقع کی نسبت صحیح صحیح خبر حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے بجائے جاسوس بھیجنے کے اُس نے بذات خود بھیس بدل کر جانے کا ارادہ کیا۔ وہ گانے بجانے میں مشّاق تھا۔ اور اچھی طرح سے ایک ڈوم کا بھیس بدل سکتا تھا۔ جو اس زمانے میں ادھر اُدھر پھر کر اور گا بجا کر

سپاہیوں کے دل بہلایا کرتے تھے۔

ڈوم کا لباس پہن کر اور اپنا بربط کندھے پر لٹکا کر الفریڈ ڈین لوگوں کے خیمہ گاہ کیطرف روانہ ہُوا۔ ایسے آدمی پر جو ڈوم اور بھکاری کی حیثیت میں ہو گو وہ غیر قوم کا ہو۔ کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ الفریڈ اِدھر اُدھر جہاں چاہتا تھا۔ سپاہیوں کے درمیان گاتا بجاتا پھرتا تھا۔ مگر ساتھ ہی بڑی توجّہ سے فوج کی ترتیب و انتظام اور تعداد کا بھی اندازہ لگاتا جاتا تھا۔ الفریڈ گانے بجانے میں ایسا اُستاد تھا۔ کہ فوج کے سپہ سالار نے بھی اُسے بلا بھیجا۔ الفریڈ وہاں گیا۔ اور جو کچھ اُس کے مشاہدے میں کمی باقی رہ گئی تھی۔ اُسے ڈین لوگوں کے سردار کے حضور میں پورا کر لیا۔

الفریڈ نے معلوم کر لیا کہ ڈین لوگوں کی فوج بہت بے پرواہ اور غیر محفوظ حالت میں پڑی ہے۔ سپہ سالار کا نام گُتھرم تھا۔ وہ اس کا گانا سن کر نہایت محفوظ ہُوا۔ اور اُس کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ الفریڈ کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ جس کو وہ اتھلنی سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ تاکہ اُس کا بربط اُٹھائے اور اُس کی خدمت کیا کرے۔ گُتھرم کی چھاؤنی کا بخوبی ملاحظہ کر کے اور اپنے ذہن میں حملے کے متعلّق تجاویز پختہ کر کے الفریڈ اپنا بربط اور نوکر کو ہمراہ لے کر وہاں سے چل دیا۔ گویا کہ وہ کسی اور چھاؤنی کی تلاش میں جاتا ہے۔ اور صحیح سلامت اتھلنی میں لوٹ آیا۔ موسم بہار کا تھا۔ اور ہر ایک چیز اُس کے ارادوں کی کامیابی کے لئے موافق معلوم ہوتی تھی۔

الفریڈ نے سب سے پہلے یہ تجویز کی کہ معتبر قاصد چاروں طرف اپنے دوستوں کے پاس جو مختلف قلعوں میں پڑے تھے۔ صلاح و مشورے کے لئے بھیج دئے۔ اِن قاصدوں کا یہ کام تھا کہ اُن کو جا کر خبر دیں۔ کہ الفریڈ ابھی تک زندہ ہے۔ اور ڈین لوگوں کے مقابلے کی تیاری کر رہا ہے۔ اور نیز اُن کو آمادہ کریں کہ وہ مقرّرہ وقت پر جس قدر فوج ممکن ہو اپنے ہمراہ لے کر جنگل میں ایک

خاص موقعہ پر جمع ہو جائیں +
جو مقام اس موقعہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہ سیل وڈ کا جنگل تھا۔ یہ جنگل پندرہ میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ اور اُس کے درمیان ایک مشہور جگہ تھی جو سنگ اگبرٹ کہلاتی تھی۔ اور یہی موقعہ اجتماع کے لئے مقرّر کیا گیا تھا۔ ہر ایک سردار کو حُکم تھا کہ مقرّرہ روز پر اپنی فوج کے ہمراہ چپ چاپ وہاں آموجود ہو۔ مگر ایسے طور سے کہ ڈین لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہو +
قاصدوں نے دیکھا کہ تمام سیکزن سردار الفریڈ کی تدابیر میں شریک ہونے کے لئے تیار ہیں اوڈن کی فتح اور مقدس جھنڈے کے ملنے کی خبر نے ملک بھر میں تمام سیکزن سرداروں اور سپاہیوں کے دل میں از سرِ نو یہ خواہش پیدا کر دی تھی۔ کہ پھر ایک دفعہ اپنے قدیمی دشمنوں کے خلاف زور آزمائی کریں۔ وہ بلا توقّف اپنی فوجیں لیکر مقرّرہ مکان پر آپہنچے +
اُدھر گتھرم اپنی چھاؤنی میں بمقام ایڈن ڈون پڑا رہا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ سیکزن لوگوں کے درمیان جوش بڑھتا جاتا ہے۔ اور اُس نے سیکزن لوگوں کے مختلف دستہائے فوج کے سیلوڈ جنگل کیطرف جانے کی افواہیں بھی سنی تھیں۔ تاہم وہ اپنی چھاؤنی میں پڑا ہوا موسم گرما کی لڑائیوں کے لئے تیاری میں مشغول رہا۔ مگر کسی ناگہانی حملے کو روکنے کے لئے اُس نے کچھ بھی بندوبست نہ کیا +
جب سب تیاریاں ہو چکیں تو الفریڈ اُس تمام فوج کو لیکر گتھرم کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے روز وہ ایک اونچے مکان پر شب باش ہوا جہاں سے وہ بڑے فاصلے سے دشمن کے موقعے کو اچھّی طرح سے ملاحظہ کر سکتا تھا +
گتھرم ایڈن ڈون کے متصل ایک پہاڑی پر پڑا تھا۔ جہاں اُس نے خوب مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ مگر اُس کی فوج کا بہت بڑا حصّہ میدان میں خیمہ زن تھا۔ الفریڈ نے اپنے آدمیوں کو کھڑا کر کے سفر کی ترتیب کو بدلکر لڑائی کی ترتیب میں آراستہ کیا۔ اُس نے اُن کے سامنے ایک مختصر سی تقریر بھی کی اور انہیں یقین

بھی دلایا کہ خدا ہماری طرف ہے اور ہم سے فتح کا وعدہ کیا ہے +

اس کے بعد فوج حملے کے واسطے بڑھی۔ اُدھر ڈین لوگ بھی جلدی جلدی صفیں باندھ کر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب دشمن کی صفوں کے قریب پہنچے۔ تو الفریڈ کی فوج نے پہلے تیر برسائے۔ پھر نیزہ لیکر حملے کیلئے آگے بڑھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں اور سب ہتھیار پھینک دیے گئے۔ اور گتھم گتھا تلوار وں کی خوفناک لڑائی شروع ہوئی +

ابھی بہت دیر نہ ہوئی تھی کہ ڈین لوگوں نے مغلوب ہونا شروع کیا اور سب کے سب بھاگ نکلے مگر چونکہ الفریڈ نے پہاڑی کے اوپر پناہ نہ لینے دی اسلئے وہ چاروں طرف بھاگے اور الفریڈ کی فوج نے بہت دور تک تعاقب کر کے بیشمار آدمیوں کو مار ڈالا اور بہتوں کو قید کر لیا +

تاہم گتھرم بڑی سعی کے بعد اپنی فوج کا کچھ حصّہ جمع کر کے ہٹتے ہٹتے ایک قلعے تک جا پہنچا۔ جہاں اُسے پناہ ملنے کی اُمید تھی۔ مگر چونکہ اور کوئی فوج قریب نہ تھی جو اُن کی مدد کو پہنچتی اور قلعے میں دانہ پانی بھی موجود نہ تھا اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قحط کے مارے مر جائینگے۔ ڈین لوگوں کی اور جماعتوں کو جب اس خوفناک شکست کی خبر پہنچی تو وہ ہکّا بکّا سے رہ گئے۔ تمام ملک لڑنے پر آمادہ تھا۔ گتھرم قلعے میں بند پڑا تھا اور اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ وہ روز بروز اس بات کا منتظر تھا۔ کہ شاید کوئی مدد آ پہنچے۔ آخر چودہ روز کے بعد جب دیکھا کہ اُس کے آدمی بھوک سے مر رہے ہیں۔ تو گتھرم نے اپنے آپ کو الفریڈ کے حوالے کر دیا +

الفریڈ نے اسوقت نہایت دانائی اور فیاض دلی سے کام لیا۔ دو قومیں ایک ہی جزیرے میں سالہا سال سے خونخوار لڑائی میں مشغول تھیں۔ اور ایک کو دوسرے پر وقتاً فوقتاً فقط عارضی فتح ہوتی رہتی تھی۔ ڈین لوگ اب بہت سالوں سے برطانیہ میں آباد تھے۔ اُن میں سے بہت سے لوگ کاشتکاری میں مشغول

تھے۔ اور اس طور سے امن کے ساتھ عام باشندوں کی طرح رہتے سہتے تھے اُن میں سے اکثروں نے سیکزن لوگوں کے ساتھ رشتہ ناطہ بھی کر لئے تھے +

الفریڈ نے یہ ارادہ کر لیا کہ فقط اُن لوگوں کو جو لڑائی پیشہ تھے۔ اپنے ملک سے خارج کرے۔ لیکن جو لوگ زمین پر قابض ہو کر ملک میں آباد ہو چکے تھے۔ اُن کو رہنے دے۔ اسلئے گتھرم کے ساتھ دشمن کی طرح سلوک کرنے کی بجائے اُس نے اس سے کہا کہ میں اس بات پر تیار ہوں کہ تمہارے ساتھ بطور دوست کے پیش آؤں اور انگلستان کے اُس حصّے پر جو تمہارے ہموطنوں کے قبضے میں ہے اور الفریڈ کی حدود سے دُور ہے بادشاہت کرنے دوں۔ مگر اس شرط پر کہ تم میری سلطنت سے اپنی تمام فوج لے کر چلے جاؤ اور پھر کبھی اُس میں قدم نہ رکھو۔ اور اس عہد و پیمان کی تکمیل کے لئے یرغمال دو۔ اور نیز عام طور پر بپتسمہ پاکر مسیحی ہو جاؤ +

گتھرم نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا اور ڈین لوگوں کی فوج نے مشرق کا راستہ لیا۔ دونوں بادشاہوں کے درمیان صلح کے باقاعدہ طور پر عہد و پیمان ہو گئے۔ گتھرم کا علاقہ الفریڈ کی مملکت سے مشرق کی جانب کو تھا۔ جس میں وہ بالکل خود مختار سمجھا گیا۔ اُس کے علاقہ میں نارفک۔ سفک۔ کیمبرج شایر اور ایسیکس کے صوبے شامل تھے۔ ان علاقوں میں زیادہ تر ڈین لوگ آباد تھے اور اسکے علاوہ وہ ایسے موقعہ پر واقعہ تھے۔ کہ وہاں تک بحر جرمن سے بآسانی دریائے ٹیمز اور ٹدوے کے ذریعے رسائی ہو سکتی تھی +

گتھرم نہ صرف اس بات پر متفق ہوا کہ وہ آئندہ اپنی حدود سے باہر قدم نہ رکھیگا۔ بلکہ اُس نے یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ الفریڈ کو اپنا رفیق اور دوست سمجھا کریگا۔ اگر اور جماعتیں ساحل پر نازل ہوں تو گتھرم اُن کے مقابلے میں الفریڈ کا مددگار ہوگا۔ دونوں سلطنتوں کے قوانین یکساں ہونگے۔ تاکہ رفتہ رفتہ کامل اتحاد اور دوستی کو ترقی ہو اور آخرکار دونوں سلطنتیں ملکر ایک ہو سکیں +

گتھرم اپنے وعدوں پر برابر قائم رہا۔ وہ امن کے ساتھ اپنے علاقے میں جو عہد نامہ کے ذریعے سے اُسے ملا تھا۔ آباد رہا۔ اور الفریڈ کے علاقہ پر دست اندازی کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ جب کبھی ڈین لوگوں کی اور جماعتیں ساحل پر اُترتیں جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا تھا تو وہ اُن کی مدد نہ کرتا۔ اس عرصہ میں وہ اپنا سارا وقت اور توجہ اپنی سلطنت کے مختلف محکموں کو از سر نو ترتیب دینے۔ نئے نئے شہر آباد کرنے۔ قلعوں کی مرمت اور مضبوطی۔ سڑکوں کی تعمیر اور عدالتوں کے قائم کرنے اور اسی طرح کے اور ضروری انتظامات میں صرف کرتا رہا۔ الفریڈ اپنی زندگی بھر رحم دلی کے لیے بہت ہی مشہور تھا۔ اور بہت سی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں جن میں اُس نے مظلوم کی حق رسی کی۔ مصیبت زدہ کی حاجت روائی کی۔ غمزدہ کو تسلّی دی۔ اور بیچاروں کی مدد کو پہنچا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اُس نے ایک بچّے کے رونے کی آواز سنی جو اوپر کسی طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ بہت دیکھ بھال کے بعد معلوم ہوا کہ ایک عقاب کے گھونسلے میں سے جو ایک درخت کی بلند چوٹی پر واقع تھا۔ یہ آواز آتی ہے گھونسلے میں جانے سے معلوم ہوا کہ ایک بچّہ اُس کے اندر پڑا اور درد اور خوف کے مارے چلّا رہا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ عقاب اُسے کہیں سے اُٹھا لایا ہے۔ الفریڈ نے لڑکے کو اُتروا منگایا اور اُس کے والدین کی بہت کچھ تحقیقات کروائی۔ لیکن جب کچھ پتہ نہ لگا تو اُس نے اُسے اپنا متبنّٰے کر لیا۔ اُسے اچھی طرح سے تعلیم دلوائی اور اُس کی آیندہ زندگی کے لیے عمدہ طور سے بندوبست کر دیا۔

خاص بات جس کے سبب سے سب بنی آدم کی آنکھیں الفریڈ کے خصائل پر لگ گئیں وہ یہ تھی کہ وہ انسانیت اور فیاضی کی روح سے معمور تھا اور باوجود اس کے کہ ابتدائی زمانے سے وہ جنگ وجدل میں مشغول رہا تھا۔ امن و صلح کے حرفوں اور پیشوں کو ترقی دینے میں اُس نے بہت ہی سعی کی۔ اُس نے دیکھ لیا

کہ دانش اور انتظام اور عدل ہی ایسی چیزیں ہیں جو کسی ملک کے انتظام و حکومت میں دخل پانے سے اُسے سچّی عظمت کو پہنچاتے ہیں۔ اُس نے انہیں باتوں کو اپنا دستور العمل مقرّر کیا +

الفریڈ نے اپنی سلطنت کے باقی سالوں کو سب سے زیادہ اپنے ملک کے انتظام و بندوبست کو تکمیل کرنے میں خرچ کیا۔ اُس کی قوم بالکل ناتراشیدہ اور نامُہذّب حالت میں تھی۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس کے آغاز زندگی کے وقت قریباً نیم وحشی حالت میں تھی۔ اُسے سب کچھ شروع سے کرنا پڑا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسے اُن سب باتوں کو سرانجام کرنے کے لیئے بہت عمدہ موقعے حاصل نہیں تھے +

الفریڈ کو اپنے لوگوں کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ اُس زمانہ میں کتابوں کی عدم موجودگی اور کافی تعداد کے مہیّا کرنے کے وسائل نہ ہونے کے سبب عوام النّاس کی تعلیم کا انتظام ناممکن تھا۔ چونکہ کتابیں بڑی محنت سے قلمی لکھی جاتی تھیں اور بڑی قیمت پر دستیاب ہوتی تھی۔ اسلیئے آبادی کا بہت بڑا حصّہ جو کاشتکاری و محنت وغیرہ میں مشغول تھا۔ جاہل رہتا تھا۔ لیکن الفریڈ نے حتّےٰ الامکان ہرطرح سے کوشش کی کہ اعلےٰ جماعتوں میں علوم و فنون کے حاصل کرنیکا شوق پیدا کردے۔ اُس نے اپنی ذات کو اُن کے لیئے ایک بڑا نمونہ ٹھیرایا۔ کیونکہ وہ اپنے عہد سلطنت کے سخت مصروفیت کے زمانہ میں بھی بڑی محنت سے مطالعہ کتب میں مشغول رہتا تھا۔ اُس کی جانفشانی اور وہ ترتیب جس کے مطابق اُس نے اس کام کو انجام دیا اُس کے لاطینی زبان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہے +

الفریڈ نے تمام قلعہ جات کی جو لڑائیوں میں شکستہ ہو گئے تھے مرمّت کرائی غیر آباد شہروں کو ازسر نو تعمیر کرایا۔ میونسپلٹیاں قایم کیں۔ راہب خانوں کو بحال کیا اور بڑی کوشش سے عالم اور دیندار آدمیوں کو تیار کر کے اُن کا

منظم بیڑا بنایا۔ اس کے علاوہ اُس نے سلطنت کے قوانین کی ترمیم و ترتیب بھی کی ؛

الفریڈ کے ذاتی اوصاف نے اُسے لوگوں کے درمیان بہت کچھ ہر دلعزیز کر دیا اور اس سبب سے جو بیشمار تبدیلیاں اور اصلاحیں اُس نے ملکی اُمور میں کیں انکو وہ بڑی خوشی سے قبول کر لیتے تھے۔ وہ بڑا نیک طینت اور خوش مزاج آدمی تھا۔ بڑا صابر اور برداشت کرنے والا ایسا تھا۔ کہ جن لوگوں کو کام میں لگاتا تھا۔ اُن سے سخت گیری نہیں کرتا تھا۔ اور اگر اُن سے قصور ہو جاتا۔ تو غضبناک ہو کر سزا نہیں دیتا تھا۔ وہ کبھی "متفکر" یا بیچین نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی امر کے لئے بے صبر یا بے قرار ہوتا تھا۔ نہ کبھی جوش میں آتا تھا بلکہ ہمیشہ مطمئن دور اندیش مستقیم طبع ثابت قدم رہتا تھا۔ اور اپنے اِردگرد کے لوگوں میں بھی یہی روح پھونک دیتا تھا۔ وہ عیش و عشرت کا ہرگز شائق نہ تھا شان و شوکت اور ظاہری نمائش اُسے ہرگز پسند نہ تھی۔ اُس کی دلی خواہش یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے اپنے لوگوں کی بہبودی اور مُرفّہ حالی کو ترقی دے ؛

الفریڈ نے اپنے وقت کو بھی تقسیم کر رکھا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں ایک تہائی خواب و آرام اور تفریحات کے واسطے رکھتا تھا۔ ایک تہائی کاروبار کے واسطے اور باقی ایک تہائی مذہبی فرائض کی بجا آوری اور مطالعہ کتب کے لیئے ؛

الفریڈ نے اپنے شکست خوردہ دشمن ہیسٹنگز کے انگلستان سے چلے جانے کے قریباً تین سال بعد وفات پائی۔ اس عرصے میں بھی اُس کو فقط اسی بات کا شوق رہا کہ اپنی سلطنت کی بہبودی اور سرسبزی کو ترقی دے۔ وہ بڑی محنت و جانفشانی سے مظلوموں کی دادرسی کرنے۔ بُرائیوں اور خرابیوں کی درستی میں مشغول رہا۔ عدالتوں کو اس طور پر ترتیب دیا کہ انصاف میں کسی کی رو رعایت نہ ہو۔ وہ ہر ایک عہدے دار سے خواہ کسی رُتبے کا کیوں نہ ہوتا اُسکی متعلقہ خدمات کا پورا پورا حساب لیتا تھا۔ دارالعلوموں اور سب خانوں کے

نقصوں کی اصلاح کر کے قاعدوں کی پابندی کو قائم کیا۔ اور ان سب چیزوں کو ایسی مستعدی اور دور اندیشی سے سرانجام دیا کہ کبھی کسی کو مخالفت کرنے کی نوبت نہ آئی۔ جب الفریڈ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے ایڈورڈ کو بلا کر یہ آخری ہدایات کیں:-

"اے میرے پیارے بیٹے۔ میرے پاس بیٹھ جا اور میں تجھے سچی ہدایات دونگا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ میری قوت جاتی رہی اور میرا چہرہ بالکل اتر گیا ہے۔ میرے دن تمام ہو گئے۔ اور اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونا ضرور ہے میں دوسرے جہان کو جاتا ہوں۔ تو یہاں اکیلا ان تمام چیزوں پر قابض ہوگا۔ جو اب تک میرے قبضے میں تھیں۔ میرے پیارے فرزند۔ میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ تو اپنے لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہونا بچوں کا باپ اور بیوہ کا یار و مددگار رہنا۔ غریبوں کو تسلی دینا کمزوروں کی حفاظت کرنا اور اپنی ساری طاقت سے بدی کی اصلاح کرنا۔ اور اے میرے بیٹے۔ قانون کے مطابق اپنا چال چلن سدھار۔ تب خداوند خود تیرا انعام ہوگا۔ اپنی تمام ضرورتوں میں اسی سے صلاح طلب کر اور وہ تیری تمام خواہشوں کے پورا کرنے میں تیرا مددگار ہوگا"۔

الفریڈ اعظم واقعی ایک نیک دل فرمانروا تھا اور اپنی قوم و ملک کا سچا خیرخواہ اور مددگار۔ اسکی زندگی حب الوطنی کا ایک مرقع ہے۔
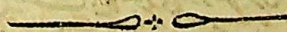
سچی آزادی اور انصاف کا حامی

شاہ جان تخت انگلستان پر ۱۱۹۹ء میں بیٹھا۔ مگر وہ بڑا شریر۔ خود غرض۔ کینہ۔ ظالم اور فریبی تھا۔ اُس نے اپنے بھتیجے آرتھر کو قید کر کے ہلاک کر دیا اُس نے ظلم و ستم کے ذریعہ سے اپنے آپ کو دولت مند بنانا چاہا۔ وہ دولتمندوں کی دولت جبراً چھین لیتا۔ اور جب جی چاہتا کسی قسم کا ناقابل برداشت ٹیکس لوگوں پر لگا دیتا تھا۔ اُس نے ایک یہودی کو جس نے اُسے ایک بڑی رقم دینے سے انکار کر دیا تھا۔ قید میں ڈال دیا۔ اور ہر روز اُس یہودی سے کچھ رقم طلب کرتا۔ اور اگر وہ نہ دیتا۔ تو اُسکے دانت اکھڑوا ڈالتا تھا۔ تکلیف سے تنگ آکر بیچارے یہودی کو ظالم بادشاہ کی خواہش پوری کرنی پڑتی تھی۔ اسی قسم کا سلوک دولتمند امیروں سے بھی کیا جاتا تھا۔ امیر و غریب سب ہی اُسکے ظلم سے نالاں تھے۔ اُس کے پاس غیر ملک والوں کی ایک فوج رہتی تھی جو اُس کے اشارہ پر چلتی اور اُسکی ظالمانہ خواہشوں کے پورا کرنے میں مدد دیتی تھی۔ جان نے روم کے پوپ سے اس بات پر جھگڑا کیا۔ کہ اُنہوں نے اُسکے خزانچی کو کیوں بشپ نہیں مقرر کیا۔ اور اسٹیفن لینگٹن کو جو ایک فاضل شخص تھے کیوں بشپ مقرر کیا پوپ نے ناخوش ہو کر جان کو کلیسیا سے خارج کر دیا۔ جب جان نے دیکھا کہ انگلستان کے لوگ اُس کی ستمرانی سے تنگ آکر اُس کے خلاف ہو گئے ہیں اور فرانس والے انگلستان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اُس نے پوپ کے حکم کی اطاعت قبول کر لی۔

انگلستان کے اُمرا چاہتے تھے۔ کہ نہ صرف دینی خادم ہی بلکہ دنیادار امرا بلکہ غریب سب ہی بادشاہ کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ پس اُنہوں نے ایک

فوج فراہم کی - اور لینگٹن سے جو بڑا عالی حوصلہ اور فراخ دل تھا - مدد مانگی - اِس
خدا ترس نے لوگوں کا ساتھ دیا - اور ایک مسودہ چند ضروری مطالبات کا تیار
کیا - اور اُسکی منظوری شاہ جان سے لینا چاہی - جان نے قہراً جبراً اور بادلِ ناخواستہ
منظوری دی - اور مسودے پر دستخط بھی کر دئے - یہ سنہ ۱۲۱۵ء کا واقعہ ہے +
مطالبات کے اس مسودہ کو میگنا چارٹا یا گریٹ چارٹر یعنی "قانون عظیم" کہتے
ہیں - اُس کی خاص باتیں یہ ہیں :-

(۱) ہر شخص آزادانہ اور جلد انصاف پا سکے -

(۲) ناجائز طریقہ میں نہ کسی کو گرفتار کیا جائے - اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینا جائے

(۳) رعایا سے جو ٹیکس لیا یا اسپر مقرر کیا جائے - اُس پر گریٹ کاؤنسل یعنی ملکی مجلس
کا اختیار ہو - مگر یہ تین قسم کی رقم اُس سے مستثنےٰ تھیں - یعنی بادشاہ کے بڑے
بیٹے کو نواب بنانے کے لئے جتنے روپیہ کی ضرورت ہو - بادشاہ کی بڑی بیٹی کی شادی
کے خرچ کی رقم - بادشاہ کے ذاتی جرمانہ کے لئے روپیہ +

اس قانون کے منظور ہونے سے یہ نتیجہ نکلا - کہ بادشاہ کسی سے روپیہ لے
سکتا تھا - اور نہ کسی کا مال - وہ کسی کو بلا حکم عدالت کے نہ قید کر سکتا تھا - اور
نہ ہلاک - اور نہ کسی کو گرفتار کر سکتا تھا - نہ بادشاہ رعایا پر اپنی مرضی سے ٹیکس
لگا سکتا تھا - قانون کا منظور کرنا اور بات ہے - اور اُس پر عمل کرنا اور بات
جان کی نیت یہ نہ تھی کہ وہ اس قانون پر عمل کرے - موقع پا کر اُس نے غیر ملک
سے فوج بلائی - اور جن لوگوں نے اُسکی مخالفت کی تھی - اُن کو ملک بدر کر دیا اور
قانون کو پامال کیا - لوگوں نے شاہ فرانس سے مدد مانگی - جان اُس کی فوج کے
مقابلہ کو روانہ ہوا - مگر راستہ میں دل شکستہ ہو کر سنہ ۱۲۱۶ء میں فوت ہو گیا - اچھا
ہوا - "خس کم جہان پاک" +

جان کے بعد اُسکا بیٹا ہنری سوئم کے نام سے وارث تاج و تخت ہوا - یہ
عجیب انسان تھا - بڑا ہو کر وہ بھی رعایا کے لئے ویسا ہی ثابت ہوا - اگرچہ وہ ظالم

تو نہیں تھا۔ تاہم کمزور طبیعت۔ فضول خرچ اور غیر ملک والوں پر خلاف انصاف مہربانی کرنے والا وہ سرکاری روپیہ کو فضول باتوں میں خرچ کرتا تھا۔ اُسے اسبات کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ کہ اُسکا کوئی ملکی فرض بھی ہے۔ اُس نے اپنی ماں اور بیوی کے رشتہ داروں پر جو غیر ملک کے رہنے والے تھے بیجا عنایات کیں۔ اور انگلستان کے مستحق لوگوں کے حقوق پامال کر کے رشتہ داروں کو قلعے۔ جاگیریں۔ نوابیاں اور بشپوں کے عہدے عطا کئے۔ جب پوپ انوسینٹ سوئم اٹلی کی جنگ میں شریک ہؤا۔ تو اُس نے انگلستان سے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے لوگ بھیجے۔ ہنری نے دینی اور دنیوی لوگوں دونوں پر ٹیکس لگا کر پوپ کو روپیہ بھیجا۔

جب انگریزوں کی قوم انگلستان میں آئی تھی۔ تب ہی سے اُن کے ہاں ایک پارلیمنٹ چلی آتی تھی۔ حالانکہ اُس شکل میں نہیں جس میں کہ اب ہے۔ اُسکی ترکیب اور ہی قسم کی تھی۔ ہنری کی سلطنت کے ابتدائی ایام میں اس پارلیمنٹ میں "ہاؤس آف کامنز" تو تھا ہی نہیں۔ البتہ وہ موجودہ زمانہ کے "ہاؤس آف لارڈز" کی مانند تھی۔ اُس میں نواب جو جاگیروں کے مالک تھے۔ بشپ اور خانقاہوں کے بست شریک ہوتے تھے۔ ہنری اس پارلیمنٹ سے ٹیکسوں کی منظوری لیتا تھا منظوری مل جاتی تھی۔ مگر رعایا اُس سے اس لئے ناخوش تھی۔ کہ وہ روپیہ کو غیر ملک والوں کی اغراض کی تکمیل کے لئے خرچ کرتا تھا۔

الغرض یہ کہ جان اور ہنری دونوں کی حکومت سے اہل انگلستان بالکل تنگ آگئے اور اس فکر میں تھے۔ کہ کوئی ایسا رہنما ملے۔ جو اُن کے حقوق مقرر کرائے اور بادشاہوں کے ظلم کو روکے۔ اُن کی یہ خواہش غیب سے پوری ہوئی۔ اور تائید یزدانی سے ایک ایسا شخص ملگیا۔ گویا اُن کے نخل تمنا میں پھل آیا۔ اور مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کی مثل پوری ہوگئی۔

یہ شخص غیر ملک کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک نواب تھا۔ اور خود ہنری کا رشتہ دار یعنی حقیقی بہنوئی۔ بڑا قابل اور مجسم اخلاق تھا۔ اُسے لوگ سر سائمن ڈی مانٹفورٹ کے نام سے

یاد کیا کرتے تھے۔ اُسکی پیشوائی میں ۱۲۵۸ء میں اکسفورڈ کے مقام ایک پارلیمنٹ منعقد کی گئی۔ جس میں ملک کے نواب ہتھیار باندھ کر شریک ہوئے۔ اور بہت سی تجاویز منظور کی گئیں جو انگریزی زبان میں "پراویژنز آف اکسفورڈ" یعنی "تجاویز اکسفورڈ" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ اُن کی منشا کے مطابق "عنان حکومت بادشاہ کے ہاتھوں میں سے نکالکر بہت سی کونسلوں کے ہاتھوں میں رکھدی گئی"۔

نواب سائمن ڈی مانٹفورٹ کی کوششوں کا انجام یہاں تک تو اچھا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ بعد اُسکی وضع کردہ تجاویز پر عمل درآمد ہونا ترک کر دیا گیا۔ خود غرض نواب اور اُمرا جو مختلف کونسلوں کے ممبر تھے۔ وہ قانون کو پامال کرنے لگے اور اپنی ان حرکات نازیبا کے باعث بادشاہ کی مانند لوگوں کے دلوں سے اُتر گئے۔ نواب سائمن نے بہتیرا چاہا کہ قانون کی خلاف ورزی نہ کیجائے۔ مگر بیچارے کی ایک بھی نہ چلی۔

ملک میں کچھ عرصہ کے لئے پھر شور و شر اور ابتری کا دور دورہ ہو گیا۔ خود غرض نوابوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ کچھ بادشاہ کیطرف ہو گئے۔ اور کچھ نواب سائمن کی طرف۔ نواب سائمن کی طاقت دن بدن بڑھتی گئی۔ کچھ تھوڑے عرصہ پیشتر وہ لوگ جو اراضیوں کے مالک تھے۔ اپنے قائم مقاموں کو پارلیمنٹ میں اُن باتوں کے حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا کرتے تھے۔ جن کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ شہروں کی تجارت روبہ ترقی تھی۔ اور لوگ تجارتی فوائد کی قدر کرنے لگے اور اپنی ضرورتوں کو خود ہی مہیا کرتے تھے۔ تجارتی شہروں میں لنڈن سب سے بڑا تھا۔ مالکان اراضی اور تجارتی شہروں کے لوگوں نے اپنے نفع کی خاطر محب ملک سائمن کی طرفداری کی۔

نواب نے ۱۲۶۴ء میں ایک فوج جمع کی۔ اور بادشاہ پر چڑھائی کر کے اُسے لیوئیس کے مقام شکست دی۔ اور اُسے قید کر لیا۔ اُسے بیٹے ایڈورڈ نے

اپنے کو خود ہی نواب کے حوالے کر دیا۔ نواب نے کوئی سال بھر سے زیادہ انگلستان میں حکومت کی۔ اُس نے اوّل بار شہروں کے قائمقام پارلیمنٹ میں بلائے۔ اُسکی خواہش تھی کہ ہر قسم کے لوگ مثلاً مالکان اراضی۔ دینی پیشوا۔ چھوٹے چھوٹے زمیندار۔ اور شہری خود ہی اُن باتوں کو پارلیمنٹ میں بیان کریں۔ جن کی اُنہیں ضرورت ہو۔ نواب کی اس تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ ملکی معاملات میں کل ملک یا قوم کی رائے لی جائے۔ اور کل ملک یا قوم کی ضروریات معلوم کی جائیں ۔

نواب سائمن جو انگلستان کا سچا خیرخواہ تھا۔ بڑی عمدگی اور انصاف کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔ ملک کا انتظام بہترین طریقہ میں کرنا اور درجہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا لیکن خود غرض نوابوں کی خود غرضیاں رنگ لائیں۔ جب وہ ملک کا دورہ کرتے کرتے اویشم میں پہنچا تو شاہزادہ ایڈورڈ ایک چال سے قیدخانہ سے نکلکر بھاگ گیا۔ بہت سے خود غرض نواب اُس کے جھنڈے تلے آگئے۔ اور انہوں نے نواب سائمن پر یورش کی۔ اسوقت نواب کے پاس چند نفس جانباز سپاہی تھے۔ گو نواب نے مقابلہ کیا۔ لیکن مارا گیا۔ اُسکی لاش کی بیحرمتی کی گئی۔ اور اُسکے حامیوں کو ہر طرح زیر کیا گیا۔ اور سنہ ۱۲۷۲ء میں ایڈورڈ اوّل انگلستان میں حکمرانی کرنے لگا۔

افسوس کہ بادشاہ ایڈورڈ اور اُسکے رفیقوں نے ایک سچے محب وطن کو نہ صرف ہلاک ہی کیا۔ بلکہ اُسکی لاش کی بیحرمتی بھی کی۔ یہ ایک سخت مذموم حرکت تھی۔ سائمن ملک کا سچا خیرخواہ تھا۔ وہ انصاف کی حکومت قایم کرنا چاہتا تھا۔ وہ وہ شخص تھا جس نے اُس پارلیمنٹ کی بنیاد ڈالی۔ جو اب تک انگلستان میں موجود ہے۔ اور جس پر سلطنت برطانیہ کو فخر ہے۔ اُسی کی کوشش سے پارلیمنٹ میں ملک کی بھی قائم مقامی کا وجود نمودار ہوا۔ اور ہاؤس آف کامنز کی ابتدا ہوئی۔ سائمن کا نام قیامت تک تاریخ میں اس لئے یادگار رہیگا۔ کہ:-

"اُس نے دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔"

خودرائے اور ستمگر بادشاہ کا انجام

ساری دنیا پر اور خصوصاً اُن لوگوں پر جو کتب بینی کرتے ہیں آشکارا ہے۔ کہ انگلستان میں شاہ چارلس اول کو رعایا نے کیوں قتل کیا تھا؟ یہ بادشاہ ۱۶۲۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اُس نے اپنے عہد میں پہلے پارلیمنٹ اس غرض سے قائم کی۔ کہ اسپین کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لیئے پارلیمنٹ سے روپیہ طلب کرے۔ پارلیمنٹ نے تھوڑا سا روپیہ منظور کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ وزیر اعظم کے عہدے پر بوکنگھم کو رکھے گا۔ تب تک زیادہ روپیہ نہیں دیا جائیگا۔ اس وزیر کی عادات سے کل ملک ناخوش تھا۔ شاہ چارلس پارلیمنٹ کی اس بات پر جو ملک کی قائمقام تھی ناخوش ہوگیا۔ اور اُس نے پارلیمنٹ توڑ دی۔

بوکنگھم نے بادشاہ کو یہ رائے دی کہ چاہے پارلیمنٹ روپیہ دے یا نہ دے لیکن اسپین کو ایک فوج روانہ کی جائے۔ اُس کے پاس اسقدر روپیہ موجود ہے۔ کہ اسپین کو ایک مہم روانہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس رائے پر عمل کر کے ایک مہم روانہ کی جو ناکام واپس آئی۔

چارلس نے مجبوراً دوسری پارلیمنٹ قائم کی۔ جس میں بوکنگھم پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ ملک کو برباد کر کے خود دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسلیئے بوکنگھم پر مقدمہ قائم کیا گیا۔ لیکن باضابطہ کارروائی شروع ہونے سے پیشتر ہی بادشاہ نے پارلیمنٹ توڑ دی۔ بادشاہ کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس لیئے اُس نے رعایا سے روپیہ طلب کیا۔ لیکن کسی نے بھی کچھ نہ دیا۔ کسی نے بادشاہ سے کہا۔ کہ روپیہ خواہ منظوری سے لیا جائے۔ یا قرض لیکن بادشاہ کو واپس نہیں دینا پڑتا ہے اس لیئے "جبریہ قرض" وصول کیا جائے۔ نادان بادشاہ نے اس بات کو قبول

کرکے دولتمندوں سے "جبریہ قرض" طلب کیا۔ جن لوگوں نے دینے سے انکار کیا۔ انہیں اُس نے قید کر دیا۔ قید کے خوف سے بہت سے لوگوں نے قرض دیدیا۔ "جبریہ قرض" ایک قسم کا ظلم تھا! ✦

دوسری پارلیمنٹ کے توڑنے کے بعد ایک سال کے اندر اندر چارلس نے فرانس اور اسپین سے جھگڑا کر لیا۔ شاہ فرانس اور اُسکی پروٹسٹنٹ رعایا میں جنگ ہو رہی تھی۔ اور لاروشل کا محاصرہ فرانس کی شاہی فوج کئے ہوئے تھی۔ بوکنگھم محصورین کی مدد کے لئے ایک فوج لیکر گیا۔ مگر ناکام واپس آیا ✦ چارلس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ کہ جنگ جاری رکھے۔ اور کسی نہ کسی طرح لاروشل کو شاہ فرانس کے ظلم سے رہائی دلائے۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس روپیہ ختم ہو گیا تھا۔ اسلئے اس نے تیسری پارلیمنٹ قائم کی۔ اس پارلیمنٹ میں رعایا نے "عرضداشت حقوق" پیش کی جسمیں کچھ مطالبات درج تھے۔ اُن میں سے خاص خاص یہ ہیں:۔

(۱) بادشاہ بلامنظوری پارلیمنٹ کے نہ تو ٹیکس لگائے اور نہ "جبریہ قرض" وصول کرے۔ (۲) بادشاہ کسی آدمی کو بلا اسباب کے اظہار کی کہ اس نے کیا جرم کیا ہے۔ اور عدالت میں اُسکے جرم کی سماعت کرائے بغیر قید خانہ میں نہ بھیجے۔ اگرچہ چارلس ان باتوں کے منظور کرنے کے لئے دل سے راضی نہیں تھا۔ لیکن روپیہ کی خاطر جسکی اسے اشد ضرورت تھی اُس نے بادل نخواستہ منظور کیا۔ اور "عرضداشت حقوق" مستقل قانون ہو گیا۔ اور بادشاہ کو پارلیمنٹ نے روپیہ دیدیا ✦

بادشاہ نے ایک فوجی مہم تیار کی اور اُسے بوکنگھم کی ماتحتی میں لاروشل کے باشندوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ انگلستان والے بوکنگھم سے اسلئے نفرت کرتے تھے۔ کہ وہ بادشاہ کو ملک کا روپیہ فضول کاموں میں خرچ کرنے کی رائے دیتا تھا۔ اور یہ بات تھی بھی سچ۔ اسلئے جب بوکنگھم فوج کی کمان لینے کے پورٹس متھ

پہنچا تو ایک شخص جان فیلٹن نے اُسے ہلاک کر دیا۔ یہ شخص بعد میں گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ لیکن ایک ایسے شخص سے جو ملک کی بربادی کا موجب تھا۔ کل انگلستان کو نجات دلا گیا ❊

چارلس جو بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کرنا چاہتا تھا۔ بوکنگھم کے قتل سے اُسکے ہاتھ ایک بہانہ آگیا۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہُوا۔ تو چارلس اور پارلیمنٹ میں کئی باتوں پر اختلاف ہُوا۔ اول تو پوریٹن فرقے والے چند مذہبی اصول کی اشاعت چاہتے تھے۔ اور چارلس اُن کی اشاعت کے خلاف تھا۔ پھر جو مال ملک میں آتا تھا اور ملک سے باہر جاتا تھا۔ اُن پر محصول لگایا جاتا تھا۔ ان محصولوں کا نام "ٹنیج" اور "پونڈیج" تھا جو بادشاہ الزبتھ کے عہد سے چارلس سے پیشتر گذرے تھے۔ ان محصولوں کا روپیہ پارلیمنٹ نے اُنکے لئے وقف کر دیا تھا۔ مگر چارلس نے اپنی پارلیمنٹ اس سوال کے پیش ہونے سے پیشتر ہی توڑ دی تھی کہ آیا ان محصولوں کا روپیہ اُسے دیا جائے یا نہیں گویا بلا منظوری پارلیمنٹ وہ ان محصولوں کو وصول کرتا رہا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں پارلیمنٹ کی منظوری ضروری تھی چارلس کا اس منظوری کے بغیر روپیہ وصول کرنا خلاف قانون تھا۔ جن لوگوں نے اس محصول کے دینے سے انکار کیا۔ اُن کا مال و اسباب چارلس نے ضبط کر لیا ❊

جن لوگوں کا مال اس طریقہ میں ضبط کر لیا گیا تھا۔ اُن میں سے ایک شخص سر جان ایلیٹ بھی تھا۔ جو ایک معزز شخص تھا۔ ہاؤس آف کامنز میں ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ محصول گنتر کے جن ملازموں نے سر جان کا مال ضبط کیا ہے۔ اُن کو طلب کر کے سزا دی جائے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ انہوں نے میرے حکم سے ایسا کیا۔ اس لئے ان کو سزا نہیں ملسکتی۔ چارلس کی یہ بھی ایک نادانی اور ہٹ دھرمی تھی۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس دوبارہ ہُوا۔ تو بھی بادشاہ نے ملتوی کرنے کے لئے حکم بھیجدیا۔ اسوقت دو زور دار ممبروں نے اس بنا پر کہ جب تک ہاؤس آف کامنز کا اسپیکر اپنی کرسی سے نہ اُٹھ جائے۔ تب تک اجلاس برخاست نہیں سمجھا جاتا۔ اسپیکر کو کرسی پر سے

نہیں اُٹھنے دیا - گویا پارلیمنٹ ترکی بہ ترکی کارروائی کرنے لگی - اُسوقت سرجان الیئٹ نے یہ تجویز پیش کی - کہ جو کوئی ان اصول کی اشاعت کرے جن کو پیورٹین غلط سمجھتے ہیں - یا جو کوئی پارلیمنٹ کی منظوری بغیر محصول دے یا لگائے وہ ملک کا دشمن ہے - سارے ممبروں نے "درست درست" کا آوازہ بلند کیا - اتنے میں بادشاہ بھی آگیا - اور اُس نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا - اس طرح چارلس کی تیسری پارلیمنٹ کا سنہ ۱۶۲۹ء میں خاتمہ ہوگیا ؛

تیسری پارلیمنٹ کے توڑنے کے بعد چارلس نے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کریگا - اُس کی یہ خواہش بھی خلاف قانون تھی - پارلیمنٹ توڑ کر چارلس نے سرجان الیئٹ کو اور بہت سے ممبروں کو لنڈن ٹاور میں قید کردیا - سرجان وہیں فوت ہوگیا - دو ممبروں پر جنہوں نے اسپیکر کو کرسی سے نہیں اُٹھنے دیا تھا - بھاری جرمانہ کیا گیا ؛

چارلس اپنی ضد پر قائم رہا - اور دن بدن زیادہ ظلمرانی اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتا رہا - اُس کے عہد میں رعایا میں مذہبی باتوں میں بھی کچھ اختلاف تھا - لوگ چاہتے تھے کہ وہ جس طریقہ میں چاہیں یا جس طریقہ کو سچّا سمجھیں - اُسی کے مطابق عبادت کریں - مگر چارلس اِس کے خلاف تھا - ولیم لاڈ جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا - اُسکی رائے تھی - کہ انگلستان کے کل گرجوں میں ایک ہی سی مذہبی رسوم ادا کی جائیں - مگر بعض پادری اس کے خلاف تھے ؛

ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں انگلستان میں ایک عدالت "ہائی کمیشن کورٹ" کے نام سے قائم کی گئی - اُس میں اُن پادریوں پر مقدمہ چلایا جاتا تھا - جو "نماز کی کتاب" کو پورے طور پر گرجوں میں نہیں پڑھنا چاہتے تھے - بلکہ اُس کے ایک حصے کو چھوڑ دیتے تھے - یا جو اُن اصول کے خلاف تھے - جو نماز کی کتاب میں درج تھے - چنانچہ چارلس کے زمانہ میں ولیم لاڈ کی کوشش سے بہت سے پادریوں

پر اس عدالت میں مقدمہ قائم کیا گیا۔ اُن میں سے بہتوں کو پادری کی خدمت سے علیحدہ کیا گیا۔ اور بہت سے ملک بدر کئے گئے۔ یہ ایک بہت بُری بات تھی کہ اُن کو اُن کے عقیدے کے خلاف کسی بات کے کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جس طریقہ میں چاہے اُس میں عبادت کر سکے +

شاہ ہنری ہفتم کے عہد میں انگلستان میں ایک عدالت "کورٹ آف اسٹار چیمبر" کے نام سے قائم کی گئی تھی۔ وہ اس لئے قائم کی گئی تھی۔ کہ بڑے بڑے نوابوں کو سر نہ اُٹھانے دیا جائے یا جو لوگ گورنمنٹ وقت کو الزام لگاتے ہیں۔ اُن کو درست کیا جائے۔ اس قسم کے لوگوں کو اس عدالت میں مقدمہ قائم کر کے سزا دیجاتی تھی۔ چارلس اس عدالت میں اُن لوگوں کے ساتھ جو اُس کی خلاف قانون افعال کی مخالفت کرتے تھے۔ بڑا بُرا سلوک کرتا تھا۔ بعض کے کان کٹواتا تھا۔ بعض کو قید کرنا اور بعض پر جرمانہ۔ اس عدالت میں جیوری یعنی پنچ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دو جج اور شاہی کونسل کے ممبر۔ یہ لوگ بادشاہ کے مطیع تھے۔ یہی لوگوں پر الزام لگاتے اور سزا کا حکم صادر کرتے تھے۔ گویا اس عدالت کی ساری کارروائی خلاف قانون اور سراسر ظلم تھی +

کچھ عرصہ تک چارلس بلا پارلیمنٹ کے حکومت کرتا رہا۔ وہ سوداگروں سے محصول کا روپیہ وصول کرتا رہا۔ اسپین اور فرانس سے اُس نے صلح کر لی۔ اس لئے بڑی اور بحری فوج کا کوئی خرچ نہ رہا۔ امن کے زمانہ میں ملک کی تجارت کو ترقی ہوئی۔ اسلئے چارلس کو محصول میں زیادہ روپیہ آنے لگا۔ فرانس اور اسپین کی بحری فوج کو دیکھ کر چارلس کے دل میں بھی اُمنگ پیدا ہوئی۔ کہ مضبوط جنگی بیڑہ بنایا جائے۔ تاکہ ملک کی تجارت کو ترقی ہو۔ اور ملک کے سواحل کی حفاظت +

چارلس کا یہ خیال درست اور مفید تھا۔ اس کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ روپیہ حاصل کرنے کی سب سے بہتر ترکیب یہ تھی۔ کہ چارلس ایک پارلیمنٹ قائم کر کے

اُس سے منظوری لیتا۔ لیکن چونکہ اُسے یہ خوف تھا۔ کہ پارلیمنٹ اُسے اُن باتوں کے لئے مجبور کریگی۔ جنہیں وہ کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے اس نے پارلیمنٹ قائم نہیں کی۔ بلکہ ایک قانون داں کی رائے سے اُس نے ساحل پر کے شہروں اور قصبوں کے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ساحل اور تجارت کی حفاظت کے لئے اپنے خرچ سے جہاز مہیّا کریں۔ یہ جہاز اتنے بڑے اور مضبوط ہوں کہ کسی ملک کے جہاز اُن کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ دوسرے سال اُس نے اُن کو حکم دیا کہ اگر جہاز مہیّا نہیں کرسکتے۔ تو اُن کے بنانے کے لئے روپیہ دیں۔ ساحل کے شہروں اور قصبوں نے روپیہ دیدیا۔ ایک سال بعد اُس نے انگلستان کے کل لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بھی جہازوں کے لئے روپیہ دیں اس روپیہ کا نام "شپ منی" رکھا گیا۔

جان ہیمپڈن جو بکنگھم شائر کا افسر تھا۔ اُس نے یہ روپیہ کے دینے سے انکار کردیا۔ بادشاہ نے ایک عدالت میں بارہ ججوں کے روبرو اُسپر مقدمہ قائم کرایا۔ بارہ میں سے سات ججوں نے بادشاہ کے رعب سے یہ فتوےٰ لگایا۔ کہ بادشاہ کو اس روپیہ کے وصول اور طلب کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن انگلستان کے کل لوگوں کی رائے اسکے خلاف تھی۔

پھر چارلس نے اسکاٹ لینڈ کے لوگوں سے مذہبی باتوں پر جھگڑا کیا اور اُن پر فوج کشی کی۔ لیکن روپیہ کی قلت اور فوج کی ناقابلیت کے باعث اُن سے صلح کرلی۔ پھر اسٹرافرڈ کی رائے سے ایک پارلیمنٹ اپریل ۱۶۴۰ء میں قائم کی۔ ہاؤس آف کامنز نے کہا کہ اول تو بادشاہ اسکاٹلینڈ والوں سے ہمیشہ کے لئے صلح کرے۔ اور یہ وعدہ کرے کہ وہ پھر شپ منی نہ لگائیگا۔ چارلس اور اُس کے مشیر اسٹرافرڈ کو یہ باتیں منظور نہ تھیں۔ اس لئے چارلس نے پارلیمنٹ کو توڑدیا۔ یہ پارلیمنٹ تھوڑے ہی دن قائم رہی۔ اس لئے وہ "شارٹ پارلیمنٹ یعنی مختصر مجلس" کے نام سے مشہور ہے۔

چارلس نے اب بھی اسکاٹلینڈ سے جنگ کا خیال دور نہ کیا۔ اُس نے روپیہ

کی سیل کو اسٹرآفرڈ کے سپرد کر دیا جس نے مختلف ناجائز طریقوں میں لوگوں سے روپیہ وصول کیا۔ لیکن اُس سے بھی فوج کا خرچ نہیں چل سکتا تھا۔ مزید براں فوج جو فن حرب سے ناواقف تھی وہ اسکاٹ لینڈ سے جنگ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جنگ میں اسکاٹلینڈ والے غالب رہے۔ اور چارلس نے کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے اُن سے صلح کرنا چاہی۔ روپیہ کا ملنا دشوار تھا۔ اس لئے چارلس نے مجبوراً ایک اور پارلیمنٹ قائم کی جو "لانگ پارلیمنٹ" یعنی طویل مجلس کہلاتی ہے کیونکہ وہ بہت عرصہ تک قائم رہی۔ اُسکا پہلا اجلاس ماہ نومبر ۱۶۴۰ء میں ہوا۔

اس پارلیمنٹ نے اول تو اُن لوگوں کو رہائی دلوائی جن کے کان کٹوا کر قید کیا گیا تھا۔ پھر چارلس کے خاص مشیروں اسٹرآفرڈ اور لاڈ پر بہت سے الزام لگا کر اُن کو ٹاور میں محبوس کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ اسٹرآفرڈ بادشاہ کو بہکا کر انگلستان والوں پر ستم ڈھائیگا۔ اول تو ہاؤس آف لارڈز نہیں چاہتا تھا۔ کہ اسٹرآفرڈ کو قتل کیا جائے۔ لیکن جب ہاؤس آف کامنز نے الزامات ثابت کر دئے اور قتل پر زور دیا۔ تو لارڈز کو ماننا پڑا۔ چارلس نے کوشش کی کہ اسٹرآفرڈ رہا کرا دیا جائے۔ اسلئے اُس نے ایک فوج بھیجی کہ ٹاور میں سے اُسے نکال لیا جائے۔ لیکن عام لوگوں نے فوج کو ٹاور کے پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ اور بادشاہ اور ملکہ کے پاس وائٹ ہال میں پہنچکر دھمکی دی۔ بادشاہ قہراً جبراً مجبور ہو گیا۔ اور اسٹرآفرڈ کو قتل کیا گیا۔ بادشاہ کے باقی بگاڑنے والے مشیر جان لیکر دوسرے ملکوں کو بھاگ گئے۔

اسکے بعد پارلیمنٹ نے بہت سے قوانین میں اصلاح کی۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ پارلیمنٹ کی منظوری بغیر پھر کبھی نہ تو شپ منی وصول کریگا۔ اور نہ محصول لگائیگا۔ "کورٹ آف ہائی کمیشن" اور "کورٹ آف اسٹار چیمبر" توڑ دی گئیں۔ اسکاٹلینڈ سے صلح کرا دی گئی۔ اور اسکاچ اور انگریزی فوج توڑ دی گئی۔ الغرض، پارلیمنٹ نے یہ سب باتیں اسلئے کیں کہ بادشاہ پھر کبھی زبردستی نہ کر سکے۔ پر ظلم نہ کر سکے۔ لیکن

یہ خیال خام تھا - گو چارلس نے ان باتوں کو ہو جانے دیا - لیکن دل سے نہیں کیونکہ وہ اُن کا سخت مخالف تھا - اور اپنی مرضی کا مختار ہو کر رہنا چاہتا تھا *

پارلیمنٹ میں اتفاق سے مذہبی امور پر جھگڑا ہو گیا - انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں بھی مذہبی باتیں موجب اختلاف ہوئیں - آئرلینڈ میں بلوہ ہو گیا - پارلیمنٹ نے یہ تجویز کی - کہ آئرلینڈ کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کیجائے - لیکن ملک کے خیر خواہ جانتے تھے کہ فوج کی تقرری سے بادشاہ کو پھر ستمرانی کا موقع ملسکتا ہے - پس محب ملک جماعت کے سرغنہ پِم اور ہیمپڈن نے ایک شکایت نامہ تیار کیا - جو گرانڈ ریمونسٹرینس کے نام سے مشہور ہے - اُس میں شاہ چارلس کی وہ بے عنوانیاں ظاہر کی گئیں جو اُسکی طرف سے عنان حکومت اختیار کرنے کے وقت سے ظاہر ہوتی رہی تھیں - اُسی میں یہ بھی خواہش کی گئی کہ چارلس بلا مرضی اور منظوری پارلیمنٹ کے وزیروں کو مقرر نہ کر سکے - نیز یہ درخواست بھی تھی - کہ مذہبی اختلافات جو ملکی تنزل کا زبردست سبب ہیں دور کرنے کے لئے پادریوں کی ایک جماعت مقرر کیجائے - یہ جماعت فیصلہ کرے کہ نماز کی کتاب" میں کیا کیا اصلاحیں ہونی چاہئیں - چارلس نے ان باتوں کے منظور کرنے سے اس خیال کی بنا پر انکار کر دیا - کہ کامنز اُس کے خلاف اور لارڈز اُس کے موافق ہیں - اسپر پارلیمنٹ کے پانچ ممبروں کی ترغیب سے شہر کے لوگ بشپوں اور لارڈوں کو دھکانے کے لئے جمع ہوئے - بادشاہ نے پانچوں ممبروں کو مجرم گردانا - اور دغا باز ٹھیرایا - ہاؤس آف کامنز نے اُن کو بادشاہ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا - بادشاہ پارلیمنٹ میں گیا - وہ ممبر وہاں موجود نہ تھے - صبح کو اُسے معلوم ہوا کہ پانچوں ممبر شہر میں ہیں - اُس نے اہل شہر سے کہا کہ اُنکو بادشاہ کے حوالہ کیا جائے لیکن اہل شہر نے انکار کر دیا - اور اُسوقت سے بادشاہ اور کامنز میں کُھلم کُھلا دشمنی پیدا ہو گئی *

چونکہ کامنز کو بادشاہ پر اعتبار نہیں رہا تھا - اسلئے انہوں نے بادشاہ سے

یہ مطالبہ کیا کہ وہ ملیشیا فوج کے افسروں کے مقرر کرنیکا اختیار پارلیمنٹ کو دیدے۔ انگلستان میں اُس زمانہ میں کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ بلکہ ملک کے سارے لوگ سال میں چند ہفتے باری باری سے فن حرب کی مشق کرتے اور پھر اپنے کاروبار میں لگ جاتے تھے۔ جب کوئی ہنگامہ ہوتا یا کوئی غنیم چڑھائی کرتا تو یہی فوج مقابلہ کرتی تھی۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ کو یہ اختیار دینے سے انکار کر دیا۔ وہ یورک چلا گیا۔ اور وہاں اپنے طرفداروں کو جمع کرنے لگا۔ جو لوگ ملک کے خیرخواہ نہیں تھے۔ وہ اُسکی طرف ہو گئے۔ اُن میں بہت سے کامنز اور بہت سے لارڈ بھی تھے۔ آخر کار اگست سنہ ۱۶۴۲ء میں چارلس نے شاہی جھنڈا نوٹنگھم کے مقام گاڑ دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھا۔ کہ بادشاہ پارلیمنٹ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے۔ جن لوگوں نے بادشاہ کی طرفداری کی وہ کیولیئر یعنی "شہسوار" کہلائے۔ اور جو مخالف تھے وہ طنزاً راونڈ ہیڈ یعنی "گول سر والے" +

انگلستان میں سول وار یعنی خانہ جنگی ۔ یا یوں کہو کہ محبِّ ملک جماعت اور بادشاہ میں جنگ و جدل۔ جنگ شروع ہوئی۔ کبھی شاہی جماعت غالب رہی کبھی محبّان ملک کی جماعت سنہ ۱۶۴۳ء میں محبّان ملک کی جماعت میں سے ہیمپڈن اور شاہی جماعت میں سے فاکلینڈ مارا گیا۔ سنہ ۱۶۴۴ء میں محبّان ملک نے سکاٹلینڈ کی فوج کی مدد سے شاہی فوج کو شکست فاش دی۔ اُسوقت سے بادشاہ کی ہار ہوتی رہی +

اُسوقت خود محبّان ملک کی جماعت اختلاف پیدا ہونیکا اندیشہ ظاہر ہوا۔ محبّان ملک میں بعض لوگ عقیدے کے لحاظ سے پریسبیٹیرین تھے جو چاہتے تھے کہ کوئی بشپ کلیسیا میں مقرر نہ کیا جائے۔ بعض انڈیپینڈینٹ تھے جو چاہتے تھے۔ کہ ہر کلیسیا اپنے لئے اپنا مذہبی عقیدہ مقرر کرے۔ اور جو طریقہ اُس کی رائے میں مناسب ہو۔ اُسی کے لحاظ سے خدا کی پرستش کرے۔ اس فریق کا سرغنہ

اور لیڈر کراموِل تھا۔ سِول وار کی ابتدا ہوتی ہے۔ وہ محبّان ملک کی فوج میں کپتان مقرر کیا گیا۔ اُس نے اس مذہبی اختلاف کے مٹانے کی یہ تدبیر سوچی کہ جو شخص عمدہ اور جانباز سپاہی ہو۔ وہی فوجی عہدہ پر مامور کیا جائے۔ خواہ اُس کا عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طریقہ میں پارلیمنٹ کے ممبر چنے جائیں پریسبیٹیرین جماعت اس بات کے خلاف تھی۔ اور خوف تھا کہ بادشاہ کی طرفدار ہو جائے۔ بہت سے سپہ سالار اسی فرقہ کے تھے۔ پس محب ملک کراموِل نے یہ تجویز پارلیمنٹ میں منظور کرائی۔ کہ کوئی ممبر پارلیمنٹ فوجی عہدے پر نہ مامور کیا جائے اور یہ کہ فوج میں ایک عہدہ جنرل یعنی سپہ سالار کا ہو۔ اور دوسرا لفٹنٹ جنرل یعنی نائب سپہ سالار کا اس تجویز کے منظور ہوتے ہی ممبران پارلیمنٹ میں سے جو لوگ فوج میں سپہ سالار تھے۔ وہ سپہ سالاری سے دست بردار ہو گئے۔ اگر کراموِل یہ تجویز منظور نہ کراتا تو "محبان ملک" کو بادشاہ کے مقابلہ میں ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑتا۔ اس تجویز کے منظور ہونے سے خود کراموِل فوجی سپہ سالاری سے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن چونکہ وہ سب سے قابل سپہ سالار تھا۔ اس لئے "محبان ملک" نے اُسے علیحدہ نہ ہونے دیا۔ تاہم اُس نے سپہ سالاری کا عہدہ ایک اور فوجی عہدہ دار فیئر فیکس کو دلوایا۔ اور خود نائب سپہ سالاری قبول کی۔ گویا ملک کے نفع کی خاطر اُس نے چھوٹا بنکر رہنا پسند کیا۔ اس اصلاح کے بعد "محبان ملک" کی فوج کا نام نیو موڈل یعنی "جدید نمونہ" رکھا گیا۔ جدید فوج نے ۱۶۴۵ء میں نیسبی کے مقام شاہی فوج کو بالکل تباہ کر دیا۔ چارلس نے بھاگ کر اسکاٹلینڈ میں پناہ لی۔ اسکاٹلینڈ والوں نے اُسے کراموِل کے حوالہ کر دیا۔ کراموِل نے "محبان ملک" کی رائے سے اُسے ہومبی ہاؤس واقعہ نارتھمپٹن شائر میں قید کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد "ہیمپٹن کورٹ" میں۔ وہاں سے بادشاہ کسی ترکیب سے نکلکر بھاگ گیا۔ اور جزیرہ وائٹ میں پہنچا ❋

"محبان ملک" نے اُسکے پاس قاصد روانہ کئے۔ تاکہ جنگ کا خاتمہ کریں۔

اور ملک میں ترقی کے آثار پیدا کرنے کی تدابیر سوچیں۔ بادشاہ قاصدوں سے
مشورہ بھی کرتا رہا ۔ اور دوبارہ جنگ کرنے کے لئے درپردہ تیاریاں
بھی کرتا رہا۔ موسم گرما میں اُسکے طرفداروں نے ویلس میں اور انگلستان کے
مقام کینٹ اور ایسیکس میں ہنگامہ کر دیا۔ اور ایک اسکاچ فوج نے اُسکے
نام سے انگلستان پر حملہ کر دیا۔ چارلس نے جو اسوقت کیرسبرگ قلعہ میں
تھا۔ باغی فوج سے جا ملنے کے لئے کوشش کی۔ مگر نہ جا سکا۔ فیئرفیکس
اور کرامول نے بڑی پامردی کے ساتھ باغی فوج کو دبایا۔ اور اُس کو ایسی
شکست دی کہ اُسمیں سر اُٹھانے کی تاب نہ رہی۔

"محبان ملک" اس بات پر چارلس سے بیحد ناراض تھے کہ اُس نے
ایک فوج اُن کے مقابلہ میں کھڑی کر دی۔ پس فتح کے بعد انہوں نے اسپر
مقدمہ قائم کر کے اُسے قتل کرانا چاہا۔ مگر نہ تو کوئی ایسی عدالت موجود تھی اور
نہ پارلیمنٹ کسی ایسی عدالت کو مقرر کر سکتی تھی۔ پس "محبان ملک" کی جوشیلی جماعت
نے ہاؤس آف کامنز کے ۹۰ ممبروں کو نکال باہر کیا۔ لارڈز نے اس معاملہ سے
بے تعلقی ظاہر کی۔ اسلئے اُن کو بھی پارلیمنٹ سے نکالدیا گیا۔ اور ایک عدالت
"ہائی کورٹ آف جسٹس" یعنی اعلٰے عدالت انصاف کے نام سے قائم کی۔ اور
بادشاہ کو اُسمیں طلب کر کے اُسپر الزام لگایا۔ اور اُس سے صفائی طلب کی۔
مگر اُس نے صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ عدالت نے اُسپر قتل کا فتوےٰ
صادر کیا۔ اور اُسکا سر وائٹ ہال کے سامنے تن سے جدا کیا گیا۔

اس طرح چارلس اور اُسکے مظالم کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ملک میں کرامول کی
رائے سے کامن ویلتھ کے نام سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی۔ لوگوں نے
کرامول سے درخواست کی کہ وہ بادشاہ کا لقب اختیار کرے۔ لیکن اس نے
اُس نے انکار کر دیا۔ البتہ اُس نے لوگوں کے کہنے سے لارڈ پروٹیکٹر یعنی "محافظ
ملک" کا لقب اختیار کیا۔ اور ملک کے نظم و نسق کے لئے پارلیمنٹ مقرر کی۔

جس میں ہاؤس آف لارڈز نہیں تھا۔ بلکہ صرف ہاؤس آف کامنز *

انگلستان کا نامنصف بادشاہ اور انقلاب

یہ بالکل درست ہے کہ جو بادشاہ یا حاکم ساری رعایا کو ایک آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ ایک فرقہ کی طرفداری کرتا اور دوسرے کی نہیں۔ یا جس فرقہ کو وہ پسند کرتا ہے اُسپر زیادہ مہربانی کرتا اور اُسکی ترقی درجات میں کوشاں رہتا ہے۔ وہ منصف نہیں ہے۔ بلکہ جابر و ظالم۔ انگلستان میں شاہ جیمس دوئم بھی اس قسم کا بادشاہ گذرا ہے۔ جس نے سنہ ۱۶۸۵ء سے لیکر سنہ ۱۶۸۹ء تک حکومت کی۔ اُس نے کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد کیتھلک فرقہ کے لوگوں پر بیجا عنایات کرنا شروع کیں *

جیمس کے عہد حکومت کا ایک نہایت ظالمانہ کام یہ ہے۔ کہ جب اُس نے منمتھ کو شکست دینے کے بعد اُسکے طرفداروں کا بُری طرح پر خون کرایا۔ ایک عدالت قایم کی۔ جسکا نام تاریخ انگلستان میں "بلڈی ایسیز" پڑ گیا۔ یعنی محکمہ خونخواری اُس نے جیفریز کو منمتھ کے حامیوں کو سزا دینے کے لئے مامور کیا۔ اُس نے قصبہ ونچسٹر میں ایک بے گناہ بڑھیا عورت کو اس لئے قتل کرایا۔ کہ جن لوگوں کو وہ قتل کرانا چاہتا تھا۔ انہوں نے اُس ضعیفہ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ ڈورچسٹر میں اُس نے ۷۴۔ آدمیوں کو پھانسی دی۔ سمرسٹ شائر میں ۲۳۲ آدمیوں کو قتل کرایا۔ الغرض اُس نے ۳۲۰ آدمیوں کی جان لی۔ اور ۸۴۱ کو جزائر غرب الہند میں جلاوطن کر دیا۔ اس ظالمانہ خدمت کے صلہ میں جیمس نے جیفریز کو لارڈ چینسلر کے عہدے پر ترقی دیدی *

جیمس کیطرف سے سب سے اول خلاف قانون کام یہ ہوا۔ کہ بحری جنگی محصول جو شاہ چارلس اول نے ایک مہم کیواسطے لگایا۔ اور اُٹھایا گیا تھا۔ اپنے لئے بھی جاری

رکھا۔ اور وہ بھی بلا منظوری پارلیمنٹ کے +

جب جیمس کو سمتھ کے حامیوں کے قتل کرانے سے فرصت ہوئی۔ تو اُس نے کھلم کھلا کیتھلک لوگوں کو دیگر مذاہب کے لوگوں پر فوقیت دینا چاہی۔ اُس نے ہیلی فکس کو پریوی کونسل سے علیحدہ کر دیا اور جیفریز کو لارڈ چینسلر بنا دیا +

اگرچہ جیمس دل سے چاہتا تھا۔ کہ کیتھلک لوگوں کو زیادہ تعداد میں یا اگر ممکن ہو۔ تو سب ہی اعلےٰ عہدے دیدیے۔ لیکن اُس کے اس ارادے میں ۱۶۷۳ء کا ٹیسٹ ایکٹ ہارج تھا۔ اس قانون کا منشا یہ تھا۔ کہ کیتھلک لوگوں کی تعداد ملکی ملازمت میں زیادہ نہ ہونے پائے۔ فوجی اور ملکی آسامیوں پر تقرر کے وقت دینی طور پر لوگوں کی آزمائش کی جاتی تھی۔ جس قانون کی رو سے یہ آزمائش کی جاتی تھی۔ اُس کا نام ٹیسٹ ایکٹ رکھا گیا +

گو جیمس اس قانون کو بلا منظوری پارلیمنٹ کے نہیں توڑ سکتا تھا۔ تاہم اُس نے اپنے ارادے کو اور طرح تقویت دی۔ اُس نے خیال کیا کہ بادشاہ کو اس قدر اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی پرائیویٹ شخص کو ٹیسٹ ایکٹ کی شرائط پورا کئے بغیر کوئی آسامی دے سکتا ہے۔ اس خیال سے اُس نے ایک کیتھلک سر ایڈورڈ ہیلز کو فوج میں ایک آسامی پر مامور کر دیا۔ اور پھر اس کارروائی کو قانوناً جائز کرنے کے لئے ایک شخص سے "ٹیسٹ ایکٹ" کی خلاف ورزی کا دعوےٰ کرا دیا۔ ججوں نے جن کو جیمس برخاست کر سکتا تھا۔ اس دعوے میں جیمس کے موافق حکم صادر کیا۔ مگر جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ تو لوگوں نے اس خوف سے کہ کہیں جیمس کی جرأت ترقی کر جائے۔ اور سارے عہدے کیتھلک فرقہ والوں کو دیدے۔ یہ اعتراض کیا کہ آئندہ بادشاہ کو قانون کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ جیمس اس بات پر ناخوش ہو گیا۔ اور اُس نے پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اُس کے بعد ہی جیمس نے ایک کیتھلک میسی نامی کو کرائسٹ چرچ آکسفورڈ کا ڈین بنا دیا +

پھر جیمس نے ٹیسٹ ایکٹ کے عمل درآمد کو بیکار کرنے کے لیے ایک عدالت
موسومہ "اکلازیاسٹیکل کمیشن" یا یوں کہو کہ دینی عدالت قائم کی جس کا افسر اعلیٰ
جیفریز مقرر کیا گیا۔ ساتھ ہی اُس نے لنڈن کے لوگوں پر رعب جمانے کے
لیے ۱۳ ہزار فوج کی چھاؤنی "ہنسلو ہیتھ" میں قائم کی۔ اور کیتھلک لوگوں کو عہدے
دینے شروع کئے۔ کلیرنڈن کو آئرلینڈ کے نائب سلطنت کی آسامی سے واپس
بلا کر اُس کی جگہ ٹرکونل کو مقرر کر دیا۔ اور روچسٹر کو جس نے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے
سے انکار کر دیا تھا۔ وزیر خزانہ کے عہدے سے علیحدہ کر دیا۔ ۱۶۸۶ء میں دینی
عدالت نے لنڈن کے اسقف کومپٹن کو معطل کر دیا۔ پھر کیمبرج یونیورسٹی کے
وائس چانسلر کو اس بات پر برخاست کر دیا۔ کہ اُس نے بینی ڈکٹائن فرقہ کے
ایک راہب کو ایم۔ اے کی ڈگری کیوں عطا نہیں کی۔ وائس چانسلر قانوناً
ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جیمس نے اکسفورڈ یونیورسٹی کے موڈلین کالج کے
فیلوز پر ہاتھ صاف کیا۔ اس کالج کے پریسیڈنٹ کی آسامی خالی ہوئی جیمس
نے فیلوز سے کہا کہ وہ ایک کیتھلک فارمر نامی کو اُس آسامی کے لیے منتخب
کریں۔ مگر فیلوز نے انکار کر دیا۔ اور جان ہف کو منتخب کیا۔ اسپر بادشاہ نے کہا۔
کہ ہف کو نہیں۔ بلکہ اکسفورڈ کے بشپ پارکر کو منتخب کیا جائے۔ مگر فیلوز نے کہا
کہ ہف کا انتخاب جائز طریقہ میں ہو چکا ہے۔ اسپر جیمس نے اُن فیلوز کو علیحدہ
کر کے اُن کی جگہ کیتھلک لوگوں کو مقرر کیا۔ اس سے انگلستان کی کلیسیا اور یونیورسٹیاں
دونوں ہی جیمس کے خلاف ہو گئیں۔

جیمس نے ۱۶۸۷ء میں پروٹسٹنٹ اور کیتھلک دونوں فرقوں کے لوگوں
کو تخلیہ میں بلا کر کہا کہ "ٹیسٹ ایکٹ" کو منسوخ کر دیا جائے۔ مگر پروٹسٹنٹ فرقہ
والوں نے صاف انکار کر دیا۔ پس جیمس نے ایک فرمان موسومہ "ڈکلیریشن
آف انڈلجینس" جاری کیا۔ جس کا منشا یہ تھا۔ کہ اُس کی ساری رعایا خواہ ڈسنٹر
ہوں۔ یا کیتھلک یا اور کوئی اپنی مرضی کے مطابق عبادت کر سکتی۔ اور بلا حلف

اٹھائے یا "ٹسٹ ایکٹ" پر عمل کئے بغیر ملکی اور فوجی آسامی حاصل کر سکتی ہے جیمس کو اُمید تھی کہ ڈیسنٹر فرقہ والے اس فرمان سے اُس کے طرفدار ہو جائینگے۔ لیکن اُنہوں نے یہ سمجھ کر کہ اس فرمان سے بادشاہ کا اختیار بڑھ جائیگا۔ اور وہ اُس اختیار کو بیجا طور پر استعمال کر سکے گا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی طرفداری کی۔ کہ جیمس کی۔ اگر جیمس کل فرقوں کو آبادی کے لحاظ سے آسامیاں دیتا تو کسی کو بھی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن وہ تو کیتھلک فرقہ والوں کو زیادہ تعداد میں آسامیاں دینا چاہتا تھا۔ اُسکا یہ فعل خلاف انصاف اور سراسر ظلم تھا۔

دو سال تک پارلیمنٹ کا اجلاس نہیں ہوا۔ جیمس نے پارلیمنٹ سے ڈکلیریشن کو اس طریقہ میں تصدیق کرانا چاہا۔ کہ اُسنے صوبوں کے حکام کو حکم دیا کہ وہ ایسے کیتھلکوں اور نان کنفرمسٹوں کی فہرستیں تیار کریں۔ جو پارلیمنٹ کی ممبری کے لائق ہوں۔ ساتھ ہی اُس نے مجسٹریٹوں کو حکم دیا کہ جو امیدوار پارلیمنٹ کی ممبری کے بادشاہ کی رائے کے موافق ہوں اُن کی نامزدگی میں مجسٹریٹوں کو مدد دینی چاہیئے۔ مگر مجسٹریٹوں اور صوبہ کے حکام میں سے بہتوں نے تو ان حکام کا جواب ہی نہ دیا۔ اور بہتوں نے استعفا دیدیا۔ جن کی جگہ جیمس نے کیتھلک لوگوں کو مقرر کر دیا۔ اور جن شہروں کو جیمس نے اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا۔ اُن کے قوانین میں ترمیم کر ڈالی۔

سنہ ۱۶۸۸ء میں جیمس نے یہ حکم جاری کیا۔ کہ سارے گرجوں میں "ڈکلیریشن آف انڈلجنس" پڑھکر سنایا جائے۔ اور دو اتواروں کو سنایا جائے۔ اس کے جواب میں سات اسقف صاحبان نے جن میں سے ایک کنٹربری کے صدر اسقف مین کروفٹ صاحب بھی تھے۔ ایک درخواست جیمس کی خدمت میں روانہ کی کہ اس سے گرجوں کے اماموں کو معاف رکھیں۔ اس درخواست کے جواب میں جیمس نے کہا "یہ درخواست تو بغاوت کا اعلان ہے"۔ اور اُن ساتوں اسقفوں کو لندن ٹاور میں قید کر دیا۔ تین ہفتے بعد اُن پر بادشاہ کی ہتک کا مقدمہ دائر

کیا گیا۔ ناظ جوں نے اُن کو بری کر دیا۔ اُس کی خوشی میں لنڈن میں رات کو روشنی کی گئی +

جس دن اسقف صاحبان رہا کیے گئے۔ اُسی رات کو لوگوں نے جو جیمس سے تنگ آ گئے تھے۔ اور اُسے معزول کرنا چاہتے تھے۔ امیر البحر ہربرٹ کو شاہزادہ ولیم آف اورینج کے پاس جنہے "ٹیسٹ ایکٹ" کے توڑے جانے کی سخت مخالفت کی تھی۔ یہ پیغام دیکر روانہ کیا کہ وہ معہ فوج کے آتے اور انگلستان کی قومی آزادی اور حقوق کی حفاظت کرے۔ ہم اُسے بادشاہ قبول کرتے ہیں۔ ولیم اس درخواست کو تین سخت مشکلات کے باعث قبول نہیں کر سکتا تھا۔ مگر یہ تینوں شکایات خود بخود تھوڑے ہی عرصہ میں دور ہو گئیں۔ اور ولیم ایک فوج لیکر انگلستان میں آ گیا۔ جیمس کی فوج اور بہت سے رفیق اُس سے جا ملے۔ اسوقت جیمس نے دینی عدالت توڑ دی۔ موڈلین کالج کے فیلوز کو بحال کر دیا۔ لنڈن کے فرمان کو واپس دیدیا۔ کئی کیتھلکوں کو برخاست کر دیا +

جیمس نے ولیم کا مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر اسکا سپہ سالار چرچل اُس سے پھر گیا۔ اسوقت جیمس کو مایوسی ہوئی۔ اُس نے اپنی ملکہ اور شاہزادہ کو امن سے ایک محفوظ جگہ بھیجدیا اور خود انگلستان سے بھاگ گیا۔ مگر گرفتار کرکے ولیم کے پاس حاضر کیا گیا۔ ولیم اُسے سزا دینا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اِس سے اور بُرے نتائج پیدا ہوتے۔ تاہم اُس نے اُسے پھر بھاگ جانے کا موقع دیا۔ اور وہ بھاگ گیا۔ اور فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردہم کے پاس پہنچا۔ جس نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ انگلستان میں واپس نہیں آیا۔ بلکہ غیر ملک میں ہی فوت ہو گیا +

ولیم نے لنڈن پہنچکر پارلیمنٹ کو فراہم کرکے اُس کی رائے سے ایک مجلس قائم کی یہ جنوری ۱۶۸۹ء کا واقعہ ہے۔ ولیم ملک کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد میری اور ولیم دونوں مشترکہ فرمانروائے برطانیہ تسلیم کیے گئے۔ اور لوگوں کے حقوق کی بابت ایک قانون مرتب کیا گیا۔ جسکا نام "ڈکلیریشن آف رائٹس" یعنی تعین حقوق

رکھا گیا۔ اسکا منشا یہ ہے۔

۱۔ بے بنیاد اختیار جس کی رو سے کسی کو معزول یا برخاست کیا جائے۔ جیسا کہ گزشتہ ایام میں ہوتا رہا ناجائز ہے۔

۲۔ دینی عدالت اور اسی قسم کی دیگر عدالتیں ناجائز ہیں۔

۳۔ بلا منظوری پارلیمنٹ اور استحقاق جتا کر ٹیکس لگانا یا روپیہ طلب کرنا ناجائز ہے۔

۴۔ بلا منظوری پارلیمنٹ زمانۂ امن میں ایک مستقل فوج رکھنا ناجائز ہے۔

۵۔ رعایا کو بادشاہ کی جناب میں درخواست پیش کرنیکا حق حاصل ہے۔

۶۔ ممبران پارلیمنٹ کا انتخاب آزادانہ طریقہ میں ہونا چاہئے۔

۷۔ پارلیمنٹ میں آزادی کے ساتھ تقریر کرنا یا مباحثہ کرنے سے متعلق پارلیمنٹ کے باہر یا کسی عدالت میں کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۸۔ جرمانہ بھاری یا بہت بڑی رقم میں نہیں لگانا چاہئے۔ اور بغاوت کے جرم کی سماعت کرنیوالے جج آزاد ہوں۔

۹۔ ہر قسم کی شکایات کے رفع کرنیکے لئے اور قوانین کو تقویت دینے کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس وقتاً فوقتاً ہونا چاہئے۔

۱۰۔ ولیم اور میری انگلستان کے فرمانروا تسلیم کئے گئے۔ اور جو لوگ کہ کیتھلک ہیں یا کیتھلک کے ساتھ شادی کریں۔ وہ انگلستان کے فرمانروا نہیں ہو سکتے۔ ولیم اور میری کے بعد تاج و تخت کے وارث اُن کی اولاد بشرطیکہ کوئی ہو ہونی چاہئے۔ اگر اُن کے اولاد نہ ہو تو وارث تاج و تخت شاہزادی اینی اور اُس کی اولاد ہونی چاہئے۔ اور اگر اینی کی بھی اولاد نہ ہو تو وارث تاج و تخت ولیم کی دوسری بیوی کے بچے ہونے چاہئیں۔

جو انقلاب کہ جیمس کے زمانہ میں ہوا اُس سے تین باتوں کا ظہور ہوا (۱) اسٹوئرٹ خاندان کے فرمانرواؤں کا یہ اصول کہ بادشاہوں کو خدائی حق حاصل ہے مٹ گیا۔ کیونکہ ولیم اور میری کا انتخاب کے ذریعہ بادشاہ بنایا جانا جنکا فرمانروا رہنا پارلیمنٹ کی مرضی

پر منحصر تھا۔ اس خدائی حق کے خلاف تھا۔ (۲) اُس سے انگلستان میں ایک قانونی نظام حکومت کی ازسر نو بنیاد ڈالی گئی۔ جسے اسٹوارٹ خاندان کے فرمانروا ہمیشہ مٹانا چاہتے تھے (۳) پارلیمنٹ کی اصلی حکومت کا آغاز ہوا۔ انقلاب سے بیشتر قومی حکمت عملی کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ مگر انقلاب کے بعد اُسکا انحصار پارلیمنٹ کی مرضی پر ہو گیا +

انگلستان کی رعایا جیمس کی سختیوں اور جبر و تعدّی کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہی۔ لیکن جب جرمنی اسپین۔ سویڈن۔ ہالینڈ اور برانڈن برگ کے فرمانرواؤں نے ۱۶۸۶ء میں فرانس کی ملکر مخالفت کی۔ تو جیمس نے خلاف امید اور خلاف اصول فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردہم کے ساتھ دوستی کر لی۔ اور انگلستان کی فوج کو جو مدتوں سے ہالینڈ میں تھی۔ واپس بلانے کے لیے حکم دیدیا۔ اس فوج کے صرف تھوڑے سے سپاہیوں اور ۶ افسروں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر باقی شاہزادہ ولیم کے ہمراہ رہ گئے۔ اس واقعہ سے انگلستان کی رعایا جیمس سے بالکل ناخوش ہو گئی +

اس حکم کے ساتھ ہی لوگوں کو معلوم ہوا کہ جیمس کے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس بیٹے کی خوشی کا جشن منایا۔ مگر کسی پروٹسٹنٹ کو اس میں شریک نہ کیا۔ یہاں تک شاہزادی این کو بھی نہ بلایا۔ بلکہ سارے کیتھلکوں کو شریک جشن کیا۔ لوگوں کو اس سے یہ یقین ہو گیا۔ کہ نئے شاہزادے کی تعلیم و تربیت کیتھلک طریقہ پر کیجائیگی۔ اس سے رعایائے انگلستان کو بہت سی دقتوں کا سامنا ہوگا۔ پس اُن کی ناخوشی کی انتہا نہ رہی +

ان دونوں اسباب نے رعایا کو شاہزادہ ولیم کے بلانے کے لئے آمادہ کر دیا۔ اور آخر کار اس شاہزادہ کو انگلستان کے قوانین اور آزادی کے قائم رکھنے کیخاطر سے بلایا گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا۔ کہ شاہ جیمس کو ملک چھوڑنا پڑا +

سوئٹزرلینڈ کو آزادی کیسے نصیب ہوئی؟

یورپ میں سوئٹزرلینڈ وہ ملک ہے۔ جس میں سب سے پہلے جمہوری سلطنت قائم کی گئی۔ ایک زمانہ میں یہ ملک جس کے باشندے بالطبع آزادی پسند ہیں۔ شاہ شارلیمین کے قبضہ میں آگیا۔ شارلیمین کا جانشین کاؤنٹ روڈولف ساکن ہیپسبرگ ہوا۔ جو آسٹریہ کا نواب بھی تھا۔ روڈولف اور اُسکے ماتحت حکام نے اہل سوئٹزرلینڈ پر بڑا ظلم کیا۔ اُن کو ہر طرح ستاتے اور دُکھ دیتے رہے۔ اُن کی جان و مال اور آبرو کو پامال کرتے رہے۔ اہل سوئٹزرلینڈ اُسوقت تک برداشت کرتے رہے۔ جب تک کہ اُن میں آزادی کا قومی جذبہ جوش میں نہ آگیا +

سوئٹزرلینڈ کے صوبہ انٹروالڈین کا ایک باشندہ ولیم ٹیل تھا۔ جس کے ایک بیٹا والٹر ٹیل تھا۔ ایک دن وہ معہ اپنے بیٹے کے جو بچہ ہی تھا۔ صوبہ اُری کے شہر الٹ ڈرف میں اپنے خسر والٹر برسٹ سے ملنے کے لئے گیا۔ جب وہ شہر میں بازار میں پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ آسٹریہ کے سپاہی ایک لکڑی کے اوپر ایک ٹوپی کو جو گورنر کی تھی۔ ٹانگے ہوئے گرد اگرد کھڑے ہیں۔ اور ہر شخص اُس ٹوپی کے آگے تعظیماً سر جھکاتا ہے۔ ولیم ٹیل نے سر نہیں جھکایا۔ جو کوئی ٹوپی کے آگے سر نہیں جھکاتا تھا۔ یا تو اُسکا مال ضبط کر لیا جاتا تھا۔ یا اُسکا کوئی عضو کاٹا جاتا تھا۔ اور یا اُسے جان سے مار ڈالا جاتا تھا۔ جب ولیم ٹیل اُن کے نزدیک پہنچا۔ تو وہ کہنے لگے کہ اس ٹوپی کو سلام کرو۔ اور اُسکے آگے سر جھکاؤ۔ ولیم ٹیل نے یہ کہا۔ کہ انسان کو تو سب سلام کرتے اور کراتے ہیں۔ مگر ٹوپی کو سلام کرنا یا کرانا اور اُسکے آگے سر جھکانا یا جھکوانا بے معنی

بات ہے۔ اس لئے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ سپاہی اُسے پکڑ کر گیسلر (گورنر) کے
پاس لے گئے۔ جو بڑا ظالم تھا۔ جب اُس نے سارا ماجرا سن لیا۔ تو اُس کے
غصے کی انتہا نہ رہی۔ اور کہنے لگا کہ اس دہقانی نے میری بڑی بے ادبی کی ہے۔
دیکھو تو اسے اسکا کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔ اُس نے ولیم سے ٹوپی کے آگے سر
نہ جھکانے کی وجہ دریافت کی۔ ولیم نے جواب دیا کہ "میں نے جو کچھ کیا وہ عدم
واقفیت اور نادانی سے۔ معاف کیجئے۔ اگر مجھ میں عقل ہوتی۔ تو میرا نام ٹیل نہ
ہوتا"۔ پھر اُس نے ولیم ٹیل سے اُسکا نام و پتہ دریافت کیا۔ نام سنتے ہی اُسے یاد
آگیا اور ظالمانہ تجویز اُسکے دل سے دوچار ہوئی جو یہ تھی۔ کہ ولیم ٹیل اپنے فرزند دلبند
کے سر پر ایک سیب رکھے اور اسّی قدم کے فاصلہ سے اُس سیب کو تیر کے
ذریعہ اُڑائے۔ تب اُسکی خطا معاف ہوگی۔ اگر نشانہ خطا گیا تو اُسے سزا دی
جائیگی۔ اگر انکار کرے تو اُسے اور لڑکے دونوں کو قتل کیا جائیگا۔ بیچارے ولیم
کی وہی مثل ہوئی کہ "قہر درویش بجان درویش"۔ اگر نشانہ خطا گیا تو سزا ملیگی
اگر تیر لڑکے کے لگا تو بیٹا ہاتھ سے جائیگا۔ آخرکار وہ راضی ہوگیا۔ مگر اُس نے دو
تیر لئے۔ اس ارادے سے کہ اگر ایک تیر سے لڑکا ہلاک ہوگیا۔ تو دوسرے
تیر سے گیسلر کو ہلاک کردے۔ اور لڑکے کے سر پر سیب رکھکر ۸۰ قدم کے
فاصلے سے تیر سر کیا۔ فضل خدا سے تیر سیب ہی میں لگا۔ اور باپ بیٹوں کی
جان سلامت رہ گئی۔ اُسوقت گیسلر نے ٹیل سے دریافت کیا۔ کہ اُس نے
دوسرا تیر کیوں لیا تھا۔ ٹیل جواب دیتے وقت گھبرا گیا۔ گیسلر کو اس سے کچھ
شبہ ہُوا۔ اُس نے ذرا زور ڈالکر سبب دریافت کرنا چاہا۔ ٹیل نے کہا۔ کہ دوسرا
تیر تمہارے لئے تھا۔ پس گیسلر نے ٹیل کو گرفتار کراکر اور اُسکے ہاتھ پاؤں بندھوا
کر ایک کشتی میں ڈلوا دیا۔ اور خود اُسے ایک قلعہ میں قید کرنے کے لئے روانہ
ہُوا۔ سمندر میں کشتی تیز ہوا کے باعث ڈگمگانے لگی۔ لوگ جانتے تھے۔ کہ ٹیل
بڑا عمدہ ملاح ہے۔ پس اُن کی رائے سے گیسلر نے ٹیل کے ہاتھ پاؤں کھولکر

کشتی چلانے کا حکم دیا۔ ٹیل کشتی کو چلاتے ہوئے سلامتی کے ساتھ کنارے کے پاس لے پہنچا۔ اور کشتی میں سے کود کر اُس نے کشتی کو اندر کو دھکا دیدیا۔ اور خود جنگل میں بھاگ گیا۔ گیسلر اور اُن کے ساتھیوں نے کشتی کو بمشکل سنبھالا اور اس سے اُتر کر ٹیل کی تلاش میں گئے۔ ٹیل ایک غار میں چھپا ہوا تھا جب گیسلر اُس کے پاس سے گذرا۔ تو ٹیل نے تیر سے اُسکا کام تمام کر دیا +

ولیم ٹیل کے واقعہ سے پیشتر ایک مرتبہ گیسلر گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ ایک عمدہ مکان کے پاس سے گذرتے ہوئے اُسنے دریافت کیا کہ وہ مکان کس کا ہے؟ مالک مکان وزیر اسٹوفاخ نے ڈر کر یہ جواب دیا کہ "یہ مکان بادشاہ کا ہے اور آپکا بھی وہ میری ملکیت ہے"۔ گیسلر نے کہا کہ "کسانوں کو میری اجازت بغیر مکان نہیں بنانا چاہئے۔ اور نہ اُن کو ایسی خود مختاری کے ساتھ رہنا چاہئے کہ وہ میرے حاکم سمجھے جائیں"۔ اسٹوفاخ نے یہ ماجرا والٹر فرسٹ اور اُس کے دوست ارنلڈ سے بیان کیا۔ تینوں نے یہ قرار دیا۔ کہ فوج جمع کر کے اسٹریہ والوں سے ملک کو رہائی دلائی جائے +

ولیم ٹیل نے گیسلر کے قتل کے بعد واپس جا کر لوگوں سے سارا ماجرا بیان کیا جسے سنکر اُن کے دُکھے ہوئے دل غصّہ کے مارے بھڑک اُٹھے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کیجائے۔ ۳۳ بہادروں اور محبّان وطن نے رات کو چراگاہ رُتلی میں جو جھیل لوسرن کے کنارے ہے۔ ایک مجلس میں یہ قرار دیا۔ کہ اب ضرور آزادی کے لیئے کوشش کیجائے۔ چاہے اس میں جان تک کیوں نہ گنوانی پڑے۔ اس مجلس میں ولیم ٹیل بھی شریک تھا۔ یہ ماہ نومبر ۱۳۰۷ء کا واقعہ ہے +

ان ۳۳ محبان ملک کے سرغنہ تین شخص بنے جن کے نام یہ ہیں:۔ والٹر فرسٹ ساکن صوبہ اُری۔ ورنر اسٹوفیچر ساکن صوبہ سوٹزر۔ ارنلڈ ڈی میلشتل ساکن صوبہ انٹروالڈین ہوا دئ رُتلی ہیں ان ۳۳ جانبازوں اور آزادی کے فدائیوں

نے ننگے سر ہو کر اور اپنے دائیں ہاتھ جو آزادی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔
اٹھا کر یہ عہد کیا کہ آزادی حاصل کرنے اور اہل آسٹریہ کے ظلم وستم سے ملک
سوئٹزرلینڈ کو مخلصی دلانے کے لیئے تن من دھن سے کوشش کیجائے۔
اور اس مدعا کے حصول کے لیئے جان تک قربان کردیجائے۔ گویا آزادی کی
کوشش پر خون کی مہریں لگادی گئیں۔

مثل مشہور ہے کہ "مرتا کیا نہ کرتا" جب کوئی شخص کسی کے ظلم وجبر سے تنگ
آجاتا ہے۔ تو وہ اس مثل پہ کاربند ہوتا ہے کہ "تنگ آمد بجنگ آمد" ایسی حالت
میں مظلوم چاہے کتنا ہی کمزور ہو۔ اور ظالم کتنا زور آور لیکن مظلوم جانبازی پر آمادہ
ہوجاتا ہے۔ بقول شیخ سعدی۔

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود   برآرد بچنگال چشم پلنگ

آزادی کے لیئے اوّل تین صوبوں نے کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے
متاثر ہو کر اور صوبے بھی شریک ہوگئے۔ اور سب سے پہلی فتح جو سوئٹزرلینڈ کی
محب ملک جماعت نے ظالم آسٹریہ والوں پر حاصل کی۔ وہ سیمپاخ کی جنگ
میں حاصل کی تھی۔

اس جنگ میں محبان ملک کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور مخالفوں کی تعداد بہت
زیادہ۔ اُن پر غالب آنا ناممکن سا معلوم ہوتا تھا۔ اسوقت محبان ملک میں سے
ایک شخص ارنلڈ اسٹروٹفن نے یہ تجویز پیش کی۔ میں آسٹریہ کی صف پر حملہ کرتا
ہوں۔ اور اُسے چیرتا ہؤا چلا جاؤنگا۔ تم لوگ میرے پیچھے لگے چلے آنا۔ پس
یہ شخص ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ آور ہؤا۔ اور آسٹریہ والوں کی بہت سی برچھیاں
چھین کر کے توڑ ڈالی ہیں۔ اور اگرچہ بہت سی برچھیاں اُسکے جسم میں در آئیں۔
لیکن وہ صفوں کو چیرتا چلا گیا۔ اور جانباز اُن کے پیچھے گھس گئے۔ اور اس
طرح آسٹریہ والوں پر فتح حاصل کرلی۔

رفتہ رفتہ محبان ملک کی جماعت میں سوئٹزرلینڈ کے ۸ صوبے شامل ہوگئے۔

اور جنگ میں جو متواتر جاری رہی۔ محبانِ ملک اپنے مخالفوں پر غالب آتے رہے یہاں تک کہ مجبور ہو کر اہلِ آسٹریہ نے صلح کر لی۔ آخر کار محبانِ ملک کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگرچہ اہلِ سوئٹزرلینڈ کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہو گئی۔ لیکن اُس نے مخالفوں کی کئی گُنا جماعت کو ہلاک کیا۔ آخر کار ۱۹۲ سال کی مسلسل جنگ کے بعد ۱۴۹۹ء میں وادیٔ رُکلی کے مقام پر اہلِ آسٹریہ نے سوئٹزرلینڈ کو عہد نامۂ بیل کی رو سے آزاد قرار دیا۔ اور ملک میں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی۔ جو اب تک چلی آتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ سوئٹزرلینڈ کی محبانِ ملک کی جماعت نے اس امر کا بے نظیر ثبوت دیدیا کہ

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

ایک اطالین محبِّ ملک

فرانسسکو کرسپی یہ اطالین مدبّر ۱۸۱۹ء میں جزیرہ سسلی میں پیدا ہُوا۔ ۱۸۴۶ء میں اُس نے نیپلز میں وکالت شروع کی جب سسلی میں "انقلاب" شروع ہُوا۔ تو وہ بعجلت تمام وہاں پہنچا۔ اور انقلاب پسندوں کی حمایت کی۔ مگر آخر کار جب وہاں شاہی حکومت از سر نو قائم ہوئی تو وہ خوف کے مارے پیڈمونٹ چلا گیا۔ چونکہ وہ اٹلی کے مشہور محبّ ملک میزینی کا ہم خیال اور اُس سازش میں شریک تھا جو میزینی سے منسوب کیجاتی ہے۔ اسلئے اُسے پیڈمونٹ سے نکالدیا گیا۔ اسپر اُس نے جزیرہ مالٹا میں پناہ لی۔ اور وہاں سے بھی بھاگ کر فرانس میں۔ اور جب وہ فرانس سے بھی نکالا گیا۔ تو میزینی کے پاس لندن چلا گیا۔ جہاں وہ اٹلی کی آزادی کےلئے کوشش کرتا رہا۔ لندن سے اُس نے پیڈمونٹ کے مظالم پر ایک رسالہ شائع کیا۔ جس میں اپنے کو جمہوری سلطنت کا حامی اور قومی اتحاد کا طرفدار بتایا۔ اور ۱۵۔ جون ۱۸۵۹ء کو اٹلی واپس آگیا ✤

اُس نے سال بھر میں دو بار بھیس بدلکر سسلی کے شہروں کا دورہ کیا۔ اور ہنگامے کےلئے لوگوں کو آمادہ کیا جو ۱۸۶۰ء میں واقعہ ہُوا تھا۔ پھر جینوا جاکر اُس نے ایک ہزار جوانوں کی فوج بھرتی کی اور ۵ مئی ۱۸۶۰ء والی مہم روانہ کی۔ اور مارسالہ پہنچکر اُس نے اُس فرمان کو جاری کیا۔ جسکی رو سے جیرا بالڈی سسلی کا ڈکٹیٹر مشتہر کیا گیا۔ اسکے بعد کرسپی جزیرہ سسلی کی عارضی گورنمنٹ کا وزیر معاملات داخلہ اور وزیر مال مقرر کیا گیا۔ جب جیرا بالڈی اور کیوور میں اختلاف رائے ہُوا۔ تو کرسپی وزارت سے علیحدہ ہو کر جیرا بالڈی کا سکرٹری

بنایا گیا۔ اس عرصہ میں اٹلی کی فوج نے چڑھائی کی اور سسلی کے دو شہر اٹلی میں ملحق کر لئے۔ اسوقت کرسپی مقام کپریرہ میں چلا گیا۔ اور کچھ عرصہ تک بہت سے معاملات میں مصروف رہا۔ آخرکار ۱۸۷۷ء میں مجلس وزرا کا میر مجلس قرار دیا گیا۔ اس حیثیت سے وہ لنڈن۔ پیرس اور برلن گیا۔

جب شاہ وکٹر عمانوئیل فوت ہوا تو کرسپی کی رائے سے ایسی بادشاہت قائم کی گئی۔ جو کسی کی طرفدار نہ تھی۔ اور شاہ ہمبرٹ اول اٹلی کے تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد کچھ اور معاملات میں مصروف رہ کر کرسپی وزارت سے دستبردار ہو گیا۔ پھر نو سال بعد وہ مجلس وزرا میں شریک ہوا۔ اور آخرکار ۲۹۔ جولائی ۱۸۸۷ء کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔

اُسوقت کرسپی نے اٹلی سے فرانس کا سارا اختیار اُٹھا دینا چاہا۔ اور بسمارک اور انگلستان سے میل کرکے اُس نے اُس عہدنامہ کو منسوخ کرا دیا۔ جو ایک مدت سے فرانس اور اٹلی میں ہونے کے لئے پیش تھا۔ اُسکے بعد اُس نے اٹلی میں حفظ صحت اور تجارت کے قوانین کی اصلاح کی۔ اور انتظامی معاملات کو درست کیا۔ ۱۸۹۱ء میں وہ وزارت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر ۱۸۹۳ء میں وہ سسلی کے ہنگامہ وغیرہ کے باعث پھر وزیر کے منصب پر مامور کیا گیا۔ اور اُس نے نہ صرف سسلی کا ہنگامہ ہی فرو کیا۔ بلکہ اُس مالی صدمہ کے اثر کو دور کر دیا جو اٹلی کو سنہ ۹۲-۱۸۹۳ء میں برداشت کرنا پڑا تھا۔ اور اسکی ساکھ از سر نو جما دی۔ اس کے بعد اُس سے اور سپدیکل فرقہ کے سرغنہ کاوالوئی سے جھگڑا ہوا۔ اُس نے کرسپی کو قتل کرانا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔ ۱۸۹۵ء میں انتخاب کے موقع پر کرسپی ہی وزیر منتخب کیا گیا۔ مگر جب ایک سال بعد حبش میں اٹلی کی فوج کو شکست ہوئی۔ تو وہ وزارت سے علیحدہ ہو گیا۔ ۱۸۹۷ء میں کاوالوئی نے اسپر غبن کا الزام لگایا۔ کرسپی اس الزام سے بری تو نہ ہو سکا۔ مگر قتل کئے جانے سے بچ رہا۔ اُسپر کرسپی نے پارلیمنٹ کی ممبری سے استعفا دیدیا۔ مگر پھر وہ نیپل سے ۱۸۹۸ء میں ممبر پارلیمنٹ منتخب کیا گیا۔

وہ ۱۲-اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو ۸۱ سال کی عمر میں فوت ہُوا۔

کرسپی بڑا مدّبر تھا۔ اُس کی کوشش سے ملک میں بہت سی اصلاحیں کی گئیں اور بہت سی خرابیاں دور ہو گئیں۔ اُس نے اہل اٹلی میں انتظامی قابلیت پیدا کر دی۔ اُس نے اٹلی کا رتبہ غیر ملکوں کی نگاہ میں بڑھا دیا۔ اور اپنے ملک کو اعلےٰ عروج پر پہنچا دیا۔ کرسپی اپنی ملکی اصلاحوں اور اپنی قابلیت کے لیے اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ حُبّ الوطنی کے لیئے۔ کیونکہ وہ ہر امر میں اہل ملک کا نفع مدنظر رکھتا تھا۔ اُسے اٹلی کے لوگ ایک بے نظیر محبّ ملک جانتے اور مانتے ہیں +
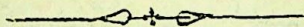
خدا ترس نواب جس نے ہالینڈ کو ظالم کے پنجے سے چھوڑایا

جب برگینڈی کا ڈیوک فوت ہوگیا۔ اور چارلس الملقب "بہ دلیر" جنگ میں مارا گیا۔ تو فرانس کے بادشاہ لوئی یازدہم نے برگینڈی کو جو نیدرلینڈز کا ایک حصّہ تھا اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ پھر دوسرے حصّے یعنی ہالینڈ پر دست دراز کیا۔ چارلس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اُسکا نام میری تھا۔ اُسکو شادی "ہولی رومن امپائر" کے فرمانروا میکسی میلین کے ساتھ ہوئی۔ اور نیدرلینڈز اُسکا جہیز قرار پایا *

فرڈنینڈ اور اسابیلا کی شادی سے اسپین کے صوبہ میں ایک اتحاد واقعہ ہوا تھا۔ ان دونوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے ساتھ فلپ نے شادی کی۔ فلپ کا بیٹا چارلس تھا۔ جب فلپ کی وفات پر اسپین کی سلطنت تو اپنی ماں کی طرف سے ملی۔ اور اور نانا کی طرف سے وہ "ہولی رومن امپائر" کا فرمانروا چارلس پنجم کے نام سے بنایا گیا *

چارلس عادات و اطوار کے لحاظ سے اہل اسپین سے بالکل ملتا جلتا ہوا تھا۔ اُس نے ہالینڈ میں اُسی طرح حکومت کی۔ جس طرح کہ اسپین میں کرتا تھا۔ اس سے بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں۔ مگر چارلس کے زمانہ میں تو اہل ہالینڈ نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ اُسکی حکومت کچھ زیادہ ناقابل برداشت نہیں تھی۔ اس لئے خیر رہی لیکن اُسکے جانشین فلپ کی حکومت قوت برداشت سے بالکل باہر تھی * ہالینڈ والوں نے اُس اصلاح شدہ مذہب کو قبول کرلیا تھا۔ جو لوتھر نے رائج

کیا تھا۔ لیکن فلپ جو رومن کیتھلک تھا۔ وہ اس عقیدے کے خلاف تھا۔ پس اُس نے ایک "مذہبی عدالت" قائم کی۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ہزار باشندے ہالینڈ کے آگ میں زندہ جلا کر ہلاک کئے گئے۔ اور محض اس جرم پر کہ رومن کیتھلک عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اس ظلم ہی کے باعث ہالینڈ کے باشندے اپنے فرمانروا سے نفرت کرنے لگے +

جنوبی فرانس میں ایک صوبہ اورینج ہے۔ اُسکا نواب صوبہ ہالینڈ کا گورنر تھا۔ اُسکی نیدرلینڈز میں بڑی جائداد تھی۔ اُسکا نام ولیم تھا۔ اور کم سخنی کے باعث "ولیم خاموش" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بھی پروٹسٹنٹ یعنی لوتھر کے عقیدہ کا قائل تھا۔ اور ہالینڈ کے لوگوں سے جن میں اُسے رہنا سہنا پڑتا تھا۔ بہت محبت کرتا تھا۔ وہ بڑا ہی خدا ترس تھا۔ اور شاہ اسپین یا اُسکے ہم قوموں کی طرف سے جو ظلم و ستم اہل ہالینڈ پر کئے جاتے تھے۔ اُن کے باعث وہ اہل ہالینڈ کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتا تھا +

ایک دن وہ شکار کھیلنے گیا۔ جہاں اُسکی ملاقات شاہ فرانس سے ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں شاہ فرانس نے کہا۔ کہ "میں نے اور اسپین کے بادشاہ فلپ نے یہ صلاح کی ہے کہ ہمارے ملک میں جسقدر پروٹسٹنٹ ہیں۔ اُن کو ہلاک کرادیا جائے۔ اسکی ابتدا نیدرلینڈز سے جسکا ایک حصہ ہالینڈ بھی ہے ہوگی"۔ یہ سُنکر ولیم کا خون خشک ہوگیا۔ مگر اُس نے کچھ کہا نہیں۔ بلکہ بادشاہ سے رخصت ہوکر بعجلت تمام ہالینڈ پہنچا۔ جہاں اُس نے سرغناؤں کو بلا کر اُن سے سارا ماجرا بیان کردیا۔ نواب ولیم نے دو اور نوابوں کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اور بریڈا کے مقام ایک مجلس منعقد کرکے یہ قرار دیا کہ "مذہبی عدالت" اور اسپین کی حکومت ہالینڈ سے اُٹھا دیجائے۔ اس تجویز کی اشاعت کی گئی۔ لوگوں نے اُسے جان و دل سے قبول کیا +

اسی اثناء میں فلپ اسپین چلا گیا۔ اور اپنی طرف سے اپنی سوتیلی بہن "پارما" (؟) ...

کو نیدرلینڈز کا مختارِ کل بنا گیا۔ اس بیگم کے منہ بار لیمونٹ کا نواب بہت چڑھا ہوا تھا۔ جب بیگم کے پاس نیدرلینڈز کے معزز لوگوں کا ایک ڈپوٹیشن مذہبی عدالت وغیرہ سے متعلق کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوا تو منہ چڑھے نواب نے کہا کہ "یہ تو فقیروں کا مجمع ہے"۔ ڈپوٹیشن بے مقصد واپس آیا۔ اور لوگوں نے ایک انجمن "انجمن فقرا" کے نام سے قائم کی۔ جسکا خاص مقصد یہ تھا۔ کہ نیدرلینڈز سے اسپین کی حکومت اُٹھا دی جائے۔ اس انجمن میں ملک کے سارے لوگ شریک ہو گئے وہ اپنے ہمراہ فقیروں کی سی ایک جھولی رکھتے بھیک مانگ کر گذارہ کرتے اور اسپین کی فوج سے لڑتے تھے +

القصہ یہ کہ نیدرلینڈز کے باشندوں نے اسپین کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ شاہ اسپین نے ڈیوک آف آلوا کو جو مشہور سپہ سالار تھا۔ اُن کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ اُس نے نیدرلینڈز میں پہنچکر کشت و خون شروع کیا اور ولیم کے دو نوں رفیق نوابوں کو گرفتار کر کے برسلز کے مقام اُن کو قتل کرایا ولیم۔ نیدرلینڈز سے چلا گیا۔ اور ایک زبردست فوج لیکر آیا۔ "اورنیجل پارٹی" یعنی قومی جماعت کی مدد کی۔ اُس نے ایک فرانسیسی کی رائے سے جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ تیار کرایا۔ اور ہالینڈ کے جہاز رانوں نے اپنا نام "بحری فقرا" رکھکر اس بیڑے سے کام لیا۔ اسی بیڑے سے ہالینڈ والوں کی بحری طاقت کی ابتدا ہوئی +

لڑائی جاری رہی۔ کچھ عرصہ بعد آلوا کو شاہ اسپین نے واپس بلا لیا۔ اُسکا جانشین ناقابل شخص تھا۔ اگرچہ نیدرلینڈز کے بہت سے باشندے جنگ میں کام آئے۔ لیکن مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اسپین والوں پر غالب آنے اور ایک صوبہ کے بعد دوسرا صوبہ فتح کرنے لگے۔ نیدرلینڈز کے سات شمالی صوبوں نے خود مختاری کا اعلان دیکر اپنا متحدہ نام ہالینڈ رکھا۔ اور انہوں نے ولیم خاموش کو اپنا پیشوا منتخب کیا

شاہ اسپین نے ایک شخص کے ذریعہ ولیم کو ہلاک کرا دیا۔ ہالینڈ والوں نے اُسکی جگہ اُس کے بیٹے موریس کو جو ناسو کا نواب تھا۔ اپنا پیشوا بنا لیا +

کچھ عرصہ بعد فلپ کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے جانشیں فلپ سویم نے ہالینڈ کے ساتھ ۱۲ سال کے لئے صلح کر لی۔ اس بارہ سال میں ہالینڈ نے اپنی بحری اور برّی طاقت کو بہت بڑھا لیا۔ جب ۱۲ سال بعد جنگ نئے سر سے شروع کی گئی۔ تو ہالینڈ والے موریس کی ماتحتی میں اس بہادری سے لڑکے کر اسپین والوں کا دم ناک میں کر دیا۔ یہانتک کہ شاہ اسپین کو ہار کر عہد نامہ دلیسٹ فالیہ کی رو سے ہالینڈ کو خود مختار تسلیم کرنا پڑا +

سویڈن کو آزاد کرانیوالا محبِ ملک

عہدنامہ کالمر کے زمانہ سے جو ۱۳۹۷ء میں عمل میں آیا۔ سویڈن کی اصلی اور صحیح تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اُس سے پیشتر اہل ملک حکمرانی کے متعلق وراثت کا خیال نہیں کرتے تھے۔ یعنی جب ایک بادشاہ فوت ہو جاتا تو اُسکی جگہ اُسکا بیٹا یا وارث تخت و تاج کا مالک نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کوئی اور شخص جسے لوگ منتخب کر لیتے تھے۔ لیکن اس عہدنامہ کے بعد سے سویڈن کی حکمرانی میں وراثت کو پورا پورا دخل ہو گیا۔ اور ایک ایک کرکے کئی فرمانروا گذرے۔ جن کے بعد شاہ کرسچین دوئم ناروے ڈنمارک اور سویڈن کا بادشاہ بنایا گیا۔ وہ بڑا ہی ظالم تھا۔ اُس نے سویڈن کو جو تینوں متحدہ سلطنتوں میں سب سے زوردار تھی۔ دبا کر رکھنا چاہا۔ اور اہل سویڈن پر طرح طرح سے ظلم کرتا رہا۔ یہانتک کہ لوگ اسقدر تنگ آ گئے۔ کہ انہوں نے آزاد ہو جانے کے لیئے دل میں ٹھان لی۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ظالم جوں جوں زیادہ ظلم کرتا ہے۔ توں توں اُسے زیادہ لطف آتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اہل سویڈن کو اسقدر دبانے کے ارادے سے کہ وہ سر ہی نہ اُٹھا سکیں۔ فوج کشی کی۔ اور سویڈن کے پایہ تخت اسٹاک ہوم میں پہنچکر اہل سویڈن کے قائمقاموں سے گفتگو کرنا چاہی۔ اور کہا کہ وہاں پہنچنے سے پیشتر ۶ سرغنہ اُسکے حوالہ بطور کفالت کے کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اہل سویڈن نے ۶ سرغنہ حوالے کر دئے۔ اُن میں سے ایک شخص محب ملک گسٹاوس واسہ بھی تھا۔ جو بعد میں شاہ کرسچین جیسے ظالم کے پنجہ سے سویڈن کو آزاد کرانے کا باعث ہوا۔

جب کرسچین کے قبضہ میں ۶ سرغنہ آ گئے تو وہ اُن کو اپنے ہمراہ لے کر

ڈنمارک چلا گیا - جہاں اُسنے اُن کو قید کر دیا - اُس نے سمجھا کہ یہی ۶ سرغنہ ایسے شخص ہیں - جو اُس کے مقابلہ پر آ سکتے اور اُس کی ظالمانہ کارروائیوں میں ہارج ہو سکتے تھے - اور چونکہ اب وہ اُسکے قبضہ میں تھے - اسلئے اُسے اہل سویڈن کو اپنے دل پسند باتوں کو کرنے کے لئے آمادہ کرتے میں کوئی دقت نہ ہوگی - پس دوسرے ہی سال اُس نے سویڈن پر فوج کشی کی اور بہت کشت و خون کیا - اور بڑی بربادی پھیلائی - اسٹاک ہوم کے بازار میں اُس نے ۸۰ سرغناؤں کو پھانسی دلوائی - اور ملک کو بربادی کا منظر بنا کر ڈنمارک کو واپس چلا گیا +

گُسٹاوس واسہ بڑا دلیر و جانباز - بڑا راستباز اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا - لوگ اُسے بیحد عزیز رکھتے تھے - جب ظالم کرسچین سویڈن میں کشت و خون کر رہا تھا - تو گسٹاوس واسہ کسی ترکیب سے قیدخانہ میں سے نکل گیا - اور مدتوں چھپتا اور بھاگا بھاگا پھرا - کرسچین نے اشتہار دیا کہ جو کوئی اُسکا سر اُتار کر لائیگا اُسے انعام دیا جائیگا - اور جو کوئی اُسے پناہ یا دانہ پانی دیگا - اُسے قتل کیا جائیگا - وہ بے خانماں - بے یار اور مبتلائے مصیبت پھرتا اور گذارہ کرتا رہا - مگر ہر دم اسی دھن لگا رہا - کہ کسی ترکیب سے کوئی ایسا موقع ہاتھ لگے - کہ وہ اپنے ملک والوں کو آزادی حاصل کرنے کی کوشش پر آمادہ کر سکے +

گسٹاوس واسہ ایک کسان کے ہاں کام کرتا رہا - لیکن جب وہ شناخت کر لیا گیا تو وہاں سے جان لیکر بھاگا - پھر وہ ایک کان میں مزدوری سے گذارہ کرتا رہا - لیکن یہاں بھی شناخت کر لیا گیا - اور جان لیکر بھاگا - اُسکے بعد وہ پھر شناخت کر لیا گیا - اور اس دفعہ وہ ضرور گرفتار کر لیا جاتا - لیکن ایک عورت کی مدد سے بچ گیا - اور بھاگا - اس ہمدرد ملک کی وہی مثل ہوئی - کہ

تم نہیں غیر سہی غیر نہیں اور سہی ۔ اک نہ اک فتنہ لگا رکھتی ہے قسمت میری

آخر کار مصیبت جھیلتا ہوا گُسٹاوس ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا - جہاں ماہ مئی میں کسانوں کی ایک جماعت جشن منا رہی تھی - اُس نے اس جماعت سے

آ نکلے۔ کپڑے ہو کر ظاہر کیا۔ کہیں گسٹاوس واسہ ہوں۔ اُسوقت اُسکی بُری حالت تھی۔ چیتھڑے پھٹے ہوئے تھا۔ دھوپ میں کام کرنے سے اُسکا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ مصائب کی بھرمار سے وہ چکنا چور تھا۔ فکر نے اُسے گھلا دیا تھا۔ کسانوں کی جماعت اُسے زندہ دیکھکر بہت خوش ہوئی۔ اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور فی الفور کرسچین کی ظالمانہ حکومت کے خلاف آوازہ بلند کیا؛

گسٹاوس واسہ نے موقع کو غنیمت جانا اور ایک سچے سورما کی مانند اُس نے وقت کو رائیگاں نہ جانے دیا۔ وہ کسانوں کی جماعت کیکر نزدیک والے قلعہ پر لے گیا۔ جو اہل ڈنمارک کے اور ظالم کرسچین کے سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور حملہ کرکے اُسپر قبضہ کر لیا۔ اُسکی اس فتح کی خبر بجلی کی مانند ملک میں پھیل گئی۔ اور سویڈن کے بیشمار باشندے اُس کے جھنڈے تلے آ گئے۔ جو کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے بلند کیا گیا تھا؛

اب تو شاہی فوج اور آزادی طلب جماعت میں باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔ جس میں گسٹاوس واسہ نے کئی لڑائیاں سر کیں۔ ایک جنگ میں اُسے سخت ناکامی نصیب ہوئی۔ اور شکست فاش ہوئی۔ جس سے اُسکی طاقت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ لوگ بھی بددل نہ ہوئے آزادی کی خواہش لوگوں کے دلوں میں اسقدر جڑ پکڑ گئی تھی۔ کہ پھر ایک بڑی جماعت نے محب ملک گسٹاوس کا ساتھ دیا۔ اور انجام یہ ہوا۔ گسٹاوس کے سر فتح کا سہرہ بندھا اور شاہی فوج کو ایسی بھاری شکست ہوئی۔ کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی؛

کرسچین کا زور بہت سا تو گسٹاوس نے توڑ دیا۔ اور رہا سہا اہل ڈنمارک نے بھی؛ اُس کے مظالم سے بجان تنگ تھے۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ کرسچین کی طاقت کو گسٹاوس کے مقابلہ میں بالکل ضعف پہنچ گیا۔ تو وہ بھی کرسچین کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اُسے ملک سے نکال دیا۔ گو کرسچین

نے ایک بڑی فوج جمع کرکے پھر بادشاہت حاصل کرنا چاہی - لیکن اُسوقت سویڈن - ڈنمارک - اور ناروے تینوں ہی ملک کے لوگ اُس کے مخالف تھے اور سب گسٹاوس کے حامی ہوچکے تھے - پس اہل ناروے نے اُسے شکست دیکر قید کرلیا - اور وہ قید ہی کیحالت میں ۱۵۶۰ء میں فوت ہوگیا*

گسٹاوس کی کوشش اور جانبازی سے سویڈن کو ایک ظالم فرمانروا کے ظلم وستم سے رہائی ملگئی - اور وہ ایک خودمختار ملک ہوگیا - اہل سویڈن نے گسٹاوس کی حب الوطنی اور ملکی خدمات کی بڑی قدر کی - چنانچہ اُسے سویڈن کا بادشاہ منتخب کرکے سویڈن کی فرمانروائی اُسکے خاندان کے لیئے مخصوص کردی - گسٹاوس انصاف اور محبت کے ساتھ حکومت کرتا اور اپنے ملک کو ہرطرح پر زوردار اور ترقی یافتہ بناتا رہا - اور ملک ہی کی خاطر ایک جنگ میں مارا گیا - مگر اس دنیا میں نیک نام چھوڑ گیا اور حب الوطنی کی ایک سچّی مثال قائم کرگیا - جکی ہر ایسے شخص کو تقلید لازم جو اپنے ملک کو اپنی جان سے عزیز سمجھتا - اور ملکی آزادی اور ترقی کا شیدا ہو - گسٹاوس کی زندگی اس شعر کی مصداق ہے -

دارا رہا زمین پہ نہ سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
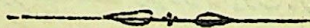
رومی حکومت سے جرمنی کو کس نے آزادی دلائی

ایک زمانہ میں جو مسیح کی پیدائش سے بیشتر تھا۔ رومیوں نے ملک جرمن کو فتح کرلیا۔ اور اُسمیں حکومت کرنے لگے۔ چونکہ اُس زمانہ میں سلطنت روم کے تنزل کے اسباب پیدا ہو گئے تھے۔ اسلئے رومی اپنے ماتحت ملکوں پر زیادہ سختی کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ سختی ظلم و ستم کے درجہ تک پہنچ جاتی تھی۔ اہل جرمنی بھی جو رومیوں کے زیر حکومت تھے۔ رومیوں کی سختیوں سے نالاں تھے اور دل سے خواہاں تھے۔ کہ رومیوں کی حکومت سے کسی طرح رہائی ملجائے +

جرمن والوں میں ایک شخص جو مجسم حب الوطنی تھا۔ اور بڑا ہی جانباز اُس نے رومیوں کی حکومت کا جوا اُتار پھینکنے کا ارادہ کیا۔ اُسکا نام ارمینیس یا ہرمان تھا۔ اُس نے اپنے دیگر ہموطنوں کی مانند رومی فوج میں بھرتی ہو کر فن جنگ کی تعلیم حاصل کی۔ اور بہت سے معرکتہ الارا لڑائیوں میں شریک ہوا۔ یہ محب وطن عالی خاندان تھا۔ اور بڑا ذہین۔ گو اطوار میں وحشی تھا۔ تاہم فصیح البیان۔ اُسکی تقریر لوگوں کے دلوں میں بے انتہا جوش پیدا کر دیتی تھی اُس نے فصیح تقریروں کے ذریعہ سے جرمنی کے بہت سے جوانوں کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ یہ ایک موقعہ پر اُن کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے جنگل میں لے گیا۔ جہاں رات کو دیوتاؤں کو قربانی چڑھا کر اُس نے اُن سے یہ حلف لیا کہ "وہ آزاد ہونے تک آرام سے نہ بیٹھیں گے" +

جرمنی کی محب ملک جماعت اس تاک میں تھی کہ کوئی موقعہ ہاتھ لگے۔ تو مقاصد کی انجام دہی کے لیئے ہاتھ پاؤں نکالے۔ خیر سے یہ موقع بھی مل ہی گیا۔ سنہ ۹ء میں وارئیوس کو جو جرمنی کا گورنر تھا۔ یہ خبر ملی کہ ملک کے ایک دور دراز حصہ میں بغاوت ہوگئی ہے۔ پس اُس نے فوجوں کے تین ٹمن لیکر اُن کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ اسوقت محب ملک جماعت نے ارادہ کیا۔ کہ جرمن والوں کی ایک فوج ایک جنگل میں پہاڑ کی گھاٹیوں میں جاکر چھپ رہے اور جب رومی فوج وہاں سے گذرے تو اُسے بیدریغ تہ تیغ کر دیا جائے۔ جب وارئیوس نے فوج تیار کی تو جرمنی کے سارے سردار فوج کے ہمرکاب ہوگئے۔ روانگی کے وقت ایک دغاباز جرمن نے جو ملک کا بدخواہ تھا۔ اور جسکا نام سیگیس ٹس تھا۔ وارئیوس کو محب ملک جماعت کے ارادے سے مطلع کرکے عرض کی کہ "مجھے اور ہرمان کو گرفتار کر لیا جائے۔" وارئیوس کو اپنی فوجی طاقت پر اسقدر بھروسہ تھا۔ کہ اُس نے سیگیس ٹس کی بات پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ الغرض رومی فوج روانہ ہوئی۔ ارمینیس ہمراہ تھا۔ وہ فوج کو ایک مختصر راستہ سے لے چلا۔ اور ٹیوٹو برگ کے جنگل میں لے پہنچا۔ جرمن فوج جو جنگل میں چھپی ہوئی تھی۔ نکل کر رومی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ اُس وقت حسن اتفاق سے ایک خوفناک طوفان برپا ہوگیا موسلا دھار پانی برسنے لگا۔ پہاڑی چشمے چڑھ گئے۔ گھاٹیاں لبریز ہوگئیں درخت گرنے لگے۔ اوپر سے جانباز جرمن حملہ کر رہے تھے۔ رومی سپاہی جو سر تا پا بھاری ہتھیاروں سے لادے ہوئے تھے۔ بارش سے بھیگ کر اس قابل نہ رہے کہ جلدی جلدی حرکت کر سکیں۔ پس اُن کو جرمنی والوں کے مقابلہ میں سخت زک حاصل ہوئی۔ شام کو رومی سپاہ اپنا سامان جنگ اور باربرداری پھونک کر پسپا ہونے لگی۔ اور ایک پہاڑی پر جو گھنے جنگل سے ڈھکی ہوئی تھی چلی گئی۔ وہاں جرمنی والوں نے اُسکو خوب قتل کیا۔ وارئیوس

نے شکست کھاکر خودکشی کرلی۔ جس جگہ یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔ وہاں آرمینیس کا ایک بُت تانبے کا اب تک کھڑا ہے +

اس خبر کے پہنچتے ہی روم میں اداسی چھاگئی۔ قیصر اغطوس نے بہتیرا چاہا۔ کہ جرمن والوں کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کیجائے۔ لیکن شنوائی نہ ہوئی۔ کوئی فوج اس بات پر راضی نہ ہوئی۔ آخرکار کئی سال بعد یعنی ۱۴ء میں رومی سپہ سالار جرمنیکس نے ایک فوج لی۔ اور کوہستان ایلپس کو عبور کیا۔ اور جرمن والوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اُس نے میدان جنگ میں جاکر رومی مقتولوں کی ہڈیاں جمع کیں۔ اور اُن کی چتا بناکر اُن میں آگ لگادی اور اپنی فوج کے روبرو ایک زبردست تقریر کی۔ جس میں رومیوں سے اُس عزتی کا بدلہ لینے کے لئے درخواست تھی۔ جو سلطنت روم نے اہل جرمنی کے ہاتھوں سے اُٹھائی تھی۔ گو جرمنیکس نے جرمن والوں کو کئی خونریز لڑائیوں میں شکست دی۔ مگر جنگ کا انجام یہی ہوا کہ اُسکی ساری فوج ہلاک ہوگئی۔ اور قیصر طبریوس کے حکم سے جرمنیکس روم کو واپس چلاگیا۔ جرمنی گنہ رومیوں کی حکومت سے آزادی ملگئی۔ آرمینیس جرمنی والوں کا سردار اور حاکم قرار دیا گیا۔ وہ دس سال تک حکمران رہا۔ مگر حاسدوں نے ۲۱ء میں اُسکی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ اُسوقت سے جرمنی والے ایک متحد قوم نہیں رہے۔ بلکہ اُن کے مختلف فرقوں میں نفاق پیدا ہوگیا +
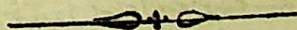
غارتگر حقوق و آزادی

شاہ ڈینیس لاؤس جو جرمنی کے تخت پر ۱۳۷۸ء میں متمکن ہوا۔ بڑا ہی احمق اور ستمگر نکلا۔ وہ عادات و اطوار میں اپنے باپ کا ضد تھا۔ جرمنی والے جن کے معاملات سے وہ بالکل بے خبر رہتا تھا۔ اُسے احمق سمجھتے تھے۔ بوہیمیہ والے اُسے ظالم جانتے تھے۔ اور اس سے اسلئے نفرت کرتے تھے کہ وہ ان کے حقوق کو پامال کرتا تھا۔ اور جرمنی والوں ہی کو بڑے بڑے منصب دیتا تھا۔ جرمنی والے اُس سے اسلئے ناخوش تھے کہ نہ وہ کبھی جرمنی میں آیا اور نہ کبھی اُس نے وہاں پارلیمنٹ منعقد کی۔ اور اپنی حماقت سے جرمنی والوں کو ایک جنگ میں مبتلا کر دیا +

بوہیمیہ پر اس بادشاہ نے دیوانوں کی مانند ظلم کیے۔ ایک موقع پر اُس نے بہت سے امیروں کو دعوت دی۔ اور تین رنگ کے تین خیمے نصب کئے۔ ایک سیاہ۔ ایک سفید۔ ایک سُرخ۔ بادشاہ نے دعوت سیاہ خیمے میں کھلائی۔ اُسی میں دعوت کے بعد بادشاہ بیٹھا رہا۔ اور اُمرا کو ایک ایک کر کے بلایا۔ اور دریافت کیا کہ کون سی سرکاری املاک تمہارے قبضہ میں ہے۔ جن لوگوں نے بلا عذر اپنی ایسی املاک بادشاہ کے حوالہ کر دیں انہیں سفید خیمے میں بھیجدیا۔ لیکن جنہوں نے کچھ عذر کیا۔ اُن کو سُرخ خیمہ میں بھیجکر قتل کرا دیا گیا +

اس ظالم بادشاہ نے ایک اور دعوت کے موقعہ پر جس میں بہت سے ذی مرتبہ اصحاب مدعو کیے گئے تھے۔ ایک نہایت خوفناک شکل کے آدمی کو دعوت کے کمرے میں کھڑا کر دیا وہ ایک تبر پر جھکتا ہوا کھڑا تھا۔ اور بادشاہ

کے حکم کا منتظر۔ جب مہمان جمع ہو گئے تو بادشاہ نے اُس کر یہ منظر شخص سے کہا کہ "ذرا دعوت ختم ہونے تک صبر کر۔ تیرے لیئے بہت کام ہے"۔ لوگ اُسکے ظلم و ستم سے واقف تھے۔ اتنی بات سنتے ہی اُن پر خوف غالب آیا۔ بھوک اُڑ گئی۔ بدحواسی چھا گئی۔ پھر اُجبراً چند نوالے بمشکل حلق سے اُتارے۔ دعوت کے بعد بادشاہ نے اُن سے کچھ مراعات چاہیں جن کو انہوں نے بخوشی قبول کرلیا ✦

کھانے کے وقت شاہ ونیسس لاڈس کے قدموں کے پاس ہی اسکے شکاری کتے بیٹھے رہتے تھے۔ بادشاہ شراب کی ترنگ میں ان کتوں کو مہمانوں پر ہلکار دیتا تھا۔ خونخوار کتے اُن کو زخمی کر دیتے تھے۔ کئی بار بادشاہ نے ان کتوں کو ملکہ کے اوپر ہلکار دیا۔ بعض اوقات وہ مذہبی پیشواؤں پر کتے چھڑوا دیتا تھا ✦

اس بادشاہ کی دوسری ملکہ کے ہاں ایک پادری جان آف نیپومک تھا۔ جو ملکہ سے گناہوں کا اقرار کراتا تھا۔ بادشاہ نے اُس سے کئی بار دریافت کیا کہ ملکہ ان اقراروں میں کن باتوں کا اقرار کرتی ہے۔ پادری کو قانون کلیسا کے مطابق اقراروں کو مخفی رکھنا چاہیئے۔ اسلیئے اُس نے بادشاہ کو کوئی بات نہیں بتائی۔ تب تو بادشاہ نے اُسے دھمکایا۔ لیکن اُس نے یہ جواب دیا کہ میں مرنا پسند کرتا ہوں۔ مگر کوئی راز فاش نہیں کرونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ "جناب پادری صاحب اگر آپکا یہ ارادہ ہے تو لیجیئے میں اُسے پورا کئے دیتا ہوں"۔ یہ کہکر اُس نے لوگوں سے کہا کہ "اس پادری کے ہاتھ پاؤں باندھکر اُسے خندق میں پھینکدو" ✦

ونیسس لاڈس کے زمانہ میں روم کی طاقت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو ایسے وقت میں اپنی حکومت کو بہت زوردار بنالیتا۔ اسوقت روم میں دو پوپ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اُن میں جھگڑا رہتا تھا۔

فرانس جو جرمنی کا سخت دشمن تھا۔ اُس زمانہ میں انگلستان سے سرگرم جنگ تھا۔ لیکن اس احمق بادشاہ میں نہ سمجھ تھی نہ دور اندیشی۔ بلکہ وہ فطرتاً ظالم تھا۔ اسلئے ملک کو نفع پہنچانے کی جگہ اُلٹا نقصان پہنچاتا رہا۔

الغرض وینسس لاؤس کی ناقابلیت سب لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اُسے معزول کر دیا جائے۔ پس ۱۴۰۰ ایسے لوگوں نے جو بادشاہ کو منتخب کرنے کا حق رکھتے تھے۔ "کاؤنٹ پیلاٹائین رچ پرٹ" کو جرمنی کا بادشاہ منتخب کر لیا۔ اس انتخاب کو جرمنی کے بالائی حصہ کی رعایا نے منتخب کرنیوالے اُمرا کی سازش سمجھا۔ اور انہوں نے بادشاہ کی طرفداری کی۔ اگر وینسس لاؤس چاہتا تو اُسوقت بھی اپنی روش بدلکر مالک تاج و تخت بنا رہتا۔ لیکن اُس نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ وہ تو ہمیشہ ہی عیش میں رہا اور اپنے خانگی ملازموں پر ظلم و ستم ڈھاتا رہا۔

اُس نے اپنے ایک باورچی کو کباب کر دیا۔ اس باورچی نے ایک دن مسلّم کباب کسی جانور کا بنایا۔ وہ اتفاق سے اچھا نہیں بنا تھا۔ بادشاہ نے اس خطا پر اُسے اپنی انگیٹھی پر اپنی آنکھوں کے سامنے کباب کر ڈالا۔ پھر اُس نے جلّاد کو محض اس خیال سے سزائے موت کی تکلیف دی تاکہ اُسے بھی اُس تکلیف کا تجربہ ہو جائے۔ جو اُسکے ہاتھوں سے آور بندگانِ خدا کو پہنچتی رہتی ہے۔

جرمنی کو فرانس سے رہائی دلانیوالا محبِ ملک

اسٹین جو جرمنی کے ایک نوابی خاندان میں ۱۷۵۶ء میں پیدا ہوا۔ ایک لاثانی مدبر اور سچا محب وطن تھا۔ وہ تعلیم پانے کے بعد پروشیہ کی گورنمنٹ میں ملازم ہو گیا۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا ۱۸۰۴ء میں وزیر کے منصب پر جا پہنچا۔ وزیر بنکر اُس نے ملک میں اشیاء کا محصول معاف کر دیا۔ اور اَور بہت سی اصلاحیں کیں۔ ملک کی کامل اصلاح کرنے پر شاہ فریڈرک ولیم سویم نے ناخوش ہو کر اُسے برخاست کر دیا۔ یہ ۱۸۰۷ء کا واقعہ ہے مگر جب ۶ ماہ بعد کے نپولین نے دھوکا دیا تو اُس وقت اُسے مجبوراً اسٹین کو بحال کرنا پڑا۔ اسٹین نے بادشاہ سے وعدہ لے لیا۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ملک کی اصلاح کریگا۔ اُس نے ایک سال کے عرصہ میں بہت کچھ اصلاحیں کر دیں۔ اسپر نپولین جس نے اُسکی سفارش شاہ فریڈرک ولیم سے کی تھی۔ اُس سے اس لئے ناخوش ہو گیا کہ اصلاحوں سے فرانس کا نقصان ہوتا تھا۔ نپولین نے شاہ فریڈرک پر زور ڈالا کہ اسٹین کو برخاست کر دیا جائے۔ چونکہ اسوقت شاہ فریڈرک۔ ملک فرانس اور نپولین سے اسلئے بگاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ ملک کمزور تھا۔ پس اُس نے نپولین کی درخواست قبول کر لی۔ اسٹین برخاست کیا گیا۔ اُسکی جائداد واقعہ ویسٹ فالیہ ضبط کی گئی۔ اسٹین کو ملک سے بھاگ کر روس میں پناہ لینا پڑی ؞

سنہ ۱۸۱۲ء میں زار روس نے اُسے اپنے دربار میں بلا لیا۔ اور اُس سے جرمنی کے معاملات پر خفیہ طور پر مشورہ لیتا رہا۔ اسٹین جرمنی اور پروشیہ کا سچا خیر خواہ تھا اُس نے اس قسم کی رائے دی جس سے نپولین کو نقصان پہنچ سکتا تھا اور جب جرمنی میں فرانس کے خلاف لوگوں نے تیاری کی۔ تو زار روس نے اسٹین کو پروشیہ کے اُس حصہ کا گورنر بنا دیا جو اُس کے قبضہ میں تھا۔ اسٹین نے سنہ ۱۸۱۳ء میں پروشیہ کو روس سے فرانس کے خلاف اتحاد کرا دیا۔ اور عہد نامہ مکمل کرایا۔ جنگ لیپزگ کے بعد اسٹین جرمنی کے اُس حصہ کا جس پر روس اور پروشیہ کا قبضہ تھا حاکم بنایا گیا۔ اسوقت اُس نے فرانس کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے لئے روپیہ اور ہر قسم کا سامان بہم پہنچایا +

سب سے اول اسٹین ہی نے اس بات کو محسوس کیا کہ جرمنی کی متعدد نوابیوں کو ملا کر ایک سلطنت بن جانا چاہئے۔ کیونکہ اسمیں ملک کا نفع تھا۔ اُس نے لوگوں کو نوابوں کے اثر سے خلاصی دلائی۔ اُس نے ایک مطلق خود مختار بادشاہت کی جگہ رعایا کی قائم مقامی کا عنصر داخل کیا اور حکومت کا مرکز رعایا کو بنا دیا۔ اُس نے سیلف گورنمنٹ کو وسعت دی +

اسٹین نے جرمنی اور پروشیہ میں مندرجہ ذیل اصلاحیں بھی کیں :-
فوج کی وردی۔ فوج کی ترتیب و تربیت۔ نوابوں کا زور گھٹایا۔ اُن کو فوجی ملازمت کے اجارے سے محروم کرایا۔ پہلے سول عہدے اور رقبوں کے مالک صرف نواب تھے۔ مگر اسٹین نے یہ حقوق عوام کو بھی دلوائے۔ غلامی کا انسداد کرایا۔ شہروں میں چنگیاں قائم کرائیں۔ اور اُن کو سیلف گورنمنٹ دلائی +

اسٹین نے حب الوطنی سے متعلق سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اُس خفیہ سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ جسکا نام جرمنی زبان میں "ٹوگین بنڈ" یعنی "صادقوں کی جماعت" تھا۔ اس سوسائٹی کا مدعا یہ تھا۔ کہ فرانس کے خلاف اہل جرمنی کو آمادہ کیا جائے۔ خاصکر اسی سوسائٹی کے قائم کرنے کے اثر نپولین اسٹین سے

ناراض ہوگیا تھا۔ اس سوسائٹی میں بہت سے افسر اور تعلیم یافتہ لوگ شامل تھے۔ اسٹین ہی کی رائے سے سپہ سالار اسکارن ہورسٹ نے لوگوں کو فوجی کرتب اور فن حرب کی تعلیم دی۔ چونکہ ملک کے سارے لوگوں کو فوج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے تھوڑے تھوڑے عرصہ تک لوگ فن حرب کی تعلیم پاتے رہے۔ اس ترکیب سے محبان ملک کی ایک فوج بن گئی۔ اس خفیہ سوسائٹی کے مقاصد کو یونیورسٹیوں کے اُستادوں اور طلبا نے بیحد ترقی دی۔ اس انجمن کے لوگوں نے اہل جرمنی اور پروشیہ میں ایک زبردست برادری اور حب الوطنی پیدا کر دی۔ جو فرانس کی حکومت اور اثر سے جرمنی اور پروشیہ کو خلاصی دلانے کا باعث ہوئی ؛

نپولین کو شکست ہونے اور جرمنی اور پروشیہ سے فرانس کا اثر اُٹھ جانے بعد اسٹین ملکی معاملات سے دست بردار ہوکر اپنی وفات تک جو ۱۸۳۱ء میں واقع ہوئی۔ گوشہ نشینی اور توسیع علم کی زندگی بسر کرتا رہا ؛
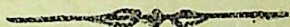
ایک محبِ وطن عورت

چودہویں صدی عیسوی میں فرانس کے ایک حصہ پر شاہ انگلستان کی حکومت تھی۔ اُس وقت شاہ ایڈورڈ سوئم فرمانروائے انگلستان نے فرانس کا ملک لینے کے لئے کوشش کی اور ایک جنگ کی ابتدا کی جو جنگ "سو سالہ" کہلاتی ہے۔ اور جسکا خاتمہ صلح نامۂ برطینی کی رو سے ہوا۔ شاہ ہنری پنجم جب ۱۴۱۳ء میں انگلستان کے تاج و تخت کا وارث ہوا۔ تو اُس نے فرانس سے جنگ شروع کی۔ اگرچہ وہ کسی طرح بھی فرانس کے تاج و تخت کا حقدار نہیں تھا۔ لیکن اُس نے فرضی دعوے کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی۔ فرانس کا بادشاہ چارلس ششم دیوانہ تھا۔ اور اُس کے نواب آپس میں لڑ جھگڑ رہے۔ اس موقعہ کو شاہ ہنری نے فوجکشی کے لئے غنیمت سمجھا۔ اہل انگلستان جو فرانس کے ہاتھوں کبھی سخت زک اُٹھا چکے تھے۔ اور اُسکا بدلہ اہل فرانس سے لینا چاہتے تھے۔ اور اسی خیال سے وہ شاہ ہنری کے شریک حال ہوگئے۔ انہوں نے اس بات کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ کہ آیا جنگ کی وجہ درست ہے یا نادرست +

۱۴۱۵ء میں شاہ ہنری نے محاصرہ کر کے ہار فلر پر قبضہ کر لیا۔ اوّل تو اُس کے پاس فوج کم تھی۔ دوسرے فوج میں بیماری پھیل گئی تھی اور سینکڑوں جوان اجل کا لقمہ ہو گئے۔ تاہم شاہ ہنری نے کیلے پر دھاوا بولدیا۔ راستہ میں اگین کورٹ کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ دوسرے دن کریسی کے مقام پر ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں ۱۱ ہزار فرانسیسی ہلاک کئے گئے

ان مقتولوں میں فرانس کے بڑے بڑے آدمی بھی تھے +

اس فتح کے بعد شاہ ہنری انگلستان واپس چلا گیا۔ مگر اس فتح کے دو سال بعد پھر فرانس میں گیا اور شہر روئن کا محاصرہ کر لیا۔ اُسکے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد شاہ فرانس کے ایک چچیرے بھائی ڈیوک آف برگینڈی نے بادشاہ کے حقیقی بھائی ڈیوک آف اورلینس کو قتل کر دیا۔ مقتول ڈیوک کے دوستوں نے قاتل ڈیوک کو ہلاک کر دیا۔ برگینڈی کے نئے ڈیوک نے شاہ ہنری سے میل کر لیا۔ تاکہ اُسکی مدد سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے۔ اس سے شاہ ہنری کو اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے ایک عمدہ موقع ہاتھ آ گیا۔ اسکے کچھ ہی عرصہ بعد ایک عہد نامہ ہوا۔ جسکی رو سے شاہ چارلس کی وفات پر شاہ ہنری کل فرانس کا حکمران بنایا جاتا۔ اور وہ فرانس کی شاہزادی کیتھرائن سے شادی بھی کر لیتا۔ مگر کچھ ہی دن بعد شاہ ہنری کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس کے کچھ ہی عرصہ بعد شاہ چارلس بھی قبر کا مہمان ہو گیا +

اسکے بعد انگلستان کے تاج و تخت کا وارث صغیر سن بادشاہ ہنری ششم بنایا گیا۔ فرانس کے ایک بڑے حصے نے اُسکی اطاعت قبول کر لی۔ فرانس میں شاہ ہنری کا چچا ڈیوک آف بیڈفرڈ ہنری کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ دریائے لوئر کے جنوب میں مرحوم بادشاہ چارلس کے بیٹے چارلس ہفتم کی حکومت

چونکہ شاہ انگلستان خلاف حق خلاف انصاف اور زبردستی سے فرانس کو اپنی حکمرانی میں لانا چاہتا تھا اسلئے کشت و خون کی نوبت آئی۔ انگریزی سپاہ نے اورلینس کا محاصرہ کر لیا۔ اور فرانس کے شہروں پر ایک ایک کر کے قبضہ حاصل کرنا شروع کیا۔ اور اس قبضہ کے حاصل کرنے کیلئے اہل فرانس کا خون ہر طرح بہایا۔ اور ملک کو ہر طرح سے پامال کیا۔ اہل فرانس کی حالت اُن ایام میں بہت بری۔ پست اور قابل رحم تھی۔ وہ بیچارے بالکل مایوس ہو گئے

تھے +

اسوقت فرانس کے صوبہ لورین میں کسان کی ایک لڑکی جان ڈارک تھی جسے انگریز جان آف آرک کے نام سے یاد کرتے ہیں - وہ بالکل ناخواندہ سیادہ مزاج مگر پاک دل تھی - اور اپنے ملک کی سچی خیر خواہ - وہ اپنے ملک کو بربادی کا منظر دیکھ کر بیحد افسوس کرتی تھی - انگریزی فوج فصلوں کو تباہ کر رہی تھی روز اُسکے کانوں تک اپنے ملک والوں کی مصیبت اور تکلیف کے فسانے پہنچتے رہتے تھے - اس جوان لڑکی کے دل میں ایک امید پیدا ہوئی - مگر اُسے خیال ہوا - کہ فرشتے اُسے اپنے ملک کو آزادی دلانے کے واسطے حکم دے رہے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ وہ اورلینس جاکر انگریزوں کو شکست دی اور شاہ فرانس کو تخت پر بٹھلائے +

اب کیا تھا - اُس لڑکے نے اپنا ارادہ ظاہر کیا - مگر اُس کے باپ اور رشتہ داروں نے اُسے اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا - جو آواز جان ڈارک کو سنائی دیتی تھی - وہ فرشتوں کی آواز نہیں تھی - بلکہ حب الوطنی کے جذبہ کی آواز - آخر کار اُس نے ایک فرانسیسی سورما کو جو اُسکے وطن کے پاس سے گذرا یہ التجا کی کہ وہ اُسے بادشاہ کے پاس لے چلے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - جان ڈارک نے بادشاہ کے پاس پہنچکر کہا کہ "میرا نام جان ہے - میں کنواری ہوں - مجھے آسمانی بادشاہ نے آپ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ہے - کہ میں آپ کی فوج کی سپہ سالاری کروں - اور انگریزوں پر فتح حاصل کر کے آپ کو کل فرانس کا بادشاہ بنادوں" شاہ چارلس جو انسانوں کے ذریعہ سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کیطرف سے بالکل مایوس ہو چکا تھا - اُس نے اس جوان لڑکی سے کہا کہ جو تمہارے دل میں آئے کرو - میں تمہیں اختیار دیتا ہوں - اُس کے لئے زرہ اور ہتھیار لائے گئے - جن کو اُس نے زیب تن کیا - اور گھوڑے سوار ہوئی - اُس نے ایک ہاتھ میں فرانس کا جھنڈا لیا - اور فوج کی سپہ سالاری اختیار کر کے

اور لیتیس کا رُخ کیا۔ جاہل سپاہ کو کسی وجہ سے یقین ہو گیا۔ کہ اُس جوان لڑکی کو خدا نے اُن کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ اُسکی حب الوطنی نے سپاہ میں حب الوطنی کا جذبہ بھڑکا دیا۔ اور ہر سپاہی ملک کیخاطر جان دینے پر آمادہ ہو گیا اور لیتیس پہنچکر انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جاآن اور اُسکی فوج اس جوانمردی سے لڑے کہ انگریزوں کا مُنہ پھیر دیا۔ اور شہر اور لیتیس کو فتح کر کے اُس پر قبضہ کر لیا +

اس فتح سے اہل فرانس کی ہمت دوبالا ہو گئی اور اُن کو یہ اُمید ہو گئی۔ کہ وہ مزید انگریزوں پر کامل فتح حاصل کر سکیں گے۔ اور لیتیس سے جاآن نے ریمس کا رُخ کیا۔ اور اُسے فتح کر کے شاہ چارلس کو اپنے سامنے فرانس کا تاج پہنایا۔ جاآن کا کام پورا ہو گیا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ وہ گھر کو واپس چلی جائے۔ لیکن فرانس کی سپاہ نے اُس نے نہ جانے دیا۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ وہ اُسکے بغیر کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتی تھی +

انسان میں حسد کا مادّہ فطری ہے۔ جب جاآن کی کوشش سے سپاہ فرانس کو کامیابی اور فتح نصیب ہوئی اور شاہ فرانس کو تاج پہنایا گیا۔ تو جاآن کی عزت بہت بڑھ گئی۔ اور وہ ملک کی سچی مددگار اور آزادی دلانے والی خیال کیجانے لگی۔ فرانس کے سپہ سالاروں نے دیکھا کہ انہیں کچھ بھی تعریف نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ ساری تعریف کی مستحق ایک عورت سمجھی جاتی ہے۔ اس کمینہ خیال کے پیدا ہوتے ہی سپہ سالاروں کے دلوں میں آتش حسد بھڑکنے لگی۔ اور اُنہوں نے ارادہ کر لیا کہ آئندہ معرکوں میں وہ جاآن کی امداد نہ کریں۔ چنانچہ جب پھر انگریزی اور فرانسیسی سپاہ کا مقابلہ ہوا۔ تو وہ اُسے دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر چلدئے۔ لعنت ایسے خود غرضوں پر جو ذاتی عزت کے خیال سے حب الوطنی اور محب وطنوں کی بیقدری کرتے ہیں۔ الغرض یہ ہوا۔ کہ جاآن کو انگریزی فوج نے گرفتار کر کے قید کر لیا اور اُسکے

ساتھ ہر طرح پر بیعزتی کا برتاؤ کیا - اگرچہ اہل فرانسس اُسے ایک زاہد اور محب ملک خیال کرتے تھے - لیکن انگریز جادوگرنی - وہ اُسے رودین کو لے گئے - اور انہوں نے اُسپر بیدینی کا فتوے لگایا - اور اُسے قتل کرادیا - مرتے دم اُس کی زبان سے یہ لفظ نکلا "یسوع" اُسے سنتے ہی ایک انگریزی سپاہی نے کہا کہ اب ہم پر تباہی آگئی اُسکا خیال درست نکلا ۔

جان کا قتل کیا جانا اہل فرانس کے لئے نیک فال تھی - اُس کے قتل ہی سے کل ملک میں انگریزوں کی مخالفت کا خیال زور پکڑ گیا - اور یہ جذبہ جوش پر آگیا - کہ انگریزوں کو مار مار کر ملک سے نکالدیا جائے - معلوم ہوتا تھا - کہ فرانسیسی قوم میں جان کی روح حلول کر گئی ہے - ایک جان کیا ماری گئی - اور ہزاروں ہی جان پیدا ہو گئے - اہل فرانس نے از سر نو جنگ کا آغاز کیا اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر انگریزوں سے مقابلہ کیا - ۲۱ سال تک وہ لڑتے اور انگریزوں کو شکست دیتے رہے - یہانتک کہ انگریزوں کی قبضہ میں ۱۳۰ سال کے بعد سرزمین فرانس میں حرف کیلے رہ گیا - باقی فرانس پر شاہ فرانس اور فرانسیسیوں کا قبضہ ہوگیا ۔

جان ڈارک کی ہمت وخیر خواہی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ عورتیں بھی اپنے ملک کے لئے محب وطن ہو سکتی ہیں - اور ملک کیخاطر سچی قربانی دے سکتی ہیں - حب الوطنی کا جذبہ فطری ہے - اور مرد و عورت دونوں میں یکساں پایا جاتا ہے - اگر ضرورت ہے تو اس بات کی ہر خیرخواہ ملک کو اُس سے کام لینا چاہئے ۔

انقلاب فرانس اور آزادی و انصاف کی حمایت

فرانس میں جس انقلاب کی ابتدا ۱۷۸۹ء میں ہوئی تھی اس نے کل یورپ کی کایا پلٹ کر دی۔ اور یورپ کے ہر ملک کے نظام حکومت کا شیرازہ درہم برہم کر کے ایک نئی قسم کا طرز حکومت قائم کرانے کا موجب ہوا۔

اس انقلاب کے اسباب یہ ہیں :-

(۱) عام لوگوں یا رعایا کو نہ صرف بادشاہ کو بڑے بڑے ٹیکس دینے پڑتے تھے بلکہ امرا اور شرفا کو بھی۔

(۲) یہ ٹیکس صرف عوام الناس پر لگائے جاتے تھے۔ امرا اور دینی پیشوا اس سے بری تھے۔

(۳) بادشاہ جو مقروض تھے۔ لوگوں پر نئے نئے ٹیکس لگاتے تھے۔ اور "نیشنل اسیمبلی" یعنی قومی مجلس یا یوں کہو کہ فرانس کی پارلیمنٹ سے بادشاہ وہ بات کرانا چاہتے تھے۔ جسکے کرنے کے لئے وہ راضی نہ تھی۔

(۴) فرانس کی سوسائٹی دو قسم کے لوگوں میں منقسم تھی۔ ایک حقوق دار۔ دوسرے غیر حقوق دار۔ حقوق دار۔ اور غیر حقوقدار جماعت میں ایک۔ اور تیس کی نسبت تھی۔ حقوقدار جماعت میں امرا اور دینی پیشوا شامل تھے۔ یہی لوگ مالدار تھے۔ ملک کی دولت اُن کے قبضہ میں تھی۔ مگر وہ کسی قسم کا ٹیکس یا محصول نہیں دیتے تھے۔

(۵) کاشتکاروں کے پاس گو مستقل اراضیاں تھیں۔ لیکن اُن کے عوض اُن کو بعض خدمات انجام دینا پڑتی تھیں۔

(۶) اُمرا کو اپنی رعایا کی زمین میں شکار کھیلنے کا حسب دلخواہ حق حاصل تھا۔ انگلستان میں اُن اراضیوں کا محصول کم تھا جن میں شکار ہوتا تھا۔ لیکن فرانس میں زیادہ تھا۔

(۷) فرانس کے امرا اپنے علاقوں میں پالتو کبوتروں کے غول رکھتے تھے۔ جو کاشتکاروں کی فصل کو تباہ کر ڈالتے تھے۔ بعض اوقات کاشتکاروں کو ایک ہی فصل تین تین چار چار بار بونا ہوتی تھی۔ کیونکہ یہ کبوتر تخم ریزی کے بعد ہی تخم کھا جاتے تھے۔

(۸) شہروں میں تجارت اور صنعت خاص خاص قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی۔ جو کسی اور شخص کو اپنا پیشہ اُسوقت تک نہیں کرنے دیتے تھے۔ جب تک کہ اُس سے ایک معقول رقم نہیں لے لیتے تھے۔

(۹) فوج میں افسروں کی آسامیاں صرف اُمرا کو ملسکتی تھیں۔ اسی طرح اعلےٰ دینی عہدے بھی امرا ہی کو ملسکتے تھے۔ اور لوگ ادنےٰ دینی عہدوں سے آگے نہیں بڑھنے پائے تھے۔

ان اسباب کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں اور دیہاتوں میں غریبوں اور عام لوگوں کی حالت قابل رحم اور بد تر تھی۔ ادنےٰ درجہ کا جو شخص بھی ترقی کر کے کسی اعلےٰ درجہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اُس کے مقابلہ میں حقداری کا عذر کھڑا کر کے اُسے روکا جاتا تھا۔

انقلاب سے پیشتر فرانس کی حالت بہت بُری تھی۔ لوئی نام کا پندرھواں بادشاہ حکمران تھا۔ جو بڑا عیاش تھا۔ اُس نے عنانِ حکومت اور فوجی اختیار اپنے عیاش مزاج رفیقوں اور مُنہ چڑھے لوگوں کو دیدیا تھا۔ اُسکی دوست عورتوں یا یوں کہو کہ معشوق اُسکے دربار کی حکمرانی تھیں۔ اور کل ملک میں بلا لحاظ ابتری و پریشانی

اور بے عنوانی کو ترقی دیتی تھیں۔ اُن میں سے ایک عورت جسکا نام بیگم پمپاڈور تھا۔ اور جس نے ۱۷۶۴ء میں وفات پائی۔ کل سلطنت کی حکمران تھی۔ بادشاہ تو برائے نام حکمران تھا۔ اصلی فرمانروا تو یہ بیگم تھیں۔ وہ بیس سال تک کل ملک کو اپنی انگلیوں پر نچاتی رہی۔ اُس نے ملک میں اعلےٰ عہدے اپنے ہواخواہوں کو دیئے۔ اپنے ایک جگری دوست چوسیول نامی کو وزیراعظم بنا دیا۔ ملکی خزانے اُسکے اختیار میں تھا۔ وہ فرانس کیطرف سے غیر ملکوں کے ساتھ جنگ اور عہدنامے کرتی تھی۔ اس عورت نے بڑی شان و شوکت اور راحت و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی کے ایام گذارے۔ اور اپنی وفات پر کروڑوں کی دولت چھوڑی۔ اُس کے بعد شاہ فرانس کے دربار میں ایک اور عورت کا ڈلٹس ڈوبیری کا بڑا زور شور رہا۔ اُس نے چوسیول کو برخاست کرکے اپنے ہواخواہوں کو اعلےٰ منصبوں پر مامور کیا۔ اُسوقت سے فرانس کی جنگی شہرت۔ ملکی رعب و داب کل یورپ کی نگاہوں سے اُٹھ گیا۔ ملک کی آمدنی اور دولت فضول خرچی کا شکار ہوتی رہی اور رعایا سخت مظلوم اور کس مپرسی کیحالت میں رہی۔ لوگوں کے حقوق پامال ہوتے رہے اور جن لوگوں نے خراب حکمران اور رعایا کے حقوق اور دکھ درد پر قلم اُٹھایا اُنہیں سزائیں دی گئیں اور قید کیا گیا۔ یا جلاوطن کیا گیا۔

ملک کی آمدنی اور خزانہ کی دولت بادشاہ اور اُسکے رفیقوں کی عیش و عشرت کثیر التعداد وظیفوں اور پنشنوں اور جنگ و جدل میں صرف ہوتے ہوتے یہ ہُوا۔ کہ ملک غریب ہو گیا۔ خزانہ خالی ہو گیا۔ اور ملک پر قرضہ چڑھ گیا۔ قرضہ ادا کرنے اور بادشاہ کا خرچ چلانے اور ملکی خدمات کے انجام دینے کے لئے صرف ایک تدبیر رہ گئی۔ یعنی یہ کہ لوگوں سے قرض لیا جائے اور اُن پر نئے نئے ٹیکس لگائے جائیں۔ قرضہ کی تعداد اور ٹیکسوں کی تعداد سال بسال ترقی کرتی گئی چونکہ گورنمنٹ کی ساکھ اور اعتبار کم ہو گیا تھا۔ اسلئے قرضہ زیادہ سود پر ملتا تھا۔ بھاری اور نئے نئے ٹیکسوں سے عام لوگوں کا کچومر نکلا جاتا تھا۔ کیونکہ امرا اور

دینی پیشوا اُن سے بالکل بری تھے - لوگوں پر متعدد ٹیکس لگائے گئے - محصول اراضی - حیثیت جائداد - ہاؤس ٹیکس نمک کا محصول - اناج کا محصول وغیرہ وغیرہ - جو لوگ رعایا سے ٹیکس وصول کرتے تھے وہ ایک خاص اور مقررہ رقم ہی خزانے میں داخل کر کے باقی اپنے پاس رکھ لیتے تھے - اس سے وہ اسقدر مالدار ہو گئے کہ اُن کی دولتمندی ضرب المثل ہو گئی ۔

ہر نئے ٹیکس کے وقت پارلیمنٹ اور گورنمنٹ میں جھگڑا اور مخالفت ہوتی تھی - جب ملک کا خزانہ خالی ہو گیا - تو فرانس کے خاص لوگوں نے ایک جلسہ اس غرض کے لیے کیا کہ اُسمیں اس امر پر غور و خوض کیا جائے - کہ کن ذرائع سے ملک کی حالت بہتر ہو سکتی ہے - ان لوگوں نے بادشاہ کو یہ رائے دی کہ اسٹیٹس جنرل کی ایک میٹنگ منعقد کی جائے - فرانس میں یہ جماعت ۱۶۲۴ء سے منعقد نہیں کی گئی تھی پارلیمنٹ کی مانند تھی - اس میں ملک بھر کی منتخب شدہ قائم مقام عوام کے - دینی پیشواؤں کے اور امرا کے شامل تھے - شاہ لوئی پانزدہم نہیں چاہتا تھا - کہ وہ مثل اپنے بزرگوں کے اپنا اقتدار کم کرائے - اس لئے اُس نے ایک بچ کی مجلس قوانین اور ٹیکسوں کی منظوری کے لئے قائم کی - اس ہی مجلس سے اُن لوگوں کی گرفتاری اور قید کے لیے وارنٹ جاری کئے جاتے تھے - جو ٹیکسوں اور اُمرا وغیرہ کی زیادتیوں کی مخالفت کرتے تھے - پارلیمنٹ ملک اور گورنمنٹ میں اکثر باتوں پر مخالفت رہتی تھی - لوگوں کی گرفتاری کے وارنٹ صرف بادشاہ ہی کیطرف سے جاری کئے جاتے تھے - بلکہ وزیر اور اکثر وزیروں سے بھی ادنےٰ درجہ کے لوگوں کیطرف سے - مثلاً امرا وزرا اور بادشاہ کے ہوا خواہوں - دینی پیشواؤں اور خاندانوں کے سرغناؤں - یہ وارنٹ جن کے ذریعے لوگ بلا مقدمہ قائم کئے جانے کے مدتوں گرفتار اور محبوس رکھے جاتے تھے - دراصل لوگوں کی آزادی کے قاطع اور مانع تھے - دس سال تک ملکی مجلس گورنمنٹ - عدالتوں - اور بادشاہ سے عوام کی آزادی اور حقوق کے لیے

جدوجہد کرتی رہی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر اس ملکی مجلس کے زیادہ دلیر لوگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور ملکی مجلس کے اختیارات و حقوق کم کر دئے۔ یہ ۱۷۷۱ء کا واقعہ ہے ✦

لوئی شانزدہم اور اُسکی ملکہ میری انٹوئنٹ نے لوگوں پر اور بھی ستم ڈھایا یہ ملکہ بڑی مغرور تھی۔ خود اُسکی شادی کے جشن کے روز آتشبازی جلاتے وقت لوگوں پر ایک مصیبت نازل ہوئی جس میں کئی سو آدمی پاؤں تلے کچلکر مر گئے۔ ۱۷۷۶ء میں لوئی نے ملک میں اصلاحیں کرنے کی غرض سے دو قابل لوگوں کو مامور کیا یعنی ترگوٹ اور میلی سربز کو۔ انہوں نے کامل اصلاح کی۔ اور یہ تجویز کیا کہ لوگوں کو اعلےٰ عہدوں اور جوڈیشل آسامیوں پر مقرر کیا جائے خفیہ پولیس توڑ دیجائے۔ اخراجات کم کئے جائیں۔ اور مفید باتوں اور قوانین کو رواج دیا جائے۔ اسی طرح وزیر جنگ سینٹ جرمن نے فوجی بُرائیوں کی اصلاح کی۔ مگر ان اصلاحوں کی مخالفت کچھ درباریوں نے کی۔ اور کچھ اُمرا نے کچھ پارلیمنٹ نے اور سب سے زیادہ دینی پیشواؤں نے۔ اس لئے مجبور ہو کر وزرا نے استعفا دیدیا ✦

اسکے بعد نیکر اور کالونی وزرا ہوئے۔ مگر اُن سے ملک کو نفع نہ ہوا۔ کالونی جس نے امرا اور دینی پیشواؤں پر بھی ٹیکس تجویز کئے اُسکی سخت مخالفت کیگئی خود قومی مجلس نے مخالفت کی۔ اسلئے کالونی استعفا دیکر لندن بھاگ گیا۔ پھر ٹولوس کا صدر اسقف لومینی دی برین وزیر اعظم بنایا گیا۔ اُسکی تجاویز ٹیکس کی پارلیمنٹ نے سخت مخالفت کی۔ بادشاہ نے اپنی مقرر کردہ مجلس کے ذریعہ دلی مقاصد پورے کرنے چاہے۔ اور جن لوگوں نے مخالفت کی اُن کو قید یا جلاوطن کر دیا۔ مگر عوام نے بادشاہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اسٹیٹس جنرل کی مجلس منعقد کیجائے۔ بادشاہ نے اور لوگوں کو قید کر دیا۔ جس سے عوام کی ناراضگی کو ترقی ہوئی۔ اور کئی مقامات میں ہنگامہ برپا ہوا۔ مجبور اگر ۱۷۸۹ء میں

استعفادیدیا - اور نیکر پھر وزیر خزانہ بنایا گیا۔
نیکر نے محبوس وزرا اور لوگوں کو رہا کردیا - پارلیمنٹ کے خلاف جو احکام جاری ہو چکے تھے - اُنکو منسوخ کردیا۔ اور ضروری قوانین رائج کئے - اسپر پارلیمنٹ کے ممبروں اور امرا کی مجلس نے یہ قرار دیا کہ پرانے طریقہ پر نئی قومی مجلس مرتب کیجائے - مگر نیکر چاہتا تھا - کہ لوگوں کا تیسرا طبقہ یعنی عوام ہی درحصل قوم کہلانے کا مستحق ہے نہ کہ امرا اور دینی پیشواؤں کے طبقے - اسلیئے تیسرے طبقہ میں سے نئی مجلس کے لیئے زیادہ ممبر بنائے جائیں - نیکر کی تجویز کی تائید میں بہت سے پمفلٹ بھی شائع کئے گئے - نیکر کی مخالفت امرا اور دینی پیشواؤں کیطرف سے کیگئی - اُس زمانہ میں سارے فرانس میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا - کہ ملک میں بادشاہ اور رعایا سے متعلق ایک نیا دور شروع ہوا ہے - اور چاہے اس دور کے راستہ میں کتنی ہی روکاوٹیں پیش کیجائیں - لیکن وہ ضرور کامیابی حاصل کریگا - اس خیال کے بہت لوگ طرفدار تھے - اُن میں سب سے مشہور اور زبردست شخص میرابیو تھا - جس کا پورا نام یہ ہے - ہونور گبریئل رکٹ ریکویٹی کومسٹ ڈی میرابیو ؁

میرابیو بڑا جہاندیدہ اور گرم و سرد آزمودہ تھا - اُس نے پیشتر ہی سے ملکی باتوں اور تحریروں کے باعث بڑا نام حاصل کرلیا تھا - وہ ایک شریف خاندان سے تھا - انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اُس نے عوام الناس کی طرفداری کی اور مطلق العنان بادشاہی - امرا اور دینی پیشواؤں کے ظلم و تعدی کی سخت مخالفت کی ؁

ماہ مئی ۱۷۸۹ء کو ایک ملکی مجلس منعقد کیگئی - جسمیں عوام الناس - اُمرا اور دینی پیشوا کی وغیرہ یعنی تینوں طبقوں کے قائمقام شریک ہوتے - اُمرا اور دینی پیشواؤں کے طبقے چاہتے تھے - کہ ممبروں کا انتخاب تینوں کے متعلق جدا جدا کیا جائے - اس سے ان کے طبقوں کے لیئے زیادہ ممبر منتخب

ہو سکتے تھے۔ لیکن عوام الناس نے کہا کہ تینوں طبقوں کے لئے ممبر ایک ہی جگہ منتخب کئے جائیں۔ عوام الناس نے بیلی کو جو بڑا اہیئت دان تھا۔ اور سچا محب وطن اور پیرس کا قائمقام تھا۔ اپنے طبقہ کا میر مجلس مقرر کیا۔ سائیز اور میرا بیو دونوں کی رائے سے عوام الناس نے اپنے طبقے کو قومی مجلس قرار دیکر اور لوگوں کو اپنی طرف ملانا چاہا۔ ادنے درجہ کے دینی پیشوا اس طبقہ میں مل گئے۔ قومی مجلس نے جو فیصلہ کیا۔ اس سے درباریوں کو خوف پیدا ہو گیا۔ فیصلہ یہ تھا۔ کہ قوم کو اُسکے حقوق عطا کئے جائیں۔ قومی قرضہ کا سود موجودہ ٹیکسوں (حالانکہ یہ ٹیکس ناجائز ہیں) سے ادا کیا جائے ❋

اسپر درباریوں نے یہ مناسب سمجھا کہ کُل قوم کے لئے ایک نیا کنسٹی ٹیوشن (آئین) بنایا جائے۔ اس سے تینوں طبقوں کا وجود بیکار ہو جاتا۔ پس ۲۳ جون کو بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ اور جس مکان میں مجلس ہوئی تھی اُس کے دروازے بند کر کے کارروائی شروع کیگئی۔ بیلی کو بھی ان باتوں کا پتہ لگ گیا۔ بیلی فی الفور معہ قائمقاموں کے اُس مکان پر گیا۔ مگر اُسے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ پس وہ معہ لوگوں کے ٹینس کورٹ میں گیا۔ جہاں اُسکی رائے سے لوگوں نے یہ حلف اُٹھائے کہ "وہ ملک کے لئے ضرور ایک قانونی پارلیمنٹ اور انتظام حکومت بنا کر رہینگے"۔ عوام نے تین دن بعد دوسرا اجلاس کیا۔ اُن کے شریک حال بہت سے دینی پیشوا اور اسقف صاحبان بھی ہو گئے ❋

بادشاہ کی مجلس نے بادشاہ کے نام سے جو فرمان جاری کیا۔ وہ دھمکیوں اور ملامتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس سے عوام میں بڑا جوش اور غصہ پیدا ہو گیا۔ نیکر اس فرمان کے اجرا سے پیشتر ہی استعفا دے چکا تھا۔ فرمان میں با اطمینان بھی دلایا گیا تھا۔ کہ کسی شخص کے ساتھ اُسکے اُسکی جائیداد وغیرہ کے متعلق کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اس سے چونکہ مراد یہ تھی۔ کہ جن حقوق کو

امرا دینی پیشوا اپنے حقوق سمجھتے تھے اور جن کے منسوخ کئے جانے کے لئے عوام الناس اصرار کر رہے تھے اس اطمینان سے اُن ہی حقوق کو تقویت ہوتی تھی۔ اسلئے عوام کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی ؟

اس کے بعد جو اجلاس تینوں طبقوں کے قائم مقاموں کا ہوا۔ اُس میں بادشاہ کیطرف سے لوگوں کو اطمینان دلایا گیا۔ اجلاس برخاست ہوتے ہی دو طبقے کے لوگ چلے گئے۔ مگر عوام کے طبقہ کے لوگ بیٹھے رہے اسپر اُس عہدے دار نے جو شاہی دربار کے انعقاد کی رسوم ادا کرتا ہی کہا کہ اب آپ بھی جائیں۔ یہ سنتے ہی میرابو کھڑا ہوا اور حاضرین کو اُن کے حلف یاد دلا کر اُس عہدے دار سے یوں مخاطب ہوا ؟

"اپنے بادشاہ اور آقا سے جا کر کہدے کہ ہم اسجگہ قوم کی مرضی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہاں سے ہم صرف سنگینوں کی نوکوں کے ذریعہ سے ہٹائے جا سکتے ہیں"۔ بادشاہ نے یہ جواب سنا۔ مگر خاموش رہا۔ اس اجلاس کی کارروائی بیکار قرار دیگئی۔ اور بہت جلد بہت سے اعلےٰ درجے کے دینی پیشوا جن میں بولیس اور اوٹن کے اسقف بھی شامل تھے اور نیز بہت سے اُمرا ڈیوک آف اورلینس کی ہمراہی میں عوام الناس کے طبقوں میں شریک ہو گئے۔ اب تو لوئی نے بھی مناسب سمجھا کہ تینوں طبقوں کے درمیان ایک عہد اور اتحاد ہونا ضروری ہے ؟

تیسرے طبقہ کی فتح اور پایۂ تخت پیرس کی ہل چل سے امرا اور درباریوں پر بڑا خوف غالب آیا۔ اور اُن کی رائے سے بادشاہ نے سوئز اور جرمن فوجوں کو مارشل بروگلی کے زیر کمان ورسیلز میں بلایا۔ کیونکہ فرنچ فوج پر اعتبار نہیں تھا قومی مجلس نہیں چاہتی تھی۔ کہ ان فوجوں کو بلایا جائے۔ کیونکہ اُن کا بلایا جانا ایک دھمکی سمجھا جاتا۔ لیکن ناعاقبت اندیش بادشاہ نے ایک بھی نہ سنی ؟ پیرس میں ایک انقلابی اور اصلاحی انجمن سی قائم ہو گئی تھی۔ جو عام لوگوں

میں آزادی کے جذبہ کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے بڑھاتی رہتی تھی۔
آزادی کے متعلق تقریر کرنے والوں میں کامیلی ڈیسیمولنس بڑا ہی پرجوش تھا۔
اول تو فوجوں کا بلایا جانا۔ دوسرے اس خبر کا مشتہر ہونا۔ کہ نیکر جلا وطن کر
دیا گیا۔ اور اُسکی جگہ ملکہ کا ہوا خواہ فولون اور ملکی آزادی کا دشمن کومسٹ ڈی ارٹونس
مقرر کئے گئے۔ لوگوں کو بھڑکانے کا موجب تھا۔ آزادی کے چاہنے والوں
کی ٹولیاں گلیوں اور سڑکوں پر گشت لگانے لگیں۔ کارخانے لوٹے گئے۔
میگزینوں پر عوام نے قبضہ کر لیا۔ اور اُمرا کے مکانوں پر دھاوے کئے گئے
۱۴۔ جولائی کو قلعہ بیسٹائل کو مسمار کر دیا گیا۔ امرا اور بادشاہ کی حکومت ملک
اُٹھا دی گئی۔ بیسٹائل کے گورنر ڈیلونی اور دیگر لوگوں کو قتل کیا گیا۔ اُن کے
سر نیزوں پر رکھ کر شہر میں پھرائے گئے۔ شاہی حکومت کے حامیوں
فلے سلیز ہیلی اور سومئیس بھوٹین کو قتل کیا گیا۔ نیکر کو واپس بلایا گیا۔ اُسکا دھوم
سے ہر جگہ استقبال کیا گیا۔ لیفائٹ کو قومی فوج کا سپہ سالار اور بیلی کو شہر
پیرس کا حاکم مقرر کیا گیا +

قومی مجلس نے بہت سے نئے قوانین بنائے۔ جو مراعات کاشتکاروں اور
عام لوگوں کیطرف سے امرا اور دینی پیشواؤں کے لیئے روا رکھی گئی تھیں۔
اُن کو منسوخ کیا گیا۔ امرا سے بدسلوکی کا بدلہ لیا گیا۔ بہت سے اُمرا اور دینی پیشوا
ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خود بادشاہ نے ۱۷۹۱ء بھاگ جانا چاہا۔ لیکن
گرفتار کر کے پیرس میں واپس لایا گیا۔ جہاں وہ قید میں رکھا گیا۔ امرا اور پادری
جو غیر ملکوں میں بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے پرشیہ اور آسٹریہ سے اہل
فرانس پر فوج کشی کرانا چاہی۔ ۱۷۹۲ء میں سب آبجو فوت ہو گیا اور پرشیہ و
آسٹریہ نے فرانس پر بادشاہ کی امداد کے طور پر فوج کشی کی۔ اسپر عام لوگوں
نے بادشاہ اور ملکہ کے قید خانہ پر حملہ کیا۔ اور اُسپر قبضہ کر لیا۔ پرشیہ اور
آسٹریہ کو شکست دی پھر بادشاہ کے حامیوں کا قتل کرایا گیا ۱۷۹۲ء میں

شاہ لوئی کو قتل کیا گیا - اور ملک میں ایک نئی پارلیمنٹ اور جمہوری سلطنت قائم کی گئی - اور اس طرح امرا اور بادشاہ کے ظلم و ستم کا خاتمہ ہو گیا - اور لوگوں کی آزادی اور اُن کے حقوق پھر حاصل ہو گئے - یہ سب کچھ اُس انقلاب کے ذریعہ کیا گیا - جس کا باعث مظلوم رعایا تھی *

جین سلوین بیلی مشہور فرانسیسی محبِ وطن

یہ شخص جو فرانس میں ایک بڑا زبردست ہیئت دان گذرا ہے - ۱۵ ستمبر ۱۷۳۶ء کو پیدا ہؤا - انقلاب فرانس کی ابتدا ہونے سے پیشتر تک وہ فرانس میں علم ہیئت کے متعلّق تجربات اور تحقیقات کرنے اور کتابیں لکھنے میں معروف رہا - لیکن جب انقلاب فرانس کی ابتدا ہوئی تو اُسنے حامیان انقلاب کی طرفداری کی - وہ سب سے پہلا شخص تھا - جس نے انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی انقلاب پسند فریق کی جماعت کا بیڑا اُٹھایا +

۱۷۸۹ء میں جب اسٹیٹس جنرل کی مجلس فراہم ہوئی - تو بیلی اُسکا پریسیڈنٹ مقرر کیا گیا - اور جب قومی مجلس قائم کی گئی - تو اُسکا بھی میر مجلس مقرر کیا گیا - اس آسامی پر وہ اُس وقت تک کام کرتا رہا - جبکہ شاہ فرانس نے قومی مجلس کے برخاست کرنے کے لیے فرمان جاری کیا +

جب قومی مجلس اور شاہی عدالت میں جھگڑا ہؤا تو سب سے پہلے بیلی ہی نے لوگوں کے حقوق کی حمایت میں تقریر کی - اور اُس نے لوگوں سے اسبات کے حلف اُٹھوائے کہ "وہ ظالم اور ظلم کا مقابلہ کرینگے - اور اس وقت تک خاموش نہ ہونگے جب تک کہ اُن کو ایک آزاد اور قانونی حکومت نہ ملجائیگی" - ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء میں یعنی قلعہ بیسٹائل پر دھاوا بولنے اور قبضہ کیے جانے کے ایک دن بعد بیلی پیرس کا حاکم اعلےٰ منتخب کیا گیا - اس آسامی کے فرائض بیلی نے اپنی

جان پر کھیل کر اور نہایت محنت سے انجام دئے اور ایک نہایت قابل تعریف
طریقہ میں ان تجاویز کو ترقی دی - جن کے ذریعہ عوام اپنے مقاصد اور حقوق
میں شاہی عدالت اور دربار پر غالب آسکے - ان باتوں کے باعث
وہ عام لوگوں میں بیحد ہردلعزیز ہوگیا - لوگ آزادی کے اسقدر خواہاں تھے
کہ وہ اُس کے خلاف کسی بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے - بیلی نے لوگوں سے
چاہا - کہ بادشاہ اور ملکہ کو چلا جانے دیں - اُس نے فوج کے سرکش افسروں
کو گرفتار کرایا - مارٹے اور ہیبرٹ کی نقصان دہ تجاویز کی مخالفت کی - وہ چاہتا
تھا - کہ امن کے ساتھ اور معقول طریقہ میں لوگوں کو آزادی - حقوق اور قانونی حکومت
دلائی جائے - یہ باتیں پُرجوش بیقرار اور ناعاقبت اندیش لوگوں کو کب گوارا
تھیں - ان باتوں سے لوگ اُس سے ناخوش ہوگئے - ۱۷ جولائی سنہ ۱۷۹۱ء
کو عوام نے شاہی حکومت اُٹھا دینے کے لئے جلسہ کیا - قومی مجلس نے
بیلی سے کہا کہ ہنگامہ فرو کیا جائے - عوام کے گروہ نے ہنگامہ کر کے فوج پر
حملہ کر دیا - بیلی نے کشت و خون روکنے کے لئے فوج سے کہا - کہ بندوقوں
کے فیر کر کے ہنگامہ فرو کیا جائے - اس حکم سے فیر کئے گئے - اور ۴۰ آدمی
جان سے مارے گئے - اور ۱۰۰ زخمی ہوئے - پس جب سنہ ۱۷۹۱ء میں قومی
مجلس توڑی گئی تو اُس نے اس خیال سے کہ لوگ اُس کی طرف سے شبہ
کرتے ہیں اُس نے اپنے منصب سے استعفا دیدیا - اور میلان کی طرف جہاں
لاپلیس ہیئت دان تھا - اس ارادے سے روانہ ہوا کہ وہاں علم ہیئت کے
مشغلہ میں ایام گذارے - میلان میں شاہی فوج نے اُسے قید کر دیا - ۱۰ ر
اور ۱۱ اگست سنہ ۱۷۹۳ء کو سازش کے جرم میں اُس پر قتل کا فتوے صادر
کیا گیا - اور دوسرے ہی روز اُسے قتل کرا دیا گیا - افسوس کہ لوگوں نے بیلی
جیسے محب وطن کی قدر نہ کی - اور اُسے شاہی حمایتوں کے ہاتھوں سے قتل
ہو جانے دیا ۔

آزادی اور انقلاب کا شیدا

فرانس میں سلطنت جمہوری اور "انقلاب فرانس" سے متعلق سب سے زبردست شخص روبسپیئر تھا۔ جسکا اصلی نام "میکسی میلین ماری اسی دو رروبسپیئر" ہے۔ اس میں شبہ کو مطلق گنجائش نہیں کہ وہ سچّا محب ملک تھا۔ ۱۷۵۸ء میں پیدا اور ۱۷۹۴ء میں فوت ہوا۔

یہ ایک غریب کا لڑکا تھا۔ اور اس کے اسقف صاحب کی عنایت سے اُس نے ۱۷۸۱ء میں قانون کا امتحان پاس کیا۔ جسکے بعد ہی اسقف صاحب نے اُسے اپنے علاقہ میں حاکم فوجداری کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ لیکن اس آسامی سے وہ خود ہی تھوڑے عرصہ بعد اسلئے دست بردار ہو گیا۔ کہ وہ اپنے قلم سے سزائے موت کا حکم صادر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ملازمت سے دست بردار ہو کر روبسپئیر نے وکالت شروع کی جس میں اپنی قابلیت اور جفاکشی کے ذریعہ سے جلد تر بڑی شہرت حاصل کر لی۔ جب وکالت خوب چلنے لگی۔ تو تصنیف تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ ماہ دسمبر ۱۷۸۳ء میں وہ اورآس کے بیت العلوم کا ممبر بنایا گیا۔ اُس نے تھوڑے ہی عرصہ میں کئی بیت العلوم سے انعام حاصل کئے۔ الغرض اپنی لٹریری اور قانونی قابلیت اور ملنساری سے روبسپیئر عوام میں بہت جلد ہر دلعزیز ہو گیا۔

۱۷۸۸ء میں ایک مباحثہ میں جسکا منشا یہ تھا۔ کہ اسٹیٹس جنرل کا انتخاب کس طریقہ سے ہونا چاہیے۔ روبسپیئر کو بھی شریک ہونا پڑا۔ اُس زمانہ میں فرانس میں یہ عہدہ بڑے اعزاز کا تھا۔ روبسپیئر نے مباحثہ میں یہ ثابت کر دیا کہ

اگر اس منصب کے لیئے کسی شخص کا انتخاب صوبوں کی گورنمنٹ کی طرف سے کیا جائے تو منتخب شدہ شخص رعایا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس واقعہ اور نیز بعد کے دیگر واقعات سے روبسپئیر ایک قابل مدبّر سمجھا جانے لگا۔ ۱۷۸۹ء میں وہ اسٹیٹس جنرل کے پانچویں نائب کے منصب پر مامور کیا گیا +

روبسپئیر بڑا سرگرم اور روسیو کے اصول کا شیدائی تھا۔ اُسے کامل یقین تھا۔ کہ روسیو کے اصول بہت جلد کامیابی حاصل کر کے فرانس کی کایا پلٹ کرینگے۔ وہ ان اصول سے پھرنا موت سے بدتر سمجھتا تھا۔ جب ملکی مجلس ایک نظام حکومت مرتب کر رہی تھی۔ (یہ نظام حکومت سرسبز ہونے کے قابل نہیں تھا) تو روبسپئیر لوگوں کے حقوق و فرائض کی طرف مائل تھا۔ ان باتوں کے متعلق اُس نے ملکی مجلس میں کئی بار تقریر بھی کی سنہ ۱۷۹۱ء میں فرانس کے سب سے مشہور مدبّر میرابیو کا انتقال ہونے سے روبسپئیر اور اُسکے حامیوں کی چھوٹی سی جماعت کے لیئے ترقی کا راستہ کھل گیا +

روبسپئیر نے سب سے پہلے تو چھوٹے درجہ کے پادریوں کی تنخواہ میں اضافہ کے لیئے کوشش کی۔ پھر اُس نے جاکوبن کلب (فرانس میں یہ کلب انقلاب پسندوں کی آماجگاہ تھا) کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا۔ اس میں اُسے خاصی کامیابی ہو گئی۔ انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اس کلب کو بڑا زور حاصل ہو گیا +

۲۱ جون سنہ ۱۷۹۱ء کو شاہ فرانس انقلاب پسند جماعت کے خوف سے بھاگا۔ مگر گرفتار کر لیا گیا۔ اُسوقت بادشاہ کی حمایتوں نے روبسپئیر پر ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ مگر ایک رفیق کی مدد سے روبسپئیر کا بال تک بھی بیکا نہ ہوا۔ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۷۹۱ء کو ملکی مجلس توڑ دیگئی۔ اور انقلاب پسند لوگوں نے پیٹیون اور روبسپئیر کو محب ملک تسلیم کر کے اپنا سرغنہ بنا لیا +

۱۰ دسمبر میں روبسپئیر نے جو تقریر کی اُس سے تاریخ فرانس میں ایک نئی بات کا آغاز ہوا۔ بریوٹ نے جو ایک ملکی فریق کا سرغنہ تھا۔ اور ملکہ فرانس نے

آسٹریہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے رائے دی - لیکن مارٹ اور روبسپیئر نے اس
تجویز کی مخالفت کی - مارٹ نے مخالفت مدبرانہ نکات کے ساتھ کی - اور روبسپیئر
نے انسانی ہمدردی کے خیال سے - کیونکہ وہ جنگ وجدل اور کشت وخون کے بالکل
خلاف تھا - اسوقت سے روبسپیئر اور دوسرے فریق میں سخت دشمنی ہوگئی
۱۷۹۲ء میں روبسپیئر نے ملکی عہدے سے استعفا دیدیا - اور اپنے مدعا کی
حمایت میں ایک اخبار نکالا - مگر پیرس کی اُس جماعت کے ساتھ شرکت نہیں
کی - جس نے لوئی چہاردہم کو معزول کر دیا تھا - کیونکہ وہ بھی جنگ کی خواہاں تھی
حالانکہ یہ جماعت روبسپیئر کو اپنی طرفدار بنانا چاہتی تھی - اس خیال سے کہ
اُسکا ملک میں بڑا اثر تھا - اُسوقت روبسپیئر نے مجلس واضعان آئین وقوانین
میں یہ تجویز پیش کی - کہ انقلاب کے متعلق ایک کونسل اور ایک حاکم اعلےٰ مقرر کیا
جائے - اُس نے یہ بھی کوشش کی کہ کشت وخون بند کیا جائے - اگرچہ یہ باتیں
تو منظور نہ ہوئیں - تاہم خود روبسپیئر ملکی مجلس میں اوّل ڈپٹی کے منصب پر مامور
کر دیا گیا +

فرانس کی جماعت گرنڈلنس جو درپردہ شاہ فرانس سے ساز رکھتی تھی - وہ
یہ چاہتی تھی کہ رو اسیجنس کے نواب کو تخت پر بٹھا دیا جائے - اس جماعت نے
روبسپیئر کی اس لئے مخالفت شروع کی کہ اُسکا اثر جو سارے ملک میں تھا - اُن
کے مقاصد کی تکمیل میں ہارج ہو سکتا تھا - پس اس جماعت کے لوگوں نے
اُسپر یہ الزام لگایا کہ وہ اور اُسکے رفیق ملک کے اعلےٰ عہدوں کے لئے کوشش
کر رہے ہیں اور میڈیم رولینڈ کے مکان پر سازش کرتے ہیں - لیکن روبسپیئر
نے اُن الزامات کی قطعی تردید کر دی - اور اپنی فصاحت سے مخالفوں کا منہ بند کر دیا +
دسمبر ۱۷۹۲ء میں بادشاہ کا مقدمہ ملکی جماعت میں پیش کیا گیا - جس میں
روبسپیئر نے ملک کی حمایت اور خیرخواہی میں بادشاہ کے خلاف یہ تقریر
کی :-

" یہ مقدمہ کوئی باضابطہ مقدمہ نہیں ہے۔ لوئی قیدی نہیں ہے۔ تم سماعت کرنے والے جج نہیں ہو۔ بلکہ صرف مدبّر اور قوم کے قائم مقام۔ تمہیں صرف ایک ہی شخص کے خلاف یا موافق فتوے نہیں دینا ہے۔ بلکہ عوام کی سلامتی کے سوال کو طے کرنا ہے۔ اور نیز قومی دور بینی کے سوال کو۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ تمہاری غلطی کو ظاہر کرتا ہوں۔ لاکھوں راستباز لوگوں کے مقابلہ میں لوئی کو ہلاک کرنا چاہیئے۔ لوئی ضرور ہلاک کیا جائے۔ تاکہ قوم زندہ رہے +"

اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ شاہ لوئی کے قتل کا فتوے صادر کیا گیا۔ اُس وقت سے روبسپیئر اور شاہی حکومت کے حامیوں میں دشمنی دن بدن ترقی کرتی رہی۔ روبسپیئر اور اُسکے رفیق اپنی ذاتی سلامتی کے خواہاں نہ تھے بلکہ ملک کی فتح کے جو کل یورپ کے مقابلہ میں ہونا چاہیئے تھی۔ آخر کار روبسپیئر غالب آیا۔ اور گرنڈنس کی جماعت ہلاک کی گئی۔ اور عوام کی طرف سے روبسپیئر عوام کی سلامتی کی مجلس کا ممبر بنایا گیا +

روبسپیئر کی دلی خواہش یہ تھی کہ ملک میں ایک قومی حکومت قائم کیجائے۔ اسلیئے انجمن سلامتی کو ملک کے اندرونی انتظام کا اختیار دیدیا گیا۔ مگر اب ایک اور دقت پیدا ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ اس انجمن کے بہت سے ممبر روبسپیئر سے اس لئے حسد کرنے لگے۔ کہ ملک میں اُسکا اثر بہت زیادہ تھا۔ جو اُن کے حق میں تباہی کا موجب ہو سکتا تھا +

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ فرانس میں جو کشت وخون انقلاب پسند جماعت کے چند سرغناؤں کی کوشش سے ہوا۔ اُس سے روبسپیئر کا کوئی تعلّق نہیں تھا۔ انقلاب پسندوں کی دونوں جماعتوں کے سرغنہ جنکا ملک میں زور تھا۔ ایک دوسرے کے بغض وحسد کا شکار ہوئے۔ مگر روبسپیئر پر آنچ بھی نہ آئی +

آخر کار جب کشت وخون کی انتہا ہو چکی تو روبسپیئر نے ملکی مجلس میں

ایک تقریر کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "کشت و خون بند کیا جائے۔ اور جو ڈپٹی یعنی حاکم نامنصف اور ظالم ہیں۔ اُن کو قتل کرایا جائے۔ اور انجمن سلامتی پھر مقرر کی جائے"۔ اس تقریر کا اولٹا اثر ہوا۔ اور خود روبسپیئر کے خلاف۔ وہی مثل ہوئی کہ

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

روبسپیئر نے ادھر تقریر ختم کی اور اُدھر انقلاب پسندوں نے اُس سے یہ سوال کیا کہ ایسے ڈپٹیوں کے نام بتائے جائیں۔ روبسپیئر نے نام بتانے میں مصلحتاً ذرا تامل کیا۔ اس سے لوگوں کو خود اُس کی طرف سے شبہ ہو گیا اور انہوں نے روبسپیئر اور اُس کے رفیقوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر روبسپیئر کو تو چند دور اندیش ڈپٹیوں نے رہا کرا دیا۔ مگر اُس کے ایک مخالف نے اُسے گولی ماردی۔ جس سے وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور دوسرے ہی دن مخالفوں نے دست درازی کر کے اُسکی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا +

گو روبسپیئر بے قصور ہلاک کیا گیا۔ لیکن جس مدعا کا تخم اُس نے بویا تھا۔ وہ بار آور ہوئے بغیر نہ رہا۔ ملک سے شاہی حکومت اُٹھا دیگئی۔ ظلم و ستم کا خاتمہ ہو گیا۔ لوگوں کی آزادی مل گئی۔ اور ملک میں جمہوری سلطنت کی ابتدا ہوئی +

ایک فرانسیسی محبِ وطن اور اُس کی بیوی

فرانس میں "انقلاب" کے زمانہ میں کئی محب ملک ہوئے ہیں جن میں سے ایک کا نام رولینڈ تھا۔ اُسکا اصلی نام جیبن ماری رولینڈ ڈی لاپلاٹ ریبڑی تھا۔ وہ ۱۷۳۴ء میں پیدا اور ۱۷۹۳ء میں فوت ہوا۔ وہ ایک غریب کا بیٹا تھا۔ وہ آئرش نسل سے۔ اُسکا دادا نقل سکونت کرکے فرانس میں جا بسا تھا۔ وہ اپنے ایک رشتہ دار کی کوشش سے محکمہ صنعت و حرفت میں انسپکٹر مقرر کیا گیا۔ ۱۷۸۱ء میں اُس نے ایک عورت سے شادی کی۔ جو بڑی مطالعہ پسند تھی۔ اور وسیع معلومات بھی رکھنے والی۔ اس عورت کو سلطنت جمہوری سے بڑی ہمدردی تھی۔ اُس ہی کے اثر سے رولینڈ نے انقلاب فرانس میں بڑا نمایاں حصّہ لیا+

شادی کے بعد رولینڈ نے صنعتی معاملات پر مضامین کا ایک عمدہ سلسلہ "ایک انسائی کلوپیڈیہ" کے لئے لکھا۔ جس کے باعث ملک میں اُسکی بڑی شہرت ہوگئی۔ بیوی جسے "انقلاب" کے ساتھ دلی ہمدردی تھی اُس نے انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اپنے خاوند کے نام سے اخبارات میں اعلےٰ درجہ کے پولٹیکل مضامین لکھنے شروع کئے۔ ان مضامین سے رولینڈ کی حب الوطنی میں بڑی شہرت ہوئی+

یہ میاں بیوی دونوں ہی بڑے راستباز اور نیک چلن تھے۔ اور اُنہیں مظلوم رعایا کے ساتھ دلی ہمدردی تھی۔ اسلیئے لائنس کے لوگ جہاں وہ انسپکٹر تھا اُس کا اور اُسکی بیوی کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ رولینڈ لائنس کی میونسپلٹی کا ممبر تھا۔ فروری ۱۷۹۱ء میں وہ لائنس کی میونسپلٹی کیطرف سے قائمقام بنا کر

پیرس کی ملکی مجلس میں روانہ کیا گیا تھا۔ تاکہ شہر لائنس کے باشندوں کے فوائد کی حمایت کرے۔ اُسکی بیوی اُسکے ہمراہ گئی +

پیرس میں بہت لوگ بادشاہ اور پادریوں کے مظالم کے سخت مخالف تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ شاہی حکومت ملک سے اُٹھ جائے اور اُسکی جگہ ایک جمہوری سلطنت قایم کیجائے +

+ پیرس کے قیام میں رولینڈ اور اُسکی بیوی کے بہت سے رشتہ دار پیدا ہو گئے جن میں سے بریسٹ۔ پیٹیون۔ اور روسپیئر زیادہ مشہور لوگ تھے۔ یہ تینوں عوام کے مقاصد سے دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ ۱۷۹۱ء میں فرانس پر ایک انقلابی حالت گذر رہی تھی۔ اُسوقت محبّان ملک کے خیال سے فرانس کی بہتری کی سب سے عمدہ صورت ایک جمہوری سلطنت ہوسکتی تھی۔ اُسوقت میڈم رولینڈ کی حب الوطنی کو چار چاند لگ گئے۔ اس کے دل میں فرانس کی آزادی کے لئے ایک زبردست اور نہ رکھنے والی خواہش پیدا ہو گئی۔ اور اُسنے کوشش کر کے پیرس سے جمہوری سلطنت کی حمایت میں ایک اخبار جاری کرایا۔ لیکن افسوس کہ یہ اخبار دو ہی نمبر نکلنے کے بعد شاہی حکم سے بند کر دیا گیا +

جس کام کے لئے رولینڈ پیرس گیا تھا۔ اُسے انجام دیکر وہ معہ اپنی بیوی کے شہر لائنس واپس چلا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اُسکی اسامی تخفیف میں آگئی۔ اور وہ بالکل آزاد ہوکر ملکی معاملات میں زیادہ دلچسپی اور حصّہ لینے کے قابل ہوگیا۔ چنانچہ ماہ دسمبر میں رولینڈ معہ بیوی کے پیرس پہنچا +

جولائی ۱۷۹۲ء میں اپنی خداداد قابلیت کے باعث رولینڈ فرانس کے اندرونی معاملات کے صیغہ کا وزیر مقرر کیا گیا۔ اس عہدے کے فرائض اُس نے بڑی خوبی کے ساتھ انجام دئے۔ اُسوقت تک بادشاہ نے جلاوطنوں اور پادریوں کے متعلق کوئی حکم اس درخواست پر نہیں دیا تھا۔ جو محبّان ملک

کی جماعت نے دی تھی۔ پس میڈم رولینڈ نے ایک خط کا مسودہ لکھا جسے
اُسکے خاوند رولینڈ نے شاہی کونسل میں بادشاہ کو پڑھکر سنایا۔ بادشاہ
کو پادریوں وغیرہ کے خلاف حکم دینے میں تامّل تھا۔ اس خط میں اس تامّل
سے متعلق اعتراضات تھے۔ اور نیز اس بات کا بھی ذکر تھا۔ کہ ملک اور
نظام حکومت میں بادشاہ کی پوزیشن کیا ہے۔ یہ خط ایک وزیر کیطرف سے
پڑھا جانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ وہ بالکل حب الوطنی پر مبنی تھا۔ اس
خط میں بادشاہ کے لیئے رعایا کیطرف سے ایک دھمکی بھی تھی۔ اس خط کا انجام
یہ ہوا کہ رولینڈ اپنے منصب سے برخاست کردیا گیا۔ رولینڈ اور اُسکے دوستوں
نے اس خط کو چھپوا کر ملک میں شایع کردیا۔ گویا یہ خط ہی اُن لوگوں کا ایک با
ضابطہ دعویٰ ہوگیا۔ جو شاہی حکومت کے مخالف اور جمہوری سلطنت کے
خواہاں تھے۔ اس خط میں برخاست شدہ وزرا کی بحالی کے لیۓ بھی رائے
تھی۔ اور برخاست شدہ وزرا کا بحال کرنا بادشاہ فرانس کے منصب اور
منشا کے خلاف تھا +

مختصر یہ کہ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء میں فرانس سے شاہی حکومت اُٹھادی گئی
اور رولینڈ کی طاقت اور اثر بیحد زور پکڑ گیا۔ اب تو لوگ رولینڈ کی بڑی تعریف
کرنے لگے۔ اُس نے اُس قتل عام اور کشت وخون کو ناواجب قرار دیا۔ جو
ماہ ستمبر میں کیا گیا تھا۔ رعایا جو بادشاہ اور شاہی حکومت کی سخت مخالف تھی۔
اُسے اپنے ارادوں میں ایک کامیابی نصیب ہوئی۔ اور ۲۲ جنوری ۱۷۹۳ء کو
شاہ فرانس قتل کیا گیا +

جو لوگ شاہی حکومت کے مخالف تھے۔ اُن میں بھی ملکی معاملات پر بعض
باتوں میں اختلاف تھا۔ اسلیئے رولینڈ نے ملک کی سرغنائی اور لیڈری سے ہاتھ
اُٹھالیا۔ جو لوگ رولینڈ کے خلاف تھے۔ اُن کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ انھوں نے
یکم جون ۱۷۹۳ء میں میڈم رولینڈ کو گرفتار کرکے قیدخانہ میں بھیجدیا۔ اور اس

محب ملک عورت کو ۸۔ نومبر ۱۷۹۳ء کو قتل کرا دیا۔ قتل ہونے سے پیشتر میڈم رولینڈ نے "آزادی کے بت" کے سامنے جسے محبان ملک اور انقلاب پسند جماعت کے لوگوں نے نصب کیا تھا۔ سر جھکایا۔ اور یہ الفاظ کہے کہ "اے آزادی تیرے نام کس قدر ظلم کئے جاتے ہیں"+

بیوی کے قتل کے وقت خود رولینڈ قید میں تھا۔ مگر بعد میں وہاں سے کسی ترکیب سے نکل گیا۔ بیوی کے قتل اور دوستوں کی بدسلوکی سے رولینڈ کو بڑا ہی قلق ہوا۔ وہ بالکل دل شکستہ ہوگیا۔ اور ملک میں جابجا مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دن اُسکے دل پر مایوسی کا اسقدر غلبہ ہوا کہ اُس نے خودکشی کر لی۔ رولینڈ ہی وہ شخص تھا جس نے سب سے اول شاہ فرانس اور ظلمران فرقہ کی مخالفت میں زبان کھولی تھی وہ "انقلاب فرانس" کا پیشرو تھا+

نوٹ۔ "انقلاب فرانس" پر حضرت ساغر اکبر آبادی نے جو لاجواب کتاب لکھی ہے وہ زیر طبع ہے۔ اُس میں اس انقلاب کے صحیح تاریخی اسباب واقعات اور نتائج ہیں ۲۰۰ صفحہ۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲؍

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر ایشری پرشاد مالک کوٹھی اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

محب ملک لافایٹ

اس فرانسیسی محب ملک کا نام میری جین پال رودخ ایوز گلبرٹ موٹرس مارکوئس دی لافایٹ ہے۔ وہ خاندانی نواب تھا۔ اور ۱۷۵۷ء پیدا ہوا تھا۔ ۱۳ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ ۱۶ سال کی عمر میں اُس نے شادی کر لی۔ اُس نے شاہی فوج میں ملازمت اختیار کی +

جب امریکہ نے انگلستان کی حکمرانی سے علیحدہ ہو کر "آزادی" کا اعلان کیا۔ تو لافایٹ کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اُسوقت وہ فوج میں کپتان کے عہدے پر تھا اُس نے امریکہ والوں کی مدد کے لیئے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک نواب نے جس سے اُس نے اس بارہ میں صلاح اُسکے ارادہ کو پست کر دیا۔ اُسکے بعد نوجوان لافایٹ نے امریکن سفیر متعینہ پیرس کی خدمت امریکہ کی فوج میں بھرتی ہونا چاہا۔ مگر اُن ہی دنوں میں امریکہ سے یہ خبر آئی۔ کہ امریکن فوج کو شکست ہوئی اور نیو یارک پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ لافایٹ کے دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ اور ساتھ ہی شاہ فرانس نے اُسے فرانس نہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن لافایٹ آزادی کا کچھ اسقدر حامی تھا۔ کہ باوجود ان مشکلات کے اُس نے اپنے روپیہ سے ایک جہاز خریدنے اور اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر امریکہ جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ انگریزی سفیر متعینہ ورسیلیز نے شاہ فرانس سے شکایت کی اور ایک پروانہ جہاز اور ہر دو لافایٹ کی گرفتاری کے لیئے جاری کرایا۔ لافایٹ تو گرفتار ہو گیا۔ مگر جہاز اسپین کے ایک بندرگاہ میں جا پہنچا۔ لافایٹ حوالات سے نکل بھاگا۔ اور قبل اسکے کہ اُسکی گرفتاری کے لیئے دوسرا پروانہ جاری کیا جاتے۔ وہ جہاز میں سوار ہو کر معہ ۱۱ ہمراہیوں کے چلدیا۔

دو انگریزی جہاز اُس کے تعاقب میں روانہ کئے گئے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ بلکہ دو ماہ کے تکلیف دہ سفر کے بعد امریکہ کے بندرگاہ جارج ٹاؤن میں جا پہنچا جہاں سے وہ مقامِ مطلوبہ کو روانہ ہوا +

وہ کانگریس کے روبرو حاضر ہوا۔ اور اُس نے سپہ سالار سے ینچا عہدہ مانگا۔ لیکن یہ عہدہ اُسے نہ ملسکا۔ تاہم وہ بطور والنٹیر کے امریکن فوج میں لے لیا گیا۔ اور میجر جنرل کی آسامی پر مامور کیا گیا۔ وہ واشنگٹن کے ہمراہ جو سپہ سالار تھا۔ رہنے اور کام کرنے لگا۔ مگر فوج کی کمان خود سے پھر بھی نہ ملی۔ لیکن جب ۱۱ ستمبر ۱۷۷۷ء کو جنگ برینڈوائن میں اُس کے ایک زخم کاری لگا تو واشنگٹن نے کانگریس سے یہ سفارش کی کہ "لافایٹ عالی مرتبہ۔ بہادر اور فن حرب میں خاصی قابلیت رکھتا ہے۔ اُسے ضرور کسی فوج کی کمان دیجائے"۔ اس پر وہ ایک ڈویژن کا کمانڈر بنایا گیا۔ ۱۷۷۸ء میں وہ جنگ منماؤتھ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اہل امریکہ اور کانگریس نے اُسکی اس بہادری کا سرکاری طور پر اعتراف کیا۔ ۱۷۷۸ء ہی میں امریکہ کے آزادی پسند گروہ نے فرانس کے ساتھ تجارتی معاہدہ کر لیا۔ اس سے فرانس اور انگلستان میں جنگ چھڑ گئی۔ لافایٹ نے فرانس جا کر انگلستان کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ مگر امریکہ نے اُسے اس ارادہ سے نہ جانے دیا۔ بلکہ اُسے امریکہ کیطرف سے پیغام بر بنا کر بھیجا گیا +

۶ ماہ بعد لافایٹ پھر امریکہ پہنچ گیا۔ کانگریس نے اُسکا دل سے استقبال کیا۔ وہ اکتوبر ۱۷۸۱ء تک ورجینیہ کے محاصرہ میں مشغول رہا۔ واشنگٹن نے اُسے اُس فوج سے جو اُسکے زیر کمان تھا۔ اُسکی مرضی کے مطابق کام لینے دیا۔ اُس فوج کا خرچ لافایٹ نے اپنے پاس سے دیا۔ آخری لڑائی امریکہ میں اُس نے یورک ٹاؤن میں بڑی بہادری سے لڑی۔ جس کے بعد وہ فرانس واپس چلا گیا۔ اور فرانس میں محکمۂ جنگ کا وزیر بنا دیا گیا +

۱۷۸۷ء تک لافایٹ گوشہ نشینی میں رہا۔ مگر اس سال وہ "امرا کی مجلس

میں شریک ہوا - اُسوقت سے لیکر انقلاب ختم ہونے تک وہ حامیان انقلاب میں سب سے مشہور شخص رہا - جب "مجلس امرا" توڑ دی گئی اور "قومی مجلس" بنائی گئی - جس نے مئی ۱۷۸۹ء میں ورسیلیز کے مقام اجلاس کیا - تو بادشاہ کا اثر فرانس میں بالکل نہیں تھا - لافایٹ نے ۱۱ جولائی ۱۷۸۹ء کو "قومی مجلس" میں جس میں "اسٹیٹس جنرل" شریک تھے ایک "حقوق نامہ" جیفرسن صاحب کے "حقوق نامہ آزادی" کی طرز کا پیش کیا - اسوقت انقلاب زوروں پر تھا - شاہی محل کی حفاظت فوج کے سپرد تھی - حامیان انقلاب نے ایک قومی فوج تیس لاکھ جوانوں کی بنائی تھی - اسکی کمان لافایٹ کے سپرد کیگئی - تین سال تک یعنی ۱۷۹۲ء تک جبکہ بادشاہ کی حکومت فرانس سے اُٹھا دیگئی تھی - لافایٹ کی زندگی خطروں اور ذمہ واریوں سے محصور رہی - اُس نے ملکہ کو قاتلوں سے بچایا - نیز اور بہت سے لوگوں کو +

جب لافایٹ نے یہ دیکھا - کہ عام لوگ جوش کے مارے دیوانہ ہو گئے ہیں - اور کشت و خون سے باز نہیں رہتے - اور وہ اُن کو باز نہیں رکھ سکتا - تو اُس نے سپہ سالاری سے استعفا دیدیا - لیکن ہمدردان ملک نے اسے بمنت تمام علیحدہ ہونے سے روکا - ملکی مجلس میں وہ ہمیشہ جمہوری سلطنت کی حمایت کرتا تھا - مزید براں وہ بے قاعدہ قید کے بند کرنے - مذہبی آزادی - عوام کی قائمقامی - جیوری کے ذریعہ مقدمات فیصل کرانے - غلاموں کی آزادی - پیرس کی آزادی کی حمایت - اُمرا کی مخالفت - اور خاص خاص فرقوں کے حقوق تسلیم کیے جانے کی مخالفت کرتا رہا - ۱۴ جولائی ۱۷۹۰ء کو اُس نے پھر استعفا دیدیا - اور خلوت کی زندگی اختیار کی +

اگرچہ لافایٹ چاہتا تھا کہ کشت و خون کے بغیر رعایا کے حقوق بادشاہ تسلیم کرلے - لیکن ایسا نہ ہوا - انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی مجلس اور شاہی حکومت ملک سے اُٹھا دیگئی - خود اُسکی فوج اُس سے پھر گئی - اس لیے اُس نے ایک جگہ

پناہ لی جہاں آسٹریہ کی فوج نے اُسے گرفتار کر لیا - مگر ۱۷۹۷ء میں نپولین کی سفارش سے رہا کر دیا +

لافایٹ کی باقی زندگی کے حالات ہمارے مدعا سے متعلّق نہیں - اس لئے قلم انداز کئے گئے +

محب وطن ہو تو لافایٹ سا - جس نے آزادی کی حمایت میں نہ صرف اپنے ہی ملک والوں کی طرفداری کی - بلکہ غیر ملک والوں کی بھی +
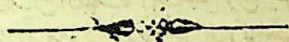
روم کو ظلم رانی سے بچانیوالا محب ملک

روم میں اول اول جب شاہی خاندان نے حکومت قائم کی اُس کا پہلا بادشاہ نوما پومپیلیئس تھا۔ اُس نے ۷۱۶-۶۷۳ قبل مسیح میں حکومت کی۔ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوکر اُس کی جگہ جمہوری سلطنت قائم ہوئی۔ مگر جس فرمانروا کی حکومت کے ساتھ اس شاہی خاندان کی حکومت نیست و نابود ہوئی وہ لوسیئس طارکونیئس سپربس تھا جس نے ۵۳۴-۵۱۰ قبل مسیح میں حکومت کی۔ یہ اپنے خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ وہ بڑا مغرور اور ظالم۔ اُس نے غیر ملک کی سپاہ کی مدد سے جسے وہ بنے مطلب براری کے خاطر سے بہت عزیز رکھتا تھا اور رینز سینیٹ کے چند ممبروں کی مدد سے جن کو اُس نے ملا لیا تھا اپنی طاقت کو بہت زور دار بنا لیا تھا۔ اور من مانی حکومت کرنے لگا۔ وہ لوگوں کا مال و اسباب اور جائداد ضبط کر لیتا۔ اُن کو جلا وطن کر دیتا۔ جو لوگ اُس کی نگاہوں میں مقابلہ کرنے والے یا خطرناک ہوتے اُن کو قتل کرا دیتا تھا۔ اُس نے اُس قانون کو جو اُس کے جد امجد شاہ سروئیس نے جاری کیا تھا برطرف کر دیا اور مزدوری پیشہ لوگوں کے عبادتی اور دیگر جلسوں کو بند کر دیا۔ لوگ اس کی حکومت سے دل میں تو سخت ناخوش تھے۔ لیکن اُس کی طاقت کے آگے دم نہیں مار سکتے تھے۔

کچھ عرصہ وطن میں ستمرانی کی حکومت کرنے کے بعد اس نے دست تظلم باہر کے لوگوں پر بھی دراز کیا۔ اور گرد نواح کے بہت سے شہر و قصبے اور لاطینی ریاستوں کو مطیع کر لیا۔ ... اُس کے مظالم

کا مفصل ذکر کیا جائے تو اُن کے لئے کئی جزو بھی کافی نہ ہونگے آخرکار اُس نے ریاست رُٹولی کے پایہ تخت اردئیہ کا محاصرہ کیا۔ اور شاہزادوں کو اُس کی فتح کے لئے مامور کیا۔ اس محاصرہ کی کارروائی بہت سستی کے ساتھ ہوتی رہی۔ اس لئے شاہزادے اپنا بہت سا وقت فضول باتوں میں گذارتے رہے۔ ایک دن شاہزادہ سیکسٹس میں جو راجکمار تھا اور ایک اور شاہزادہ طارکوئنیئس کولاٹینس میں جو بادشاہ کا رشتہ دار تھا اس امر پر گفتگو چھڑ گئی کہ کس کی بیوی انتظام خانہ داری میں زیادہ لائق ہے۔ دونوں اس بات کا امتحان کرنے کے لئے شہر کو روانہ ہوئے شاہزادہ سیکسٹس کی بیگم تو محفل رقص و سرود میں مشغول پائی گئی۔ مگر کولاٹینس کی بیگم گھر کے دھندوں میں مصروف +

سیکسٹس جو بڑا بدچلن تھا وہ کولاٹینس کی بیوی کے حسن وجمال پر فریفتہ ہو گیا اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بُری خواہش کو پورا کرے۔ اور اُس باعصمت کی حرمت میں بٹّہ لگانے وہ اس موقع کی تاک میں لگا رہا۔ اور ایک دن اُس کے ہاں تن تنہا گیا۔ کولاٹینس کی بیوی لُکریشیہ نے اُس کی خوب خاطر و مدارات کیں اُس وقت اُس کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ سیکسٹس نے رات کو کولاٹینس کے مکان پر قیام کیا۔ اور نصف رات گئے تلوار بکف باعصمت لکریشیہ کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ اور دھمکیاں دیکر کہنے لگا کہ اگر تو میری خواہش پوری نہ کریگی تو میں فی الفور تیرا سر قلم کر دونگا۔ اور ایک غلام کو قتل کر کے تیرے بستر پر ڈالدونگا۔ تاکہ تو لوگوں میں بدچلن مشہور ہو جائے۔ اور تیرا نام بدچلنی کے لئے تاقیامت مشہور اور ضرب المثل رہے +

لکریشیہ کو یہ کب منظور ہو سکتا تھا کہ اُس کا نام بدچلنی میں مشہور

ہو۔ پس وہ ظالم سیکسٹس کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے آمادہ ہوگئی۔ سیکسٹس نے اُس کے ساتھ اپنا مُنہ کالا کیا۔ اور وہاں سے چلدیا۔ باعصمت لکریشیہ کو اپنے ننگ وناموس میں خلل آنے پر بڑا صدمہ ہُوا۔ صبح کو اُس نے اپنے سسر اور خاوند کو بلوا کر سارا ماجرہ بیان کیا۔ اور اپنے سینہ میں خنجر بھونک کر جان دیدی۔ اُس کے خاوند اور سسر کے ہمراہ بروٹس اور والیریمس بھی آئے تھے بروٹس جو دیوانہ بنا ہُوا تھا اُس پر بڑا جوش غالب آیا۔ اُس نے خون آلودہ خنجر لکریشیہ کے سینہ سے نکالا اور اُسے ہاتھ میں لیکر عہد کیا کہ لکریشیہ کی بیحرمتی کے بدلہ میں میں شاہی خاندان کو روم سے نکال کر دم لونگا +

اُس کے بعد لکریشیہ کی لاش پر شہر کے لوگ بلائے گئے اور اُن سے سارا واقعہ بیان کیا گیا۔ وہ بھی اس قدر غضبناک ہوئے کہ ہتھیار سنبھال کر بروٹس کے ہمراہ ہوئے۔ بروٹس معہ لاش اور ہمراہیوں کے روم گیا۔ وہاں لاش کو لوگوں کو دکھایا اور سارا واقعہ بیان کیا گیا۔ اور سینیٹ میں دادرسی کے لئے فریاد کی گئی۔ جو لوگ مظلوم تھے۔ اُنھوں نے بروٹس کا ساتھ دیا۔ سنیٹ نے بروٹس کی منشا کے مطابق حکم صادر کر دیا۔ اور بادشاہ کی معزولی اُس کی اور شاہی خاندان کی جلاوطنی کا حکم لگادیا۔ بروٹس معہ ہمراہیوں کے اردیٹیہ گیا مگر وہاں معلوم ہُوا کہ بادشاہ بغاوت کی خبر سنکر روم کو گیا ہے۔ جب اردیٹیہ کی فوج نے سارا ماجرا سُنا تو اُس نے بادشاہ کی مدد سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ بادشاہ کو روم پہنچکر معلوم ہُوا کہ شہر کے دروازے بند ہیں اور لوگ اُسے اندر داخل نہیں ہونے دینگے۔ پس وہ جان لیکر ٹسکینہ کے شہر کیری کو بھاگ گیا۔ اُس کا

خاندان جلا وطن کر دیا گیا۔ اور اس طرح ظالم کے ظلم کا خاتمہ ہو کر ملک میں جمہوری سلطنت قائم ہوئی۔ یہ ۵۱۰ سنہ قبل مسیح کا واقعہ ہے ⁂

شاہی حکومت کے اُٹھ جانے کے بعد روم میں دو حاکم اعلےٰ مقرر کئے گئے۔ جن کا لقب قونصل رکھا گیا۔ ایک بُروٹس اور دوسرا کولاٹینس۔ چونکہ آخر الذکر کی رگوں میں شاہی خون تھا۔ اور لوگ شاہی خون یا نسل کے لوگوں سے سخت حقارت کرتے تھے۔ اس لئے کولاٹینس نے مناسب نہ جانا کہ وہ قونصل بنکر مگر لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو کر رہے۔ پس اُس نے قونصل کے منصب سے استیفعا دے دیا۔ اور روم سے چلا گیا۔ اُس کی جگہ والیرئیس مقرر کیا گیا۔ اس تبدیلی کے بعد ہی روم میں معزول اور جلا وطن بادشاہ سپر کبس کے قاصد یہ پیغام لیکر آئے کہ شاہی خاندان کے نجی کی جائداد مال اور اسباب جو اُسے سینٹ کی منظوری سے دیا گیا تھا وہ شاہی خاندان کو دے دیا جائے۔ قاصدوں نے سینٹ کے فیصلہ تک روم میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو بادشاہ کی طرفداری کرنے کے لئے مائل کرنے لگے۔ اُن کی کوششوں سے سازش کی ابتدا ہوئی۔ مگر ایک غلام نے اس سازش کا راز فاش کر دیا۔ سازش میں خود بروٹس کے دو بیٹے بھی شریک تھے۔ بُروٹس نے اپنے بیٹوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ ملک کی خیر خواہی کو مقدم سمجھا۔ اور جہاں اور باغیوں کے قتل کے لئے حکم دیا وہاں اُس نے اپنے بیٹوں کے قتل کا بھی حکم دیا۔ اور اُنہیں خود اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرایا۔ واہ رے بُروٹس! انصاف کا حامی ہو تو ایسا ⁂

قاصدوں کی طرف سے جو بیوفائی ظہور میں آئی اُس کے عوض شاہی جائداد وغیرہ روم کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اور شاہی زمین جو شہر اور دریا کے درمیان واقع تھی وہ مریخ دیوتا کے نام نہاد کر دی گئی +

اس کے بعد شاہ سپرکبس نے جنگ و جدل کے ذریعہ سے روم کو پھر اپنے قبضہ میں لانا چاہا۔ اور دو تین شہروں کی امداد سے روم پر چڑھائی کی۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا جس میں شہزادہ اُرنس اور قونصل بروٹس دونوں مارے گئے۔ جب شام کو آرام کی غرض سے دونوں فوجوں نے جنگ بند کر دی تو جنگل کی طرف سے غیبی آواز یہ کہتی ہوئی سُنائی دی کہ آج فتح رومیوں کو رہی۔ کیونکہ اُن کا ایک آدمی کم مارا گیا۔ اس آواز سے شاہی لشکر پر اس قدر خوف غالب آیا۔ کہ وہ رات ہی کو میدان جنگ سے چلا گیا۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا لوگوں نے بروٹس کا جنازہ بڑی دھوم سے اُٹھایا اور گھر گھر ایک سال تک اُس کا ماتم کیا گیا +

جان پرکھیل کر ملک بچا لیا

شاہ سپرکبس نے دوسری بار روم حاصل کرنے کے لئے ۵۰۸ قبل مسیح میں کوشش کی۔ اس دفعہ اس کی مدد اٹروسکینہ کے شہر کلوزیئم کے بادشاہ پورسینہ نے کی جس کے پاس ایک جرار فوج تھی۔ جب غنیم کا لشکر روم کے نزدیک آ گیا تو رومی

فوج جو تعداد میں کم تھی شہر میں بند ہو گئی۔ غنیم چڑھا چلا آتا تھا اُس وقت یہ قرار پایا کہ چند شخص دریائے ہتور کے اُس پار جا کر غنیم کو اُس وقت تک روکیں جب تک کہ بندر کا پل جسے عبور کر کے لوگ روم میں داخل ہوتے ہیں نہ توڑ دیا جائے۔ یہ پل لکڑی کا تھا اور ضرورت کے وقت توڑ دیا جاتا تھا۔ اس جان جوکھوں والی خدمت کے انجام دینے کے لئے قونصل ہوریشس نے اپنے کو پیش کیا دو اور جانباز اُس کے ساتھ ہوئے اور تینوں دریا کے اُس پار جا کر کھڑے ہوئے۔ اور غنیم کو اپنی بہادری سے اُس وقت تک روکے رہے جب تک کہ رومیوں نے پُل کو نہ توڑ لیا۔ پل ٹوٹا اور ہوریشس دریائے ہتور میں کود پڑا اور تیرتا ہؤا روم میں آ گیا۔ اس بہادری کے صلہ میں اُس کا بت قائم کیا گیا اور اُسے اس قدر اراضی عطا کی گئی کہ جسے وہ ایک دن میں جوت سکے۔

غنیم نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور سامان رسد کی کمی سے چند ہی دن میں لوگ فاقے مرنے لگے۔ اس وقت ایک جانباز میوکنیس نامی نے اپنے کو سینٹ میں پیش کر کے کہا کہ میں شاہ پورسینیہ کو ہلاک کرتا ہوں۔ اس سے غنیم بد دل ہو کر واپس چلا جائیگا۔ چنانچہ وہ روانہ ہؤا اور بھیس بدل کر غنیم کے لشکر میں گھس گیا۔ لیکن بادشاہ کے دھوکہ میں وہ صرف اُس کے مشیر کو قتل کر سکا۔ اُسے گرفتار کر کے اُس پر عذاب شروع کیا گیا۔ مگر اُس نے تکلیف کی مطلق پرواہ نہ کی۔ جی کو اس قدر کڑا کر لیا کہ اُس کی پیشانی پر شکن تک نہ پڑی۔ اور اپنا ہاتھ جس سے اُس نے قتل کا فعل انجام دیا تھا آگ پر رکھ دیا۔ ہاتھ جل کر خاک ہو گیا۔ لیکن اُس جانباز نے اُف تک نہ کی۔

میوکیئس اپنے ارادے کا بڑا پکا تھا۔ اُس کی قوت ارادی بڑی زبردست تھی۔ اُس نے اس قوت ارادے کا کرشمہ دکھا کر پورسینہ کے دل پر یہ دھاک بٹھانا چاہی کہ اہل روم بڑے جانباز اور سخت جان ہیں۔ وہ سخت سے سخت عذاب کو بھی ہنستے کھیلتے برداشت کر سکتے ہیں۔ پورسینہ کے دل پر میوکیئس کی سخت جانی کا بڑا اثر ہؤا۔ اُس نے اُس کی جان بخش دی اور اُسے آزاد کر دیا۔ اپنے اس فعل کے باعث وہ اہل روم میں اسکیوولا یعنی "بائیں ہاتھ والا" مشہور ہو گیا۔ میوکیئس نے پورسینہ کو سنجیدگی کے ساتھ یہ راے دی کہ وہ صلح کر لے تو بہتر ہے کیونکہ روم میں اسی قسم کے ۳۰۰ اور جانباز موجود ہیں۔ جنہوں نے اُس کی جان لینے کا عہد کر لیا ہے۔ یہ سُنکر پورسینہ پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ اُسے صلح کرتے ہی بنی۔ اور روم ایک ناگہانی اور سخت مصیبت سے بچ گیا۔ یہ سب کچھ ایک جانباز کی ہمت کا نتیجہ تھا جو اپنے ملک کا سچا دوست تھا +

لوگوں کا دوست

روم میں جب جمہوری سلطنت قائم کی گئی تو بادشاہ کی جگہ ملک کا نظم و نسق انجام دینے کے لئے دو قونصل یا حاکم اعلے مقرر کئے گئے۔ اُن میں سے ایک کا نام بروٹس تھا اور دوسرے کا کولاٹینس۔ چونکہ آخر الذکر شاہی خاندان سے تھا اور شاہی خاندان نے رعایا پر بہت ظلم و ستم کیا تھا۔ اس لئے اُس سے لوگ نفرت

کرتے تھے۔ کولاٹینس نے اسی وجہ سے قونصل کے منصب استعفا دیدیا۔ اور اس کی جگہ والیریئس قونصل مقرر کیا گیا۔ جب بروٹس کا انتقال ہوا تو دونوں قونصلوں کی خدمات صرف والیریئس ہی انجام دیتا رہا +

شاہ طارکوئن اپنی معزولی اور جلاوطنی کے بعد تادم زیست اسی کوشش میں رہا کہ اُسے پھر روم کی حکومت مل جائے۔ لیکن اس میں اُس کی کامیابی نہ ہوئی۔ بروٹس جانتا تھا کہ جب ایک بار طارکوئن کی حمایت کی۔ چند لوگ جن میں خود بروٹس کے دونوں بیٹے شریک سازش ہو چکے ہیں تو دوبارہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ اس لئے اُس نے لوگوں سے باضابطہ حلف لینا چاہے اس موقعہ پر ملکی مجلس کے ممبروں میں سب سے پہلے والیریئس نے یہ حلف اُٹھایا کہ "میں طارکوئن کے ساتھ صلح کرنے کی تجویز کو منظور کرنا تو درکنار رہا۔ اُسے سُننا بھی گوارا نہیں کرونگا۔ بلکہ روم کی آزادی اپنی تلوار سے قائم رکھونگا"+

والیریئس نے اپنی قونصلی کے زمانہ میں ملک میں ایسے قوانین جاری کئے جو مفید تھے۔ ان قوانین ہی کے باعث وہ اہل ملک کا منظور نظر ہو گیا۔ اور اسی باعث وہ قونصل کے منصب پر کئی بار منتخب کیا گیا۔ اُس نے اپنی حب الوطنی اور راستبازی سے یہاں تک ہر دل عزیزی حاصل کر لی کہ لوگ اُسے نام سے نہیں پکارتے تھے۔ بلکہ پبلیکولہ (لوگوں کا دوست) کے لقب سے +

والیریئس نے اپنے لئے ایک بلند مقام پر ایک بلند اور عالیشان مکان بنایا تھا۔ اس مکان کا رخ فورم کی طرف تھا۔ اور اُس تک راستہ ڈھلوان تھا۔ راستہ کے دونوں طرف درخت لگے

ہوئے تھے۔ جب والیریئس اپنے مکان سے نکل کر فورم یا بینیٹ کی طرف آتا تو بڑا با شکوہ معلوم دیتا تھا۔ اس وقت وہ قونصل نہیں بلکہ ایک بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ اب باتوں سے لوگوں کو کہیں یہ شبہ ہو گیا کہ وہ بادشاہ بننے کی کوشش کر رہا ہے ؛

ایک محب وطن کب گوارہ کر سکتا تھا کہ اُس کی طرف سے اُس کے ہم وطن کسی قسم کا شبہ کریں۔ پس اُس نے لوگوں کی ایک جماعت فراہم کی اور اپنے بلند اور عالی شان مکان کو رات بھر میں زمین دوز کرا دیا۔ صبح لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ والیریئس کا مکان گرا ہوا ہے۔ اور جب اُن کو اس کا سبب معلوم ہوا تو اُنہوں نے والیریئس کی حب الوطنی کی بیحد تعریف کی ؛

والیریئس نے ایک دوست کے مکان پر قیام کیا۔ لوگوں کو اس بات کا بڑا ہی افسوس ہوا کہ اُن کے قونصل کے پاس رہنے کے لئے اپنا مکان نہیں ہے۔ نیز یہ کہ روم کی ایک عالی شان عمارت محض لوگوں کے شبہ کا شکار ہو گئی۔ پس اہل روم نے منت سماجت کر کے والیریئس کے مکان کے لئے ایک قطع زمین کا تجویز کیا۔ جس میں اُس کے رہنے کے لئے مکان بنوایا گیا ؛

اس کے بعد والیریئس نے ایک اور تجویز لوگوں میں زیادہ ہر دلعزیز بننے کے لئے کی وہ یہ تھی کہ قونصل کے عصا میں ایک تبر لگا ہوتا تھا اُس نے عصا بغیر اس تبر کا استعمال کرنا شروع کیا۔ اور یہ بھی کیا کہ عصا اہل ملک کی عزت میں بلند کیا جائے نہ کہ قونصل کی عزت کے اظہار کے لئے۔ کیونکہ حکومت و طاقت کا مرکز عام لوگ تھے نہ کہ قونصل۔ اس سے

ظاہر ہے کہ والیریئس اپنے ملک کا کس قدر خیر خواہ تھا +
والیریئس نے ملک کے فائدہ کے لئے بہت سے قانون بنائے
جن میں سے خاص خاص یہ ہیں ۔
(۱) سٹیٹ کے ممبروں کی تعداد ۱۶۴ مقرر کی +
(۲) قونصل کے فیصلہ کی اپیل سُننے کا اختیار عام لوگوں
کی جماعت کو عطا کیا گیا +
(۳) جو کوئی عام لوگوں کی منظوری کے بغیر مجسٹریٹ کا
منصب اختیار کرے اُسے قتل کیا جائے +
(۴) غربا پر سے ہر قسم کا ٹیکس اُٹھا دیا گیا +
(۵) جو کوئی بادشاہ بننے کی کوشش کرے اُس کا مقدمہ
سماعت کئے بغیر اُسے قتل کیا جائے ۔ اور جو کوئی ایسے شخص
کو قتل کرے اُسے کسی قسم کی سزا نہ دیجائے +
والیریئس نے رومیوں کی دشمن سیبا بین قوم پر نمایاں
فتوحات حاصل کیں ۔ جس سے اہل روم کی طاقت بہت
ترقی کر گئی ۔ جب والیریئس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے سرکاری
روپیہ سے تجہیز و تکفین کی اور اُس کی یادگار قائم کی ۔ روم
میں عورتوں نے ایک سال تک اُس کا ماتم کیا ۔ والیریئس کا جنازہ
شہر کے اندر دفن کیا گیا ۔ اور لوگوں نے تجویز کیا کہ اُس کے
خاندان کے لوگ بھی اُس کے برابر ہی دفن کئے جایا کریں +
والیریئس کی ساری زندگی اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ
وہ ظالموں کا سخت مخالف تھا ۔ اور ملک کا سچّا خیر خواہ ۔ وہ
اپنی عزت اور طاقت کا خواہاں نہیں تھا بلکہ اہل ملک کی عزت
اور طاقت کا طالب +

حب الوطنی کی نذر ہو گیا

مارکیئس عرف کیر ٹیولینئس کے قتل کیئے جانے کے بعد غربا
اور عوام الناس کو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوتی رہی۔
اور ملکی حالت سنبھلتی گئی ۔ مگر چونکہ ہمسایہ اقوام سے برابر
جنگ و جدل رہی ۔ اس لئے کچھ زیادہ نفع نہیں ہؤا۔
غربا کا دوست محب ملک ایک قونصل تھا جس کا نام اسپوریئس
کیسیئس تھا۔ اس قونصل نے ملک کو جو نفاق کی برکت سے
کمزور ہو گیا تھا زوردار بنانا چاہا۔ اُس نے کچھ اراضی تو
لوگوں میں تقسیم کردی۔ اور باقی اراضی کو لگان پر اٹھادیا
اور عوام الناس کو جبکہ وہ شریک جنگ ہوتے تنخواہ دیتا
تھا۔ اُس کی تجاویز سے عوام الناس کو بڑا نفع ہؤا۔ اُمرا اُس کی
باتوں سے اُس سے سخت ناخوش ہو گئے۔ کیونکہ اراضیوں
سے وہ نامناسب فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اُس کے بعد ایسے قونصل
منتخب کیئے گئے جن کو امرا سے ہمدردی تھی۔ اس لئے انہوں
نے کیسیئس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بادشاہ بن جانے کی کوشش
میں ہے۔ اور اس طرح اس کی ہردلعزیزی کو غارت کر
دیا۔ اُسے باغی قرار دیکر اُس کے کوڑے لگوائے اور اُسے
قتل کرایا گیا۔ اور اُس کا مکان گروا کر زمین سے ملا دیا گیا۔
افسوس! صد افسوس!!

آزادی کا دشمن

سنہ ۴۶۲ قبل مسیح میں ایک ٹریبیون نے جس کا نام ٹیرینٹیلیس ارسا تھا غربا کے حال پر رحم کھا کر اُن کو کل ایوننٹائن پہاڑی دے دی۔ اس سے اُن کے ملکی حقوق کو اور زیادہ تقویت ہو گئی۔ سنہ ۴۵۴ قبل مسیح میں یہ تجویز کیا گیا کہ ایک کمیشن ایتھنس کو روانہ کیا جائے۔ وہاں جا کر کمیشن نے یونانیوں کے اصول سلطنت کو سیکھے۔ جب سنہ ۴۵۱ قبل مسیح میں آکر رپورٹ دی تو تمام مجسٹریٹ جن میں قونصل ٹریبیوُل اور ایڈائلز شامل تھے برخاست کر دیئے گئے۔ اور اُن کی جگہ صرف اُمرا مقرر کئے گئے۔ اور اُن کا لقب ڈیسیمورس رکھا گیا۔ اور اُن کے ذمے قوانین وضع کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔

ان دس قوانین سازوں کی جماعت میں ایک شخص اپیئس کلاڈیئس تھا۔ اُس کے باپ کا بھی یہی نام تھا۔ اور وہ وہی شخص تھا جس کا ذکر گذشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ وہ اپنے باپ کی مانند مغرور تھا۔ اس وقت روم کے قوانین مرتب نہیں کیئے گئے تھے۔ کچھ تو ضبط تحریر میں آچکے تھے اور کچھ نہیں آئے تھے۔ بلکہ زبانی روایت کے طور پر لوگوں میں مروّج تھے۔ اب تو یہ سارے قوانین مرتب اور قلمبند کئے گئے۔ اور دو قوانین کے پابند کر دیئے گئے۔

چند ماہ کی محنت کے بعد لوگوں نے دس قاعدے بنائے اور اُن کو لکھوا کر جابجا سرکاری عمارتوں میں لٹکا دیا۔ تاکہ

لوگ اُنہیں پڑھیں اور اُن پر نکتہ چینی بھی کریں۔ اگر اعتراضوں کو دس آدمی منظور کر لیں وہ بھی رپورٹ میں شامل کر کے سینٹ میں پیش کر دئیے جائیں اور آخرکار منظور ہو کر نافذ کئے جائیں۔ اس کے بعد اُن کو پیتل کی تختیوں پر کھدوا کر سینٹ میں لٹکا دیا گیا۔ تاکہ ہر شخص اُن کو پڑھ لے اور اُسے لاعلمی کا بہانہ نہ مل سکے +

ان دس قوانین سازوں کی جماعت نے قوانین بڑے غور و خوض کے ساتھ بنائے۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ آئندہ سال بھی عنانِ حکومت ان ہی دس کی جماعت کے ہاتھ میں رہے مگر اس اُمید میں لوگوں کو مایوسی کا سامنا ہُوا۔ کیونکہ دوسرے سال جو دس شخص منتخب کئے گئے۔ اُن میں ایک کلاڈیئس بھی تھا۔ اُس نے اپنے اثر سے باقی ایسے نو آدمیوں کو منتخب کرایا جو کمزور طبیعت رکھتے تھے اور جن کو وہ اپنے قابو میں لا سکتا تھا +

جب نئی مجلس کا انتخاب ہو گیا تو اُس نے دو نئے قاعدے بنائے۔ اور اس طرح روم میں بارہ قانون یا بارہ تختیاں ہو گئیں۔ یہ نئے قانون عوام الناس کے مقاصد کے خلاف تھے۔ اس لئے وہ ناخوش ہو گئے۔ اور بغاوت پر آمادہ۔ بغاوت کے لئے تو کسی قوم کو آسانی سے ایک حیلہ ہاتھ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ عوام الناس نے بھی یہ حیلہ ڈھونڈھ ہی لیا +

اسی اثنا میں قوم سیباٹن اور اسکوین میں ایک جنگ چھڑ گئی۔ ان دونوں کے خلاف ایک فوج روانہ کی گئی۔ جس کے کماندار غرباء کے مددگار تھے۔ اُن میں ایک کا نام لوسیئس سکینیئس ڈینٹیئس

تھا۔ وہ ایک بڑا جوانمرد شخص تھا۔ مگر اُسے ایسی فوج کی کمان سپرد کی گئی تھی جس میں بہت سے دغاباز بھی تھے۔ ان لوگوں نے دس مقننوں کی مجلس کے حکم سے اثنائے جنگ میں اُس بہادر کا خون کرڈالا۔ دوسرے کا نام لوسیئس ورجینیئس تھا اُس کا نام اپنی رشک ماہ اور سرآمد حسینان بیٹی ورجینیا کے باعث ابدالاباد تک لازوال رہیگا +

جب ورجینیئس جنگ میں مصروف تھا تو ظالم کلاڈیئس نے ورجینیا کی عصمت میں دھبہ لگانا چاہتا تھا یہ تدبیر کی کہ کسی طرح اپنی خواہش پوری کرے۔ وہ ٹریبیوُن لوسیئس اکیلیئس کی معشوقہ تھی۔ اول تو کلاڈیئس نے اُسے موہنا چاہا۔ لیکن ناکامیاب رہنے پہ چال سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی۔ اُس نے ملکی مجلس میں اپنی ایک معشوقہ سے یہ دعوےٰ کرادیا کہ ورجینیا اس کی باندی ہے۔ اور وہ اُسے دلادی جائے۔ اس خبر کو لوگوں نے فی الفور ورجینیئس کے پاس پہنچادیا۔ اور وہ فورم میں آن کودا۔ اُس نے ایک خنجر سے اپنی بیٹی کو یہ کہکر ہلاک کردیا کہ "اے بچّی تجھے آزاد رکھنے کی یہ سب سے بہتر تجویز ہے"۔ اور پھر کلاڈیئس کو خنجر دکھا کر کہنے لگا کہ "اس خون کی لعنت تیرے سر پہ رہے" +

اگرچہ ظالم کلاڈیئس نے لوگوں سے بآواز بلند کہا کہ اس شخص کو گرفتار کرو۔ لیکن اس پر کسی نے بھی ہاتھ نہ ڈالا اور وہ بعجلت تمام میدان جنگ میں جا پہنچا۔ اور ساری فوج کی کمان کرنے لگا۔ ورجینیا کے عاشق اکیلیئس نے اُس کی نعش کو فورم ہی میں رہنے دیا تاکہ لوگ اُسے دیکھ کر

معلوم کر سکیں کہ کلاڈیئس نے کیسا بڑا ظلم کیا ہے +
لوگوں نے جو یہ سانحہ دیکھا تو وہ کلاڈیئس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے ایک شورش برپا کر دی۔ کلاڈیئس بمشکل اپنی جان لیکر بھاگا۔ مجلس ملکی نے ہلچل کو بند کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکی۔ دونوں فوج میدان جنگ سے واپس آگئیں اور اُنہوں نے ایونٹائن پہاڑی پر لشکر ڈالا۔ شہر کے بہت سے غربا اُن سے جا ملے۔ دس حکمرانوں کی حکومت اُٹھا دی گئی دو قونصل مقرر کیے گئے۔ اور اس طرح ٹریبیون کلاڈیئس کو تا فیصلہ حوالات میں رکھا گیا۔ جہاں اُس نے خود اپنی جان دیدی اور اس طرح ایک مدت بعد عنان حکومت اُن لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی جو اُسے کُل ملک کے فائدے کی غرض سے انجام دینا چاہتے تھے نہ کہ کسی خاص فریق کے نفع کے لئے اور اس طرح عوام الناس کو زور و اقتدار حاصل ہو گیا +

دو بے نظیر محبّان وطن

گریکس اکبر کے دونوں بیٹوں کا نام طبریئوس اور گیئس تھا۔ اگرچہ بات چیت نرم کی تقریر۔ انداز۔ عادات وغیرہ میں دونوں ایک دوسرے کی ضد تھے۔ لیکن دلاوری۔ مفتوحہ قوموں کے ساتھ سلوک کرنے۔ بیباک خدمات ادا کرنے اور خود ضبطی میں دونوں ایک ہی سے تھے۔ طبریئوس چھوٹے بھائی سے ۹ سال پہلے ملکی امور میں حصہ لینے لگا تھا۔ اس لئے دونو بھائی

متفقہ کوشش سے کام نہ کر سکے +

طبرئیوس گریکس

جب اس شخص کا بہنوئی اسکیپیو ایمیلیانس ملک نماشیہ کے خلاف جنگ کر رہا تھا تو طبرئیوس قوانین سازی میں مصروف تھا۔ اور جو ملک رومیوں نے جنگ و جدل کے ذریعہ فتح کیا کیا تھا اُس کی تقسیم یوں کی :-

(۱) قابل کاشت حصہ کو نو آباد کاروں میں دیدیا۔

(۲) اُس کو پٹہ پر دیدیا۔

(۳) فروخت کر دیا۔

چونکہ اس وقت اس کو غیر آباد حصہ کو تقسیم کرنے کے لئے فرصت ہی نہ تھی اس لئے اُس کی نسبت یہ اعلان دیا گیا کہ

(۴) جو لوگ اُسے آباد اور کاشت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کو وہ اس شرط پر دیدیا جائیگا کہ وہ اُس کے صلہ میں سرکار کو سالانہ پیداوار میں سے ایک دسواں حصہ اناج کا اور ایک پانچواں حصہ پھلوں کا دیا کریں۔ اس حصہ کو مویشی پالنے والوں نے لے لیا +

اس کا نتیجہ خلاف توقع نکلا۔ کیونکہ دولتمند لوگ جو بڑے بڑے زرخیز قطعات پر قابض تھے اُنہوں نے اپنے ہمسایوں کے چھوٹے چھوٹے مزارع پر یا تو جبراً یا خرید کر کے قبضہ کر لیا۔ اور آزاد مزدوروں کی جگہ جن کی طرف سے فوج میں بھرتی ہو جانے کا کھٹکا لگا ہوا تھا غلاموں کے ذریعے مویشی کی نگرانی یا کاشتکاری سپرد کر دی۔ غلاموں کی

اولاد کی محنت کا پھل بھی مالکوں ہی کو ملا کرتا تھا۔ اس طرح طاقتور اور
با اثر لوگ بہت دولتمند ہو گئے۔ اور ملک میں غلاموں کی تعداد
زیادہ ہو گئی۔ اور اطالین قوم کے لوگوں کی تعداد اور طاقت ہیں ملکی
محصل ٹیکسوں اور فوجی خدمت کے باعث کمی ہو گئی۔ جب اُن کو ان
باتوں سے فرصت ملی تو چونکہ اُن کے پاس زمین نہیں تھی۔ اس لئے
وہ بیکار پڑے رہنے لگے +

جب طبریوس کو یہ معلوم ہوا کہ ملک غیر آباد ہے اور مزدور اور
چرواہے سب غیر ملک کے لوگ ہیں تو اُس نے اور اُس کے بھائی نے
اُن امراء پر غور کیا جن سے بیحد مصائب واقع ہوئے ہیں۔ لیکن طبریوس کو
اپنے ارادوں میں استقلال لوگوں کی اُن درخواستوں کے باعث پیدا
ہو گیا جو لوگوں نے امیروں کے قبضے سے سرکاری زمینوں کے نکال
لینے کے لئے دی تھیں۔ پس اُس نے یہ قانون جاری کیا کہ

(۱) کسی شخص کے قبضے میں پانسو جگیرا سے زیادہ زمین نہ رہنے
پائے۔ لیکن

(۲) جو شخص اس وقت جس قدر اراضی پر قابض ہیں اُن کی اولاد
کے قبضے میں اُس سے نصف اراضی رہے۔

(۳) باقی اراضی کو حکام جو سال بھر کے لئے مقرر کئے جائیں غربا
میں تقسیم کر دیں +

اس سے امرا بہت پریشان ہوئے کیونکہ حکام کے باعث وہ پہلے
کی طرح نہ تو قانون کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ اور نہ دوسروں کی
اراضی خرید سکتے تھے۔ اس لئے کہ انتقال اراضی ممنوع قرار دیدیا گیا
تھا۔ پس وہ طبریوس سے ناخوش ہو گئے۔ لیکن غربا نے اُس کی طرفداری
کی۔ اور جب یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی مخالفت میں مصروف تھے

تو نو آبادیوں کے لوگوں نے آ کر دونوں کی طرفداری شروع کی دونوں فریق غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ ایک تو اس قانون کے نفاذ کے خلاف تھا اور دوسرا موافق۔ اور جس دن قانون قانونی مجلس میں پیش ہونے والا تھا۔ اُس دن دونوں فریق کا ہجوم مکان مجلس کے سامنے فراہم ہو گیا۔ گریکس نے دولتمندی کی تجویز نہیں پیش کی تھی بلکہ شہریوں کی تعداد بڑھانے کی۔ اُس نے اپنے ملک کی بہبودی کے لئے مشکلات کا لحاظ ہی نہ کیا۔ مارقس اوکٹیوئیوس جو دوسرا ٹربیون تھا اور جسے مالکان اراضی نے منظوری نہ دینے کی رائے دی تھی اُس نے منشی کو لکھنے سے منع کر دیا۔ اور چونکہ اوکٹیوئیوس نے رائے نہیں دی۔ اس لئے طبریئوس گریکس نے اُسے بہت ملامت کرنے کے بعد اور دوسرے دن کارروائی شروع کرنے کے لئے اجلاس ملتوی کر دیا۔ دوسرے دن گریکس نے اوکٹیوئیوس سے جبراً رائے لینی چاہی۔ اُس پر دونوں ٹربیونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور قانون سینٹ میں منظوری کے لئے بھیجنا تجویز کیا گیا۔ مگر وہاں پہنچنے پر امیروں نے اُسے سخت سُست کہنا شروع کیا۔ اس لئے وہ فورم میں واپس آ کر کہنے لگا کہ رائے کل لی جائیگی۔ یہ رائے قانون کے متعلق نہیں ہوگی بلکہ اس بارہ میں جو مجسٹریٹ لوگوں کی خواہش کے خلاف عمل کرے کیا وہ اپنے عہدے پر مامور رہ سکتا ہے۔ دوسرے دن گریکس نے ایسا ہی کیا۔ مگر اوکٹیوئیوس نے پھر دخل دینا شروع کیا۔ اس پر گریکس نے لوگوں کو دو فریق کر کے رائے لینی شروع کی۔ جس وقت کہ ایک شخص نے رائے دی۔ گریکس نے اوکٹیوئیوس کو اپنے ارادے سے باز رہنے کے لئے کہا۔ مگر جب وہ باز نہ آیا تو اور لوگوں سے بھی رائے لی گئی۔ اور جب ۳۵ رائے ہو گئیں تب بھی اوکٹیوئیوس باز نہ آیا

اور نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت رائے سے اسے مجسٹریٹ کے منصب سے برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہی مطلوبہ قانون بھی منظور کر لیا گیا۔ اور طبیریئس نے آیندہ بھی اپنے واسطے ٹریبیون کا عہدہ نئی تجاویز کے منظور کرنے کا وعدہ دیکر مخصوص کرا لیا۔ انتخاب کے دن اس نے اپنے طرفداروں کو جمع کر کے کہا کہ جس وقت میں اشارہ کروں تم جنگ شروع کر دینا۔ اور انتخاب کے موقع پر ایسا ہی عمل میں آیا۔ اس پہ اس کے دشمن فورم میں دوڑے گئے اور سینٹ سے رپورٹ کی کہ گریکس بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ سینٹ کو اس خبر سے پریشانی ہوئی۔ اور ایک شخص ناسیکہ نامی نے سینٹ سے التجا کی کہ ملک کو بچا کر ظالم کو معزول کر دیا جائے۔ مگر سینٹ نے جواب دیا کہ بلا ثبوت کسی شہری پر دست درازی نہیں کی جاسکتی۔ اس پر ناسیکہ نے بآواز بلند کہا کہ اگر سینٹ ملک کی حفاظت نہیں کرتی جو لوگ قانون کی پابندی کرنی چاہتے ہیں وہ میرا ساتھ دیں۔ یہ کہکر اس نے اپنا لباس ہمیٹا اور فورم کو چل دیا۔ اور ٹریبیون بھی اس کے پیچھے پیچھے لگے چلے گئے۔ لوگ ان کو قانوناً روک نہیں سکتے تھے۔

لیکن گریکس کو اس کے ایک دشمن نے پکڑ لیا۔ اس نے لبادہ پھینک دیا۔ مگر بھاگتے وقت وہ ایک زمین پر گرتے ہوئے شخص پر گر پڑا۔ اس وقت پبلیئس سائیریئس نے اس کے سر پہ ایک لاٹھی ماری۔ دوسری لاٹھی لوسئیس روفس نے ماری۔ صرف لاٹھیوں ہی کی لڑائی سے تین سو سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ تلوار کی نوبت ہی نہ آئی۔ گریکس ہلاک کر دیا گیا۔ جو لوگ اس سے ناخوش تھے انہوں نے اس کے بھائی کو اس کی نعش دفن کرنے کے لئے بھی نہ دی۔ بلکہ دریائے ٹائبر میں پھینکوا دی۔ مزید براں اس کے

دشمنوں نے اُس کے بعض دوستوں کو قتل کر دیا اور بعض کو بلا عدالت میں پیش کرانے کے جلاوطن کر دیا۔ اُس کے دوست گیوس ولیئس کو ایک مکان میں بند کر کے سانپوں سے ڈسوایا۔ اور یوں ہلاک کر دیا۔ اُس کے ایک اَور دوست بلوسیئس نے عدالت میں کہہ دیا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ گریکس کے حکم سے۔ اور جب نائیکہ نے اُس سے یہ سوال کیا کہ "اگر گریکس تم سے کیپیٹول میں آگ لگانے کو کہتا تو تم لگا دیتے"؟ تو اُس نے جواب دیا کہ "وہ کبھی بھی ایسا حکم نہیں دیتا۔" مگر جب اُس سے یہی سوال کئی بار کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ "اگر وہ ایسا حکم دیتا تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ کیونکہ وہ کبھی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں مُلک کا نفع نہ ہوتا۔" اس جواب پر اُسے رہا کر دیا گیا +

گیوس گریکس

یہ شخص بڑا فاضل تھا۔ مگر عوام الناس میں ہر دلعزیز بننے کا بےحد شوقین۔ اُس نے ٹربیون کا عہدہ اپنی مرضی سے نہیں۔ بلکہ ضرورتاً منظور کیا تھا۔ اُس نے ملکی امور سے علیحدہ رہ کر تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن جب اُس کے بھائی نے اُس سے خواب میں کہا کہ "گیوس تو کیوں ہچکچاتا ہے۔ ہم لوگوں کی تقدیر میں تو یہی بدا ہے کہ ملک کی خاطر جان دیں۔" تو اُس نے منصب قبول کر لیا۔ وہ منصب اختیار کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سب سے بازی لے گیا۔ اُس کی بدقسمتی نے اُسے یہ تمغہ عطا کر دیا تھا کہ جب کبھی اُس کے بھائی کی موت کا ذکر آئے تو وہ آزادی کے ساتھ رائے زنی کرے اُس نے ذیل کے قوانین تجویز کئے +

(۱) نو آبادیاں قائم کرنا اور سرکاری زمین غربا میں تقسیم کرنا۔
(۲) سپاہیوں کو وردی مفت دی جائے۔ ۱۷ سالہ جوان فوج میں بھرتی نہ کئے جائیں۔
(۳) اہل اٹلی اور رومیوں کو ایک برابر درجہ عطا کیا جائے۔
(۴) غربا کو غلہ کم نرخ پر دیا جائے۔
(۵) جورر یعنی سچی شہادت دینے کا حلف اٹھانے والے مقرر کئے جائیں +

اس آخری قانون کے ذریعے گیئوس کو سورماؤں میں سے جورر منتخب کرنے کا اختیار ملنے سے اُس کے اختیار بادشاہوں کے سے ہو گئے۔ اور جس کے باعث سینٹ بھی اُس کی تجاویز کو منظور کرنے لگی۔ فیبئس نے البریئہ سے غلہ روم میں روانہ کیا تھا۔ گیئوس نے اُسے فروخت کرا کر روپیہ ساکنان البریئہ کو دیدیا اور کہا۔ کہ فیبئس رومی حکومت کو بار گراں بناتا ہے۔ اس سے گیئوس کی عزت بڑھ گئی +

گیئوس بڑا مستعد۔ محنتی اور ذہین تھا جس کام میں ہاتھ لگاتا اُسے مکمل کر کے دم لیتا۔ اُس کے پاس ٹھیکہ دار سفیر۔ سپاہی معمار۔ انجنیر اور عالم فاضل سب ہی جمع رہتے تھے۔ وہ سب کے کام کرتا تھا۔ لوگوں کو اُسے دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ اُس کے دشمن بھی اُس کی محنت وغیرہ کے قائل تھے۔ اُس نے نو آبادیاں قائم کیں۔ اور اُنہی کے ذریعے سڑکیں اور عمارتیں بنوائیں۔ اُس نے سڑکوں کے کام پر خاص طور پر توجہ دی۔ اور عمدہ سڑکیں بنوائیں۔ جن پر میل قائم کئے اور پل بھی بندھوائے +

اس کے بعد گیئوس نے رومی شہروں کو اپنا حق طلب کرنے

کے لئے بُلایا۔ کیونکہ سینٹ اس حق کے عطا کرنے سے انکار ہی نہیں کرسکتی تھی۔ اور جو لوگ کہ روم کی ملکی مجالس سے تعلق نہیں رکھتے تھے اُن کو بھی اُس نے شہریوں کے حقوق دیدئے تاکہ قوانین سازی میں امداد مل سکے۔ اُس کی رائے سے سینٹ نے یہ حکم جاری کیا کہ جب تک ان قوانین کے مرتب کرنے کا کام ہوتا رہے تب تک جو شہری نہیں ہیں وہ شہر سے باہر ہی رہیں۔ سینٹ نے لیوسیئس ڈرائوسس کو بارہ نوآبادیاں قائم کرنے کا اختیار دے کر گریکس کے قانون کے خلاف رائے دینے پر آمادہ کرلیا۔ اور اس طرح تیسرے سال گیئوس ٹربیون منتخب نہ ہوسکتا۔ اس وقت مخالفوں نے اُس کے اُس قانون کو جو کارتھیج میں نوآبادی قائم کرنے کے لئے بنایا گیا منسوخ کردینا چاہا اس وقت گیئوس نے ڈائنہ دیوی کے مندر میں جاکر خودکشی کرنی چاہی۔ مگر اُس کے دوستوں نے اُسے روم سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر دشمن اُس کے تعاقب میں لگے رہے۔ اور اُسے قتل کرکے دم لیا۔ اُس کی اور اُس کے دوستوں کی نعش دریائے ٹیبر میں پھینک دی۔ اُس کی جائداد فروخت کرکے روپیہ سرکاری خزانہ میں داخل کردیا۔ حکام نے اُس کے خاندان کی عورتوں کو ماتم کرنے سے روک دیا۔ اور گیئوس کی بیوی کے جہیز کا مال بھی لے لیا۔

اس کے مخالفوں میں سب سے زبردست اوپمیئس تھا۔ اس نے تین ہزار آدمیوں کو قتل کرایا۔ اُس نے شاہ نمیڈیہ سے رشوت لی۔ اور بہت ایسے ناجائز کام کئے۔ کہ اُس کے آخری ایام میں لوگ اُس سے نفرت کرنے لگے۔ اور گریکس نامی دونوں بھائیوں کے واسطے کف افسوس ملتے تھے۔ اُنہوں نے ان بھائیوں کی مورتیں

قائم کیں اور جہاں وہ مارے گئے تھے اُن جگہوں کو مقدّس قرار دیا گیا۔ کورنیلیئہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا اور صدمات کو بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ اُس نے کبھی آنسو نہ بہائے بلکہ ضبط اور صبر سے کام لیا +

مُلک کا دُشمن

کیئس مارکیئس ایک بڑے معزز خاندان سے تھا۔ وہ بڑا نڈر اور دلاور تھا۔ اُس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئیے لیکن وہ بڑا تند خو اور بد لگام تھا۔ جھگڑالو اور ضدّی اور مغرور بھی اور سچ پوچھو تو شہرت کا طالب +

جب معزول بادشاہ طارکوئن کے خلاف جنگ کی گئی تو اُس میں مارکیئس بھی شریک تھا۔ اُس نے اس جنگ میں اس قدر بہادری دکھائی کہ ڈکٹیٹر اُس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُسے اعزاز کے طور پر بلوط کے پتّوں کا ایک تاج عطا کیا جو عزت افزائی کا نشان تصور کیا جاتا تھا۔ اُسے بہادری کے صلہ میں کوریئولینس کا لقب بھی عطا کیا گیا تھا +

ایک مرتبہ جب وہ قونصل کے منصب کے لئے اُمیدوار تھا تو اُس نے غربا کے ساتھ ایسا بیجا برتاؤ کیا کہ اُنھوں نے اُس کے انتخاب کی نسبت رائے نہیں دی۔ اس پر وہ غربا سے ناخوش ہو گیا۔ اور جب کچھ عرصہ بعد قحط پڑا اور سیرا کوسہ سے غلہ منگایا گیا تو اُس نے یہ شرط لگا دی کہ جب تک غربا اپنے ٹریبیونوں کو علیحدہ

نہ کرینگے تب تک انہیں غلہ نہ ملیگا۔ غربا کو بھلا یہ بات کب گوارا تھی۔ پس انہوں نے اُس پر سینٹ میں دعوے کر دیا +

جب وہ عہدہ اب دہی کے لئے سینٹ میں حاضر ہوا تو اُس نے بریت کے لئے جو تقریر کی اُس میں لوگوں کو خواہ مخواہ بُرا بھلا کہا۔ اگرچہ اُس نے ملک کی اچھی خدمت کی تھی۔ لیکن اُس کے غرور اور بدزبانی سے سینٹ ناخوش ہو گئی۔ اور میکینئس ٹریبیون نے یہ رائے دی کہ اُسے قتل کرا یا جائے۔ اور اُس نے مجسٹریٹوں سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور تارپئیں پہاڑی کی چوٹی پر سے ڈھکیل کر ہلاک کر دو۔ چونکہ ایسے فیصلہ سے غربا کا حوصلہ زیادہ بڑھ جاتا۔ اس لئے کچھ حکام کی رائے سے مارکیئس کی سزا میں تخفیف کر دی گئی۔ بجائے ہلاک کئے جانے کے اُسے صرف جلاوطن کیا گیا +

جلاوطنی میں وہ انٹیم کے ایک امیر کے پاس گیا جو وولسیئن قوم کا سردار تھا۔ اس قوم کے لوگ رومیوں اور خود مارکیئس کے جانی دشمن تھے۔ کیونکہ اُن کے ہاتھوں شکست کھا اور نقصان اُٹھا چکے تھے۔ مارکیئس نے اُس سے کہا کہ میرے ساتھ رومیوں نے بدسلوکی کی ہے۔ اب میں اپنے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تو اُن سے اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے تو میں تیری طرف سے اُن کو نیچا دکھاؤنگا۔ امیر نے اس بات کو قبول کر لیا +

اُس وقت اہل روم میں ملکی باتوں پر باہم نفاق تھا۔ اور عوام النّاس نے غنیم کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے مارکیئس کے پاس صلح کرنے کے لئے ایلچی روانہ کئے گئے۔ مگر اس نے صلح منظور نہ کی۔ پھر دینی پیشوا روانہ کئے گئے۔ مگر اُس نے پھر بھی صلح نہ کی۔ اس پر اُس کی ماں اور بیوی اور چند عورتوں کو روانہ

کیا گیا۔ اُن کے کہنے اور منت سماجت سے اُس نے صلح کر لی ✦
کسی نے سچ کہا ہے کہ "کر بھلا ہو گا بھلا۔ کر بُرا ہو گا بُرا"۔ مارکیئس راستی پر نہیں تھا۔ اُس نے رومیوں کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس لئے خود اُس کا بُرا ہو گیا۔ جب وہ اُیتھم کے امیر کے پاس واپس گیا اور اُن سے صلح کا ذکر کیا۔ تو امیر اُس سے ناخوش ہو گیا۔ اور دل میں ارادہ کیا کہ مارکیئس دغاباز کو قتل کرا دیا جائے۔ پس اُس کے ایما سے اہلِ وولسینیہ کی ایک مجلس نے مارکیئس سے جواب طلب کیا۔ اور اُسے سرِ مجلس قتل کر دیا۔ مارکیئس پر یہ کہاوت صادق آتی ہے۔ کہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔ "خوب ہوا۔ خس کم جہان پاک" ✦

محب وطن ڈروسس کا انجام

مسیح سے کوئی سو سال پیشتر گیئوس مارکس ٹریبیون اور سپہ سالار سے عام لوگ ناخوش ہو گئے۔ اس لئے کہ اُس کے عہد میں اُن پر سختیاں کی جاتی تھیں۔ اور عام لوگوں اور امرا میں جنگ شروع ہوئی جس میں امیروں کی فتح رہی۔ اور جوڈیشل عدالتوں کے حاکم جنگی سوداگروں میں سے منتخب کئے گئے۔ یہ لوگ نہ صرف عام لوگوں ہی کو سزا دیتے تھے۔ بلکہ اُن کو بھی جن میں سے سینیٹر منتخب کئے جاتے تھے ✦
ان اسباب سے اومیوں اور سینیٹروں میں جھگڑا پیدا ہوا۔ اسینیٹل کا سرغنہ ذیحم لیبوئیس ڈروسس تھا۔ جو امرا میں سے تھا۔ اور بڑا ہی نیک دل اور حب الوطنی کی پوٹ۔ اس شخص نے ارادہ کیا کہ

جو جُوڈیشل اختیار امرا سے چھین کر سینیٹروں کو دیدینا چاہیئے۔ مزید براں اُس نے اُوبہ اُور خرابیوں کو بھی ملک سے دور کرنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ جو باتیں عام لوگوں کے فائدہ کی ہیں اُن کو نقصان نہ پہنچے۔

ڈروسس نے یہ تجویز کیا کہ سرزمین اٹلی میں اور خاص کر ریاست کمپانیہ اور سسلی کے زرخیز حصے میں جس قدر آراضی قابل زراعت ہے اور لوگوں میں تقسیم نہیں کی گئی۔ اُس میں نو آبادیاں بسائی جائیں۔ عام لوگوں میں غلہ تقسیم کیا جائے۔ اور غربا کی مفلسی کے دور کرنے کے ذریعے اختیار کئے جائیں اور جن اقوام سے رومیوں کا اتحاد ہے اُن کے لوگوں کو رومی شہریوں کے سے حقوق عطا کئے جائیں۔

ڈروسس نے نظام حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے بہت سی تجاویز عام لوگوں کی مجلس سے منظور کرانا چاہیں۔ اُس کا ارادہ اور دلی منشا یہ تھی کہ امرا کے اختیارات کو کم کیا جائے تاکہ وہ غربا پر ظلم و ستم نہ کرسکیں۔ ۹۱ قبل مسیح میں ڈروسس نے مندرجہ تجاویز عام لوگوں کی مجلس میں پیش کیں۔

(۱) اراضی لوگوں میں تقسیم کی جائے۔

(۲) لوگوں میں غلہ تقسیم کیا جائے۔

(۳) عدالت ہائے انصاف کی اصلاح کی جائے۔

(۴) ججوں کی اسامیاں سینیٹ کے ممبروں کو عطا کی جائیں۔

(۵) سینیٹ میں تین سو ممبر اور اضافہ کئے جائیں۔ تاکہ سب کام عمدہ طرح انجام پا سکیں۔

(۶) قانوں کی رو سے جو فتوے صادر کئے جاتے ہیں اُن کی اصلاح اور ترمیم کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔

(۷) جو جج رشوت یا ستمرانی کے مرتکب پائے جائیں اُن سے سینٹ میں جواب طلب کیا جائے*

(۸) اٹلی کی دوست ریاستوں اور شہروں کے لوگوں کو رومی شہریوں کے سے حقوق عطا کئے جائیں"*

جب ڈروسس ان تجاویز کو پیش کر چکا تو اُمرا نے اُن کی مخالفت کی۔ کیونکہ اُن کے منظور ہو جانے کی صورت میں امرا کا زور گھٹ جاتا اور غربا کو حقوق مل جاتے۔ سارے امرا جو مجلس میں موجود تھے گھبرا گئے اور غصہ ہو گئے۔ اُن کے چہرے سُرخ پڑ گئے۔ اور اُن کے دل جوش سے بھر گئے۔ اور ایک شخص نے بڑھکر ڈروسس پر ایک قاتلانہ حملہ کیا۔ لیکن اُس کا وار خالی گیا۔ جلسہ برخاست ہوا اور ڈروسس معہ بھیڑ کے اپنے گھر کو چلا گیا*

جب ڈروسس دروازے پر کھڑا ہوا لوگوں سے رخصت ہو رہا تھا تو ایک قاتل نے ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کی تکلیف سے چند ہی گھنٹے کے اندر فوت ہو گیا۔ قاتل بھاگ گیا۔ اور پھر اُس کا سراغ نہ لگ سکا۔ ڈروسس کے قتل کی کوئی تحقیقات نہیں کی گئی۔ اصلاح سے متعلق کوئی تجاویز منظور نہیں کی گئیں۔ ڈروسس کے حامیوں اور رفیقوں پر امرا نے بغاوت کا الزام لگایا اور اُن کو قید کیا اور قتل کرایا*

ڈروسس کے قتل سے اہل روم اور اُن کی دوست اقوام میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ یہ اقوام جو اپنے فرزندوں کو رومی جنگوں میں بھیجتی تھیں اُن کو سخت ٹیکس دینے پڑتے تھے۔ مگر رومیوں کے سے حقوق حاصل نہیں تھے۔ ڈروسس کے قتل سے وہ سب روم کے مخالف ہو گئے اور اس طرح خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی۔ جس سے روم کو سخت

نقصان پہنچا +

محب ملک کیٹو

اس محب ملک کا اصلی نام مارقس پور گیئس کیٹو تھا۔ وہ دیہات میں پیدا ہؤا اور وہ اپنے مزارعہ میں اُس وقت تک رہا۔ جب تک کہ اُس نے جنگ وجدل اور ملکی معاملات میں حصہ لینا شروع نہ کیا۔ اُس کے مزارعہ کے نزدیک ہی ایک رومی امیر والیریئس کی جائداد اور مزرعہ تھا۔ اُس امیر کو اپنے ملازموں سے معلوم ہؤا کہ کیٹو ہر روز صبح ہی عدالت میں جاتا اور حاجتمندوں کی طرف سے اُن کی وکالت کرتا۔ اور واپس آکر شام تک اپنے نوکروں کے ساتھ کام کرتا رہتا ہے۔ نوکروں ہی کے ہمراہ بیٹھکر وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے جو نوکر کھاتے پیتے ہیں۔ اور نہایت ہی سادہ لباس پہنتا ہے +

والیریئس کے کان تک کیٹو کی سادگی۔ جفاکشی اور نیک دلی کے بہت سے اور افسانے بھی پہنچ چکے تھے۔ پس اُس نے ایک دن کیٹو کی دعوت کی۔ اُس وقت سے والیریئس اور کیٹو میں دوستی کا آغاز ہؤا۔ والیریئس ہی کی تحریک سے کیٹو نے روم جاکر ملکی معاملات میں حصّہ لینا شروع کیا۔ اور بہت جلد لوگوں میں شہرت پیدا کرلی +

کیٹو اوّل فوجی ٹربیون کے منصب پر اور پھر سنیٹر یعنی مفتی کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ یہ شخص بڑا ہی راستباز

تھا۔ اور ایسے لوگوں کا سخت مخالف تھا۔ جن کے ذریعہ سے ملک میں کوئی خرابی پیدا ہوتی تھی۔ اس لئے وہ لقب سنیسور ریئس یعنی فتوے لگانے والا مشہور ہوا +

کیٹو کی کوشش سے کئی یونانی فلاسفر جن کی تعلیم سے رومیوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا جلاوطن کئے گئے۔ فصاحت کے مدرسے بند کر دئے گئے۔ شہوت انگیز تیوہار موقوف ہو گئے۔ توہمات کی بہت سی باتیں اور رسوم جو غیر ممالک سے آئی تھیں بند کر دی گئیں۔ عیش پرستی اور ظاہری نمایش کے خلاف قوانین جاری کئے گئے +

کیٹو بڑا قوی الجثہ اور اخلاق کا دلدادہ تھا۔ اُس نے کوشش کر کے ملک سے بہت سی خرابیاں دور کر دیں وہ بڑا صاحب دانش تھا۔ اُس نے سینٹ اور عوام آلناس کی مجلس میں بڑی عزت حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ سرغنہ سمجھا جاتا تھا۔ جو لوگ محض ہردلعزیزی کی خاطر کوئی ملکی خدمت انجام دیتے تھے وہ اُن کا دشمن تھا۔ کیونکہ اُس کا قول تھا کہ جو بات حب الوطنی پر موقوف ہوتی ہے وہی لوگوں کو نفع دیتی ہے۔ نہ کہ جھوٹی نمایش +

جن لوگوں اور افسروں نے کاشتکاروں پر بیجا اور بھاری ٹیکس لگائے تھے۔ جو لوگ ظالم اور نامنصف تھے۔ کیٹو اُن کا مخالف تھا۔ اُس نے حتے آلامکان ان باتوں کا قلع قمع کیا۔ وہ قانون کا پابند تھا۔ اور ہر کام کو ضابطہ کے مطابق انجام دیتا تھا۔ اور ہر بات میں اہل ملک کی بہتری کو ملحوظ رکھتا تھا +

اُس نے بہت سے رومیوں پر جو ملک کے بدخواہ تھے۔ سرعدالت الزام لگایا۔ اور کوئی پچاس مقدمات میں خود بھی

محض خرابیوں کے دور کرنے کے لیئے مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہُوا۔ اُس کے زمانہ میں روم میں عیش پرستی کے قدم جمے ہوئے تھے۔ اور وہ اُسے ہٹانا چاہتا تھا۔ اس لیئے اُس نے لوازم عیش پرستی پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ مگر اس تجویز سے وہ لوگ اُس سے ناخوش ہو گئے۔ جن کو ٹیکس دینے پڑتے تھے +

کیٹو جتنا منصف تھا اتنا ہی نڈر بھی۔ اُس نے لوگوں کے نج کے مکانات اور باغات میں سرکاری پانی بند کر دیا۔ کیونکہ جب لوگ اُس کا محصول نہیں دیتے تھے تو اُن کو اُس کے حاصل کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ جو مکانات سرکاری زمین پر بنائے گئے تھے اُس نے اُن کو مسمار کرا دیا۔ محکمہ تعمیرات کے ٹھیکہ کا نرخ گھٹا دیا۔ اور سرکاری آمدنی کو مناسب طریقوں سے ترقی دی۔ ان تمام باتوں کے باعث لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے +

اگرچہ کیٹو کے بہت لوگ مخالف تھے۔ اور اُن میں سے اکثروں نے اکثر موقعوں پر اُسے نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن عام لوگوں میں وہ بیحد ہر دلعزیز تھا۔ اس لیئے اُس نے آخری دم تک کامیابی کے ساتھ ملک کی خدمت کی۔ رومی اُسے "سچا محب ملک" کہتے ہیں +

ایک محب وطن کیساتھ بدسلوکی

جب روم میں طیطس کوئنکٹس کیپیٹو لینس پانچویں دفعہ قونصل کے منصب پر مامور کیا گیا تو اُسنے سنیسر یعنی محتسب یا مفتی کا عہدہ مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ محتسب کل روم کی رسوم اور اخلاقی باتوں کے متعلق قوانین بنانے سینٹروں اور جنگی سورماؤں کی فہرست میں ترمیم کرنے شہریوں کو عزت یا ذلت دینے۔ اور ملک کے محاصل پر اختیار چلانے لگا۔ یہ منصب صرف دو باتوں کے لئے قائم کیا گیا۔ ایک تو روم کی مردم شماری کے لئے جو مدتوں سے نہیں کی گئی تھی۔ اور دوسرے شہریوں پر تشخیص لگان کے لئے*

عوام الناس سنیسروں اور مجسٹریٹوں کو منتخب کرتے رہے لیکن ان حکام نے غربا کی حالت درست کرنے میں ذرا بھی مدد نہ دی۔ بلکہ اُن پر ہر طرح ظلم کرتے رہے*

کچھ عرصہ بعد جب قوم گال نے روم پر حملہ کر کے غربا کے مکانوں کو جلا اور فصل کو برباد کر دیا تو غربا کو امرا سے قرض لینا پڑا جسے وہ وقت پر ادا نہ کر سکنے کے باعث قید میں ڈال دئے گئے۔ مگر مارکس مینلیئس نے جو امرا میں سے ایک بڑا اقابل اور مشہور شخص تھا اور جس نے کیپیٹو لائن پہاڑی کو گال کے حملے سے بچا لیا تھا غربا کی حالت پر ترس کھایا۔ اور اپنے طور پر اُن کی دستگیری کی*

اس شخص نے جب ایک دن دیکھا کہ ایک تمندار قرضہ کے عوض قید میں جانے کو ہے تو وہ مع اپنے ہمراہیوں کے فورم میں پہنچا اور بڑے زور سے کہنے لگا کہ اُمرا غربا پر ظلم کر رہے ہیں۔ کیا میں نے

یوں ہی کیپیٹول اور اُن لوگوں کو بچایا۔ اور کیا اب میں اُن کو غلامی اور قید میں جلنے دوں۔ یہ کہکر اُس نے اپنی جیب سے قرضہ ادا کردیا۔ اور اُس تمندار کو آزاد کرادیا +

مینلیئس کی اس عنایت کا غربا کے دل پر بڑا اثر ہُوا اور وہ اُس سے محبت کرنے لگے۔ اور جب اُس نے کھلم کھلا یہ کہا کہ جب تک میری جائداد باقی ہے تب تک میں ایک غریب مقروض کو بھی قیدخانے میں نہ جانے دونگا۔ تب تو غربا کا فرقہ اُس کا شیدائی ہوگیا۔ اور وہ اُسے اپنا محافظ۔ حامی اور سرپرست سمجھنے لگا۔ مینلئس نے اپنے گھر میں ایک مجلس منعقد کی اور اُس میں یہ کہتے ہوئے کہ اُمرا سرکاری روپیہ غبن کرتے ہیں اُمرا کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اور اُن کو ظالم وسفاک بتایا +

ڈکٹیٹر۔ مینلیئس سے اس بات پر ناخوش ہوگیا۔ اور اُس نے اُس سے کہا کہ جو بات تم نے اپنی تقریر میں بیان کی ہے اُسے تم ثابت کرو۔ لیکن جب اُس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا تو ڈکٹیٹر نے اُسے قید کردیا۔ اب کیا تھا غربا کو بہت ہی غصہ آیا۔ اور اُن کی ایک بہت بڑی جماعت قیدخانے کے دروازے پر جاکر کھڑی ہوگئی۔ اور اُمرا کو سخت سُست کہنے لگی۔ اُنہوں نے شور برپا کردیا اور تہلکہ مچا دیا۔ اور زور زور سے کہتے تھے کہ یہ اُمرا ہم پر بیحد ظلم وستم کرتے ہیں۔ جب کبھی کوئی بندۂ خدا ہماری دستگیری کرتا اور ہمیں آزادی دلانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے تو وہ اُسے ذلیل کرتے ہیں۔ اب ہم ہرگز نہ مانینگے۔ جو کچھ ہم سے ہو سکیگا کرینگے۔ اور اگر مینلیئس کو سینٹ اور ڈکٹیٹر نے راضی سے رہا نہ کیا تو ہم اُسے قیدخانہ توڑ کر رہا کردینگے۔ ڈکٹیٹر نے جب یہ حال دیکھا تو مصلحتاً مینلئس کو رہا کردیا +

آخر کار ٹریبیونوں نے لوگوں کی منظوری سے مینلیئس کے مقدمہ کی پیشی کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ جب مقدمہ پیش ہوا تو عوام الناس یہ دیکھکر کہ صرف ملزم ہی ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے اور نہ صرف امرا بلکہ خود اُس کے رشتہ دار اور حقیقی بھائی معمولی لباس میں ہیں تو وہ جوش میں بھر گئے۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس سے عوام الناس تاڑ گئے۔ کہ لوگوں نے بیچارے مینلیئس کو اس وجہ سے کہ وہ امرا میں سے غربا کا سب سے پہلا ہمدرد ہے تباہ کرنے کا مصمم ارادہ گانٹھ لیا ہے +

عدالت میں مینلیئس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے بادشاہ بننے کی کوشش کی۔ لیکن کسی مورخ نے بھی یہ نہیں لکھا کہ اس امر کے ثبوت میں کون کون سی باتیں پیش کی گئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ مینلیئس نے اپنی بریت کے ثبوت میں چار سو آدمیوں کو پیش کیا ان آدمیوں کو اُس نے اُن کا قرضہ ادا کر کے قید خانہ میں جلنے سے بچا لیا تھا۔ مزید براں اُس نے اُن انعامات کو بھی پیش کیا جو اُسے فوجی خدمات کے صلے میں دیئے گئے تھے۔ اور اپنے زخموں کو بھی جو جنگ میں کھائے تھے دکھایا۔ اور کیپٹیول کی طرف رُخ کر کے مشتری اور دیگر دیوتاؤں سے دست بدعا ہوا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں انصاف کرنے کی خواہش پیدا کر دیں +

غیر مینلیئس کی اور باتوں کو چھوڑ کر اُس کے سر عدالت دیوتاؤں سے دست بدعا ہونے نے حکام عدالت کو یقین دلا دیا کہ اب اُس پر کوئی الزام نہیں لگ سکتا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنے منشائے دلی کو ایک چال سے پورا کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے پیشی کو ملتوی کر کے دوسری تاریخ پر فیصلے کا انحصار رکھا۔ اور

ایسی جگہ عدالت کی جہاں سے کیپیٹول نظر نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ جب تک یہ مقدس مقام لوگوں کے پیش نظر رہتا تب تک وہ مینلیئس کو بے گناہ ہی سمجھتے۔ اس جگہ حکام نے مینلیئس پر سزا کا فتوےٰ صادر کیا۔ یہ فتوےٰ ایسا سخت تھا کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عدالت کے دونوں ججوں نے اُس پر بغاوت کا جرم ثابت کر دیا۔ اور ٹریبیونوں نے اُسے تارپیئن راک (ایک پہاڑی) پر سے گروا کر ہلاک کر دیا۔

مینلیئس کے حاسدوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اُس کی نعش کی بھی ذلت کی۔ اُس کے مکان کو مسمار کرا دیا۔ اور یہ بات قرار دی کہ کسی امیر کو قلعہ اور کیپیٹول میں سکونت کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اُس کے خاندان والوں نے اُس کے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ اُس کی اولاد میں کوئی شخص بھی اپنا نام مینلیئس نہ رکھنے پائے افسوس کہ ایک ہمدرد کے ساتھ ایسا بُرا برتاؤ کیا گیا۔

اُس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب مینلیئس کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا تو لوگوں کو اُس کے احسان اور ہمدردی کی یاد سے بیحد رنج و غم ہوا۔ مینلیئس کی وفات کے بعد روم میں ایک بڑی سخت وبا نمودار ہوئی۔ اور چونکہ وبا کا کوئی اور سبب ظاہر میں نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وبا صرف مینلیئس کو خلاف سزا دینے کے باعث نمودار ہوئی ہے۔ لوگ یہ کہتے پھرتے تھے۔ کہ "کیپیٹول کو اُس کے بچانے والے کے خون سے گندہ کیا گیا۔ اور دیوتاؤں کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ ایسے شخص کو سزا دی گئی جس نے کیپیٹول کے معبد کو دشمنوں کے ہاتھوں سے بچایا تھا"۔

ایک ظالم قیصر کا انجام

قیصر کلاڈیئش کی وفات پر ۱۳۔ اکتوبر ۵۴ء میں نیرو تخت روم پر جلوہ گر ہوا۔ لوگوں نے اُسے ایک حقدار کے مقابلہ میں اس خیال سے قیصر قبول کر لیا کہ وہ بظاہر خوش طبع اور فیاض معلوم دیتا تھا۔ اُس کا اوستاد سنیکا جیسا فیلسوف تھا۔ لوگوں کو اُمید تھی کہ وہ بڑا لائق اور سمجھدار ہوگا۔ لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ اس کا مزاج بچوں کا سا ہے۔ وہ مغرور۔ خود غرض اور وحشی طبیعت رکھتا ہے۔ وہ ظلم کریگا۔ اور مغلوب الغیب نکلیگا +

نیرو نے صرف چند ماہ تو اس طریقہ میں حکومت کی جس سے لوگ خوش رہتے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے ظلم کرنے کے لئے پاؤں نکالے اور سب سے اوّل برطانیکس کو جو سلطنت کا دعویدار تھا زہر دیکر ہلاک کیا۔ اور پھر اپنی اُس ماں کی جان لینے کے درپے ہوا جس کی کوشش سے اُسے حکومت ملی تھی۔ کیونکہ وہ اُس کے برے ارادوں میں حارج ہوتی تھی +

نیرو نے اپنی سینیکس کے ذریعہ سے اپنی ماں کو ہلاک کرانا چاہا۔ اور اُسے بی آئی کے مقام پر بلایا۔ ایک ایسی کشتی بنوائی کہ جو بیچ دریا میں پہنچکر اشارہ کرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اُسے اُس میں سوار کرایا۔ اور اپنی سینیکس کے اشارے سے کشتی دریا کے بیچوں بیچ پہنچکر ٹوٹ گئی۔ لیکن نیرو کی ماں تیر کر کنارے پر جا پہنچی۔ مگر پھر اسی اپنی سینیکس کی مدد سے اُسے قتل کرا دیا گیا۔ اور یہ مشہور کرا دیا کہ وہ نیرو کی جان لینی چاہتی تھی۔ اس لئے قتل کرا دی گئی

اسی وجہ سے لوگوں نے نیرو کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی +

اپنی ماں کے قتل کرانے سے پیشتر ہی نیرو نے اپنی ملکہ اوکٹویہ کو قتل کر کے پوپیہ کو ملکہ بنا لینا چاہا۔ مگر وہ اپنی ترکیبوں سے بچ رہی تاہم پوپیہ ملکہ بن بیٹھی۔ حالانکہ باقاعدہ طور پر نہیں۔ ماں کے قتل کے بعد نیرو اس عورت کا غلام بن گیا۔ وہ اُسے جس طرف چاہتی چلاتی تھی۔ ۶۲ء میں اُسی کی رائے سے نیرو نے اپنے قابل مشیروں کو برخاست کر دیا۔ نیرو نے برس کو زہر دلوایا جو خاص مشیر تھا سینیکا جو نیرو کا اُستاد تھا نیرو کی ظلم رانی دیکھ کر دربار سے علیحدہ ہو گیا۔ مگر نیرو نے اُسے بھی زہر کا پیالہ پلوایا۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا +

اب کیا تھا نیرو کی صلاح کار یا تو پوپیہ تھی یا ٹگی لینس جو نیرو کی مانند عیاش تھا۔ اور نیرو کو ہر وقت عیش پرستی پہ مائل رکھتا تھا۔ وہ شاہی بدرقہ کا سپہ سالار بنا دیا گیا تھا۔ نیرو سے پیشتر جتنے ظالم قیصر روم میں گذرے تھے اُن کے خلاف بھی سازش کی گئی تھی۔ اس خوف سے نیرو نے اُن لوگوں کو قتل کرانا شروع کیا جن کی طرف سے اُسے کھٹکا تھا۔ اُس نے کورنیلیس سلا کو اس بنیاد پر قتل کرا دیا کہ اُس کے فرانس میں رہنے سے رعایا میں ناراضی پھیل جائیگی۔ پھر روبیلیس بلوٹس کو ایشیا سے کوچک میں قتل کرایا۔ اس بعد نیرو نے اپنی معشوقہ پوپیہ کے کہنے سے اپنی ملکہ اوکٹویہ کو اوّل تو طلاق دیکر جزیرہ پنڈاٹیریہ میں جلاوطن کر دیا پھر اُسے قتل کرا دیا +

اگرچہ بہت لوگوں کو نیرو قتل کرا چکا تھا۔ لیکن ابھی تک عام لوگوں پر اُس نے ہاتھ صاف نہیں کیا۔ مگر اب نیرو اس پر بھی آمادہ ہوا وہ شہر روم کے بیچوں بیچ ایک وسیع محل بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے شہر میں آگ لگوا دی۔ جس سے شہر کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

اور نیرو کو اپنی دلی خواہش پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد اُس نے عیسائیوں کو اس بنا پر قتل کرایا کہ آگ انہوں ہی نے لگائی تھی۔ اس کے بعد اُس نے آگ سے تباہ شدہ حصہ میں ایک نہایت عالی شان اور قیمتی محل اور سیر گاہ بنائی۔ اور اُس میں جو روپیہ صرف ہُوا وہ اٹلی۔ ایشیا۔ اخیہ اور دیگر صوبوں کے لوگوں سے بجبر وصول کیا گیا تھا +

اب تو لوگوں نے نیرو کے قتل کے لئے مجبوراً سازش کی جس میں ٹگی لینس (نیرو کا دوست) فنیئس روفس۔ قونصل پلوٹیئس سیٹرٹنس۔ لوسان شاعر۔ اور بہت سے ممتاز اور ٹربیون شامل تھے۔ سب کا سرغنہ نیرو کا ایک دوست کالپرنیئس پیسو تھا۔ اس سازش کا حال ایک آزاد شدہ غلام ملیچس نے نیرو سے کہدیا نیرو نے غضب میں آکر۔ پیسو۔ روفس۔ لوسان اور اور بہتوں کو قتل کرا دیا۔ سنیکا کو بھی سازش میں شریک ہونے کے شبہ پر زہر پلوا کر ہلاک کرا دیا +

پھر اُس نے شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اٹلی کا سفر کیا۔ اور روم میں بھی جشن منایا۔ پھر اُس نے ایک اور ہی روش اختیار کی سنہ ء میں اُس نے نیپلز کے لوگوں کو تھیٹر میں ایکٹر بنکر خوش کیا یہ فعل اُس کی شان سے بعید تھا۔ پھر وہ یونان گیا۔ اور روم کے پیچیدہ معاملات اور سازش وغیرہ کی طرف بالکل بے خبر رہا یونانیوں نے اُس کی بڑی تعریف کی۔ اور ایک بے نظیر ایکٹر کے طور پر اُسے اس فن کا سرخیل سمجھا اور تاج عطا کیا۔ اس کے صلہ میں اُس نے انہیں محصول اراضی معاف کر دیا۔ پھر اُس نے خاکنائے کرنتھ سے ایک نہر کھدوانا شروع کی۔ پھر اُس نے یونانیوں پر بھی تمرانی شروع کی

مشہور ہے کہ اُس نے مندروں کو لوٹا۔ لوگوں سے جبریہ روپیہ وصول کیا پھر اُس نے کاربولوہ کو قتل کرایا +

جب نیرو یونان میں تھا تو جو لوگ اُس کی حکومت سے ناخوش و دل برداشتہ تھے۔ اور اُس کے بد افعال سے نفرت کرتے تھے۔ اُنھوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اُس کی حکومت کو مٹا دیں +

روم سے اُس کی مخالفت کی ابتدائی جس کا اثر صوبوں تک پہنچ گیا۔ فرانس میں جو لیئس ونڈکس گورنر نے اس خیال سے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا کہ وہ نیرو کی جگہ دوسرے بادشاہ کو تختِ روم پر بٹھانا چاہتا تھا۔ مگر اُسے شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اسپین میں گالبا نے علم بغاوت بلند کیا۔ اُسے اسپین کے لوگوں نے قیصر تسلیم کرلیا۔ وہ فوج لیکر اٹلی کی طرف روانہ ہوا۔ مگر راستہ میں یہ سُنکر کہ ونڈکس کا بُرا حشر ہوا رک گیا۔ لوسیتانیہ کے گورنر اوتھو نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ اگر نیرو چاہتا تو اس نازک وقت کو بھی ٹال سکتا تھا۔ لیکن وہ ظلم رانی سے باز نہ رہا۔ اس عرصہ میں جرمنی سے جمہوری سلطنت قائم ہونے کی خبر آگئی۔ مگر نیرو اپنی رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اور بمشکل روم واپس آیا۔ مگر اس نے کوئی انتظام تلافی نہ کیا +

آخر کار خود قیصری بدرقہ اُس کا مخالف ہو گیا۔ اُس وقت اُس نے یہ حماقت کی کہ روم سے بھاگ کر چار میل کے فاصلہ پر ایک آزاد شدہ غلام کے مکان میں پناہ لی۔ سینٹ نے فی الفور یہ مشہور کر دیا کہ گالبا قیصر بنا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی نیرو کے قتل کا فتویٰ بھی صادر کر دیا۔ جب سواروں کا ایک دستہ اُس کے قتل کا فرمان لیکر غلام کے گھر پر پہنچا تو اُس نے قتل کی بے عزتی سے بچنے

کے لئے خودکشی کر لی۔

لوگوں نے اُس کی موت کے بعد اُس کے بت جو جابجا نصب کئے گئے تھے توڑ ڈالے۔ اُس کا نام ہر جگہ سے مٹا دیا۔ اور اُس کے بنائے ہوئے محل کو تباہ کر دیا۔ اُس نے چودہ سال حکومت کی۔ لیکن اس عرصہ میں لوگوں کو ہر طرح سے تنگ ہی رکھا۔ وہ شرارت اور ستمرانی کا پتلا تھا۔

جولیئس سیزر

جولیئس سیزر کا اصلی نام گیئوس جولیئس سیزر تھا۔ وہ ایک اعلیٰ خاندان میں سے تھا۔ جو اینچائیسس اور وینس کی نسل سے سمجھا جاتا تھا۔ وہ بڑا ہی حسین اور شکیل جوان تھا۔ بڑا ہی ذہین و عقیل۔ اعلیٰ درجے کا مصرف اور سخی۔ اور طبیعت کا بیحد نیک تھا۔ فن حرب میں اُسے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل تھی۔ اور تدابیر مملکت اور انتظام میں وہ بے نظیر مدبر تھا۔ اُس میں جوش و خروش نام کو نہیں تھا۔ بلکہ اطمینان اور سکون۔ وہ ہر بات میں مقدونیہ کے بادشاہ اور فلپ کے بہت مشہور فاتح سکندر اعظم کا ہم پلہ تھا۔ اُس نے سِنّا جیسے مشہور شخص کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔ گیئوس ماریئس سا مشہور شخص بھی اُس کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ ان تمام اوصاف کے باعث اُسے اٹھارہ ہی سال کی عمر میں سلا نے جسے اُس کی طرف سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا وہ آگے چل کر مخالفت کرے گا

اُسے قتل کرا دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن سیزر بھیس بدل کر زندہ رہ گیا۔ اور رات کو روم سے بھاگ گیا +

سیزر بیچارے کی وہی مثل ہوئی کہ

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ سے نئی

وہ ایک آفت سے نکل کر دوسری میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ اُسے بحر روم کے بحری ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور تاوان لیکر چھوڑنا چاہا اُس نے اپنے آدمیوں کو تاوان لانے کے روانہ کیا اور ڈاکوؤں کے پاس مع ایک دوست کے ۳۸ دن رہا۔ مگر اُن سے دبکر نہیں رہا۔ بلکہ اُن کو دبا کر رکھا۔ جب زر تاوان آگیا اور اُسے ڈیکر سیزر رہا ہو گیا تو اُس نے بندرگاہ ملیٹس میں ایک جہاز تیار کیا اور فوج بھرتی کی اور ڈاکوؤں کا تعاقب کر کے اُن میں بہتوں کو گرفتار کر لیا +

قونصل کے منصب پر مامور کئے جانے کے بعد اُس نے یہ ایک نیا قاعدہ جاری کیا کہ سینٹ کے قوانین اور نیز دیگر مجالس کے قوانین ضبط تحریر میں لائے اور شائع کئے جائیں۔ سیزر نے اپنی قونصلی کے زمانے میں دوسرے قونصلوں کو اپنی مخالفت کرنے پر سینٹ سے نکلوا دیا۔ مگر اُس کے رسوخ اور طاقت کے باعث اُن کو اُس پر بدسلوکی کا الزام لگانے کی جرأت نہ ہوئی +

فرانس سے سیزر نے جو جنگ کی اُس سے اُس کی شہرت کو بہت کچھ ترقی ہوئی۔ فوجی انتظام اور جنگی قابلیت میں وہ اپنے ہمعصروں اور اپنے سے پہلے سپہ سالاروں اور مدبروں سے ہر بات میں بہت ہی سبقت لے گیا۔ اُس جتنی لڑائیاں فتح کیں اور جتنی اقوام سے مقابلہ کیا اُن میں سے بعض بالکل وحشی اور سخت جان باز تھیں بعض

کا ملک دشوار گذار تھا۔ اُس نے کہیں ملایمت اور رحمدلی سے کام لیا اور کہیں سخت دلاوری اور بیرحمی سے۔ ناشائستہ اقوام کو شائستہ بنا دیا۔ الغرض کہ اُس نے ایسے دشمنوں پر فتح پائی۔ جیسوں سے پہلے سپہ سالاروں کا مقابلہ ہی نہ ہوا تھا۔ اُس نے فرانس کے ۸۰۰ شہروں اور قصبوں کو فتح کیا۔ تین سو اقوام کو مغلوب کیا۔ اور ۳۰ لاکھ دشمنوں سے جنگ کی۔ جن میں سے دس لاکھ کو تہ تیغ کر کے باقیوں کو گرفتار کر لیا*

فرانس میں تین قومیں آباد تھیں۔ بلجیئین۔ اکوائٹانیئین اور کیلٹس یا گال۔ ان میں سے بلجیئین جو زیادہ وحشی اور جرمن نسل سے تھے اور ہمیشہ اہل جرمن کے ساتھ جنگ و جدل میں معروف رہتے تھے وہ بڑے سخت جان تھے اور اُن پر فتح پانا ناممکن سا تھا۔ لیکن سیزر نے اُن کو خوب ہی نیچا دکھایا۔ فرانس میں تھوک بندی کا دستور تھا اور ہر تھوک کا ایک سرغنہ ہوتا تھا۔ اسی لئے اُن پر فتح پانی ذرا دشوار تھی*

ملک فرانس میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے تھے۔ ایک ڈریوڈ یعنی مذہبی پیشوا۔ دوسرے نائٹ یعنی سورما۔ رہے عوام الناس سو وہ غلاموں کی سی حالت میں تھے۔ کیونکہ وہ بھاری ٹیکسوں اور قرضوں سے دبے ہونے کے باعث دوسرے لوگوں کی رعیت بن جاتے تھے۔ ڈریوڈز مذہبی رسوم۔ قربانیوں اور دیگر دینی باتوں کو انجام دیتے تھے۔ لوگوں کے جھگڑوں۔ قتل۔ وراثت وغیرہ کے فیصلوں کو طے کرتے تھے۔ سب سے بڑی سزا یہ تھی کہ لوگوں کو قربانی میں شریک ہونے سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں کو یہ سزا دی جاتی تھی اُن سے لوگ میل جول ترک کر دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی

دادرسی نہیں ہوسکتی تھی۔ کل ڈریوڈز پر ایک بڑا ڈریوڈ مقرر کیا جاتا تھا۔ اُس کی وفات پر اُس کی جگہ وہ ڈریوڈ مقرر کیا جاتا جو زیادہ قابل و مشہور ہوتا تھا۔ اگر ایسے کئی ڈریوڈ موجود ہوتے تو انتخاب کے ذریعے ایک شخص مامور کر دیا جاتا تھا۔ ڈریوڈز نہ تو جنگ میں شریک ہوتے اور نہ ٹیکس دیتے تھے۔ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ روح غیر فانی ہے اور موت کے بعد ایک جسم سے دوسرے میں چلی جاتی ہے۔ اس عقیدہ کے باعث اس فرقہ کے لوگ بڑے ہی بہادر ہوتے تھے۔ یہ لوگ علم ہیئت اور علم نجوم کے بھی قائل اور ماہر تھے۔ مزید براں دُنیا کے عرض و طول۔ اشیا کی ماہیئت اور غیر فانی معبودوں کی طاقت و اختیار کے بھی ماہر ہوتے تھے۔

دوسرا فرقہ سورماؤں کا تھا۔ یہ جنگ میں شریک رہتے تھے۔ اُن میں سے جو اپنی نسل اور دولت کے لحاظ سے جس قدر بڑا ہوتا تھا اسی قدر زیادہ لوگ اُس کی رعایا ہوتے تھے۔

اہل فرانس بڑے ہی توہم پرست تھے۔ جس کے باعث وہ امراض اور جنگ وغیرہ کو دیوتاؤں کی ناخوشی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ زندہ انسانوں کی قربانی اس خیال سے گذرانتے تھے کہ بغیر اس کے غیر فانی دیوتا خوش ہی نہیں ہوسکتے۔ چوروں۔ راہزنوں اور دیگر قسم کے مجرموں کی قربانی اعلےٰ درجے کی خیال کی جاتی تھی۔ اگر اس قسم کے لوگ دستیاب نہ ہوتے تو بیگناہوں ہی کی قربانی گزرانی جاتی تھی۔

اہل فرانس کا خاص معبود عطارد دیوتا تھا جسے وہ تمام علوم و فنون کا موجد۔ دولت و تندرستی کا عطا کرنے والا۔ تجارت اور کاروبار میں کامیابی بخشنے والا۔ اور سفر و سیاحت میں اُن کا محافظ ہونے والا سمجھتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپولو کو امراض کا شفا بخشنے والا

عُزرا کو مفید فنون کی سکھلانے والی ۔ مشتری کو اجسام فلکی کا حاکم ۔ مریخ کو جنگ میں فتح دینے والا سمجھکر عبادت کرتے تھے ۔ جب وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یہ عہد کرتے کہ جو چیزیں جنگ میں حاصل ہونگی اُن کی قربانی چڑھائی جائیگی ۔ جنگ کے بعد وہ اُن مواشی کو جو جنگ میں گرفتار کئے جاتے قربانی چڑھاتے ۔ اہل فرانس کا خیال تھا کہ وہ ڈٹیس دیوتا کی نسل سے ہیں ۔ اس لئے اُن کے ہاں تقسیم اوقات رات سے شروع کی جاتی ہے اور سالگرہ اور مہینوں اور سالوں کی ابتدا رات ہی سے ہوتی ہے +

اہل فرانس کو اپنی بیویوں اور بچوں کی موت و زندگی پر پورا اختیار حاصل ہوتا تھا ۔ وہ اُن کو قتل کر سکتے تھے ۔ بیوی جس قدر روپیہ جہیز کا لاتی تھی اُسی قدر روپیہ خاوند اپنے پاس سے مہیا کرکے دونوں رقموں کو کسی کام میں لگا دیتا تھا اور جب ایک مرجاتا تھا تو دوسرا اُس کل روپیہ اور اُس کے منافع کا مالک ہوتا تھا ۔ جب کوئی عالی مرتبہ شخص فوت ہوتا تو اُس کی بیوی سے اُس کی موت کا حال دریافت کیا جاتا ۔ کیونکہ وہ شبہ کرتے تھے اُسے کہیں بیوی نے نہ مار ڈالا ہو ۔ اگر ذرا بھی ثبوت مل جاتا یا شبہ پورا اُتر جاتا تو بیوی کو قتل کر دیا جاتا +

اس قوم میں مردوں کا جنازہ بڑی شان و شوکت سے اُٹھایا جاتا تھا ۔ اور جو چیزیں خواہ جاندار ہی کیوں نہ ہوتیں اور اُس کی دل پسند سمجھی جاتیں اُن کو آگ میں جلا دیا جاتا ۔ اور اُس کے پیارے غلاموں کو اُس کے ساتھ ہی دفن کر دیا جاتا +

اچھے شہروں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی خبر سُنتے تو اُسے صرف مجسٹریٹ سے بیان کرے ۔

تاکہ اُسے سُنکر عام لوگ کوئی عجلت یا نادانی کی حرکت نہ کر بیٹھیں۔ جس خبر کو مجسٹریٹ چھپانے کے قابل سمجھتے اُن کو چھپا لیتے۔ ورنہ لوگوں سے بیان کر دیتے ‌‌+

اہل جرمنی کے دستورات اہل فرانس سے بالکل نہیں ملتے تھے۔ اُن میں نہ تو ڈریوڈز ہوتے تھے اور نہ وہ قربانیوں کی زیادہ پرواہ کرتے تھے۔ وہ اُن دیوتاؤں کو معبود سمجھتے تھے جو اُن کو نظر آسکیں۔ اور فائدہ پہنچا سکیں۔ مثلاً آفتاب۔ ماہتاب اور آگ۔ وہ دیگر دیوتاؤں کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ وہ شکار اور جنگ و جدل میں مصروف رہتے تھے۔ اور دریا میں گھس کر جنگ کرتے۔ زراعت کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ ہر سال نقل سکونت کرتے ہیں۔ ہر سال ہر خاندان کے لیئے صرف اُسی قدر زمین دی جاتی ہے جس قدر کہ اُن کی گزر کے لیئے کافی ہوتی ہے یہ سب باتیں اس لیئے کی جاتی ہیں کہ لوگ دولتمند نہ ہو جائیں اور قوم میں حرص و طمع پیدا ہو جانے کے باعث نفاق و جھگڑا نہ پیدا ہو سکے۔ اور یہ کہ وہ تن آسانی میں نہ پڑ جائیں۔ یہ لوگ اپنے ملک کی سرحدوں کے پاس کی اراضی کو بالکل ویرانہ بنا دیتے تھے۔ تاکہ دشمن کو اُن پر حملہ آور ہونے کی خواہش ہی نہ ہو۔ زمانہ امن میں صرف ضلع کے حاکم اُن کے جھگڑوں کو طے کرتے ہیں مگر زمانہ جنگ میں ایک مجسٹریٹ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر اُس کے اختیار میں لوگوں کی جان و مال۔ موت و زندگی رکھ دیتے ہیں جو لوگ کسی شخص کو سرغنہ مانتے تھے وہ اُس کے مددگار سمجھے جاتے تھے۔ اور جو لوگ نہیں مانتے وہ دغاباز اور اُن پر کسی معاملہ میں بھی اعتبار نہیں کیا جاتا تھا +

اس قوم کے لوگ مہمانوں کو نقصان پہنچانا بہت ہی مذموم سمجھتے تھے۔ اور جتنے لوگ اُن کے پاس کسی مقصد کے لئے آتے تھے۔ چاہے وہ کسی قسم کے ہوں۔ لیکن وہ اُن کی مدد اور حفاظت کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے اُن کے گھر ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ اور ان کو خوب کھانے پینے کو ملتا تھا۔ اس ملک میں قطبی ہرن۔ بارہ سنگھا اور صحرائی بچار بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں +

سیزر نے فرانس کو فتح کرنے سے پہلے پومپی اور کراسس کی مدد سے ٹریمورئیٹ کا خطاب حاصل کیا تھا۔ مگر اس کے بعد ہی ان دونوں ناموروں میں ایک قسم کی رقابت پیدا ہوگئی۔ اس رقابت کو پومپی کی بیوی اور سیزر کی بیٹی جولیا نے ایک مدت تک بڑھنے نہیں دیا۔ لیکن جب اُس بیچاری کا انتقال ہوگیا تو دونوں میں رقابت اور دشمنی کا بازار کھلم کھلا گرم ہوُا +

سینٹ نے پومپی کی طرفداری کی اور سیزر کی جگہ کسی دوسرے شخص کو منتخب کرنا چاہا۔ سیزر نے اُس کی اس بات کو دل سے قبول کر لیا۔ اور کہا کہ انتخاب کا موقع آنے دو اگر میں اُس میں کامیاب ہو جاؤں تو میں رہوں ورنہ اور کوئی ہو جائے۔ لیکن اس پر سینٹ نے کچھ لحاظ نہ کیا۔ سیزر نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ سے نہیں دینی چاہی اور اُسے ملک کا دشمن قرار دیا +

سیزر بذات خود بڑے دم خم کا آدمی تھا۔ اُس نے خانہ جنگی کے ذریعے اپنے حقوق کا فیصلہ کرنا چاہا۔ اور فوج

لیکر اٹلی پر چڑھ گیا جس کے قلعے اور مورچے پومپی کے قبضے میں تھے۔ اگر سیزر چاہتا تو پومپی کو برنڈیزیئم میں گرفتار کر لیتا۔ اور جنگ کا جلد خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن اُس نے تو مرد میدان بنکر کام لینا چاہا۔ پومپی پر سیزر کا خوف غالب تھا۔ اس لیئے وہ چپکے سے ایک جہاز پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اور میدان مقابلہ کوہ اپیرس کو قرار دیا۔ سیزر جو بڑا ہی دلیر تھا اُس نے اس بات کو قبول کر لیا اور مع فوج کے اُس مقام کی طرف چل دیا +

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے میں پہنچیں تو اس انتظار میں رہیں کہ پہلے دوسری فوج حملہ کر کے جنگ کی ابتدا کرے۔ آخر کار ابتدا پومپی کی جانب سے ہوئی۔ اوّل تیروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ اور پھر دونوں سپاہ دست بدست تلواروں اور نیزوں سے لڑنے لگیں۔ میدان معرکہ خوب گرم ہوا اور جدال و قتال کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سروں کا ایک باغ نظر آنے لگا۔ خون کا ایک دریا بہنے لگا۔ آخر کار سیزر کا اقبال جو زوروں پر تھا اُس نے پومپی کے نیّر اقبال کو مغلوب اور ماند کر دیا۔ فتح کا سہرہ سیزر کے سر رہا۔ اور پومپی اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگا اور شاہ مصر کے دربار میں پہنچا۔ جہاں مشروں نے بادشاہ کو اُس کے قتل کر ڈالنے کی صلاح دی۔ اور آخر کار پومپی ہلاک کر دیا گیا +

جب سیزر کے سامنے پومپی کا سر لایا گیا تو اُسے بے حد رنج ہوا۔ اُس نے سر کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مگر پومپی کی انگوٹھی

اور مہر لے لی - اور بہت رویا - اُس نے اُس کے رفیقوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا - اور اپنے دوستوں کو جو روم میں تھے لکھا کہ مجھے اس فتح میں ایک خوشی یہ حاصل ہوئی کہ معافی دینے میں انسان کے دل کو بڑی ہی راحت ملتی ہے +

مصر سے سیزر روم کو واپس آیا - جہاں اُس کا استقبال بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوا - قربانیاں گذرانی گئیں - کھیل - تماشے کئے گئے - مندروں میں عبادت کرائی گئی - ہر شہر اور صوبہ میں اُس کا بت نصب کیا گیا - اُسے ملک کا باپ اور محافظ قرار دیا گیا - عمر بھر کے لئے ڈکٹیٹر منتخب کیا گیا - اس کا جسم مقدس قرار دیا گیا - اُس کے لئے ایک تخت زرین بنوایا گیا اور اُسے فتح کے لباس میں تخت پر بیٹھنے اور ملکی و مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دی گئی - فتح کے دن ہر سال ایک جشن قرار دیا گیا - راہبوں کو اُس کی درازئ عمر کے لئے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا - مجسٹریٹوں کے لئے یہ فرمان جاری کیا گیا کہ وہ منتخب ہونے کے بعد سیزر کے فرمان سے سر نہ پھیریں +

بعض لوگوں نے تو اُسے بادشاہ کا خطاب عطا کرنا تجویز کیا - لیکن جب اُسے اُن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اُس نے اُن کو دھمکیوں کے ذریعے اُس ارادے سے باز رکھا

سیزر اس قدر کامیابی اور عروج حاصل ہونے پر بھی منکسر مزاج رہا اور اُس نے شان و شوکت سے دور ہی رہنا پسند کیا - اور کل لوگوں کو جو جلاوطن کئے گئے تھے ملک میں واپس

آنے کی اجازت دی +

جن لوگوں کو سیزر کی کامیابی پر رشک و حسد پیدا ہو گیا تھا اُنہوں نے اُسے جان سے ہلاک کر دینے کا ارادہ کر لیا کیسئیش اور بروٹس دونوں نے مل کر اس ارادہ کو پختہ کیا۔ اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا کر ایک سازش پھیلا دی اور سینٹ کا اجلاس مقرر کیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے جس کا نام کمبر تھا سیزر کو ایک درخواست دی کہ اُس کے بھائی کو جلاوطنی سے واپس آنے کی اجازت دی جائے اور جب سیزر نے کہا کہ جواب بعد میں ملیگا تو اُس نے اُس کا نارو پکڑ کر نیچے کو کھینچنا شروع کیا۔ جس طرح کہ داد خواہ کیا کرتے تھے۔ اس سے سیزر کی گردن کھل گئی۔ اور اب اُس پر وار ہونے لگے۔ کمبر۔ کاسکا۔ کیسئیش۔ ٹیکو لیانس اور بروٹس نے اُسے خنجروں سے زخمی کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ پومپی کے بت کے نیچے جا پڑا اور بروٹس نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ سیزر نے ۲۳ زخم کاری کھانے کے بعد جان دی +

جب سیزر اس دُنیا سے چل بسا تو لوگوں نے اس کی وصیت کو پڑھا جس سے اُن کو یہ معلوم ہُوا کہ اُس نے ہر آدمی کے واسطے ایک رقم مقرر کی تھی۔ اس سے اُن کو بڑا ہی غصہ آیا۔ اُنہوں نے اُس کی نعش کو سر بازار رکھکر اور سینٹ میں سے بینچوں وغیرہ کو لا کر اور نعش پر رکھ کر آگ لگا دی اور جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہاتھوں میں لیکر شہر میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اُنہوں نے سازشیوں کے گھروں میں آگ لگا دی۔ اور سارے شہر میں کشت و خون کا بازار پھر ایک بار

گرم ہؤا۔ اور سلطنت جمہوری کا خاتمہ ہوگیا۔ کیونکہ اُس کے جانشین اغسطوس کے وقت روم میں پھر شاہی حکومت قائم ہوگئی +

رومیوں نے سیزر کو نہ صرف سب سے بڑا سپہ سالار اور خیر خواہ ملک اور محب وطن ہی سمجھا۔ بلکہ یہ بھی یقین کرنے لگے کہ وہ دیوتاؤں میں شریک کر لیا گیا۔ اور جب اُس کے جانشین اکٹیوئیوس نے اُس کی یادگار میں پہلا جشن منایا تو ایک دمدار تارہ سات دن تک برابر آسمان پر جلوہ گر ہوتا رہا۔ رومی اُسے یہ سمجھے کہ وہ سیزر کی روح ہے۔ جو کہ دیوتاؤں میں شامل کر لیا گیا ہے +
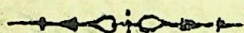
ایک دُشمن ملک کا انجام

شیئہ خاندان میں جس میں ملک چین میں حکومت کی متعدد فرمانروا ہوئے ہیں۔ اُس کا بانی اور پہلا فرمانروا یُوآؤ تھا۔ وہ شاہ شُن کے عہد میں ایک حاکم تھا۔ مگر اُس کے بعد ہی مالک تاج وتخت بنا یا گیا۔ ایک قصّہ مشہور ہے کہ جب دریائے یلو کے ایک سیلاب نے گرد و نواح کا سارا ملک برباد کر دیا تو شاہ شُن نے یُوآؤ کو سیلاب کے روکنے کے لئے مامور کیا۔ اُس نے نہایت تندھی اور جانفشانی کے ساتھ اپنے کاروبار متعلقہ کو انجام دیا۔ اور کچھ ایسا بندوبست کیا کہ دریا کا پانی اپنی راہ سے مدبراہ نہ ہُوا وہ کامل نو سال تک اس مشکل کام میں مصروف رہا۔ جب شاہ شُن کا انتقال ہُوا۔ تو اُس کی حسن خدمات کے صلہ میں اُسے چین کے تخت و تاج کا مالک قرار دیا گیا۔ اُس نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام شیئہ ہے اور جس نے سنہ ۱۹۵۴ قبل مسیح سے لیکر سنہ ۱۶۸۷ قبل مسیح تک حکمرانی کی +

یُوآؤ نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سلطنت کو نو کی جگہ گیارہ صوبوں میں منقسم کر دیا۔ تاکہ انتظام مملکت میں آسانی ہو۔ اور نظام حکومت کی اصلاح کر کے اُس کے متعلق بہت سی باتوں کو پیتل کی تختیوں پر آیندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے کندہ کرایا اُس نے رعایا کو بہت سے مفید حقوق عطا کئے۔ جن کی یادگار میں اُس نے ایک ستون کندہ کرا کے کوہ ہینگ پر نصب

کرایا۔ یو آو انصاف اور رحمدلی کا پتلا تھا۔ اور ہر بات میں ملک اور اہل ملک کی بہتری کو مد نظر رکھتا تھا ٭

یو آو کے بعد شیئہ خاندان میں سولہ فرمانروا اور گذرے۔ لیکن وہ اس صداقت اور ملکی خیر خواہی سے دور ہوتے گئے جس کی بنیاد یو آو نے ڈالی تھی۔ جو خوبیاں یو آو میں تھیں۔ اور جن کی تعریف چین کے مورخوں نے بہت کچھ کی وہ اس کے جانشینوں میں سے کسی میں بھی نہیں تھیں۔ بلکہ ان میں خود غرضی۔ عیش پرستی اور ظلمرانی بڑھتی ہی گئی۔ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے ان بد صفات میں آگے ہی نظر آیا۔ یہاں تک کہ چیہ کوئی جس نے سنہ ۱۷۳۹-۱۶۸۷ قبل مسیح میں حکومت کی اپنے متقدمین پر ہر طرح سے فوق لے گیا۔ اس نے لوگوں کو یہاں تک تنگ کیا کہ قدرتی کلیہ کے مطابق رعایا کو اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا پڑا۔ رعایا کا سردار ایک شخص تینگ نامی تھا۔ اس نے کوشش کر کے چیہ کوئی کو تخت سے اتار دیا۔ جب لوگوں کو ایک ظلم مجسم کی ستمرانی سے رہائی مل گئی تو انہوں نے تینگ کو فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اس فرمانروا نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی جو خاندان شانگ یا ین کے نام سے مشہور ہوا ٭
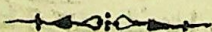
ظلم کا مٹانے والا

تینگ ایک محب ملک تھا۔ اُسے ہر دم یہی فکر رہتی تھی کہ رعایا کے ساتھ بھلائی کر سکے۔ ملک آباد اور رعایا شاد رہے لیکن اُس کے بعد جو فرمانروا اُس کے خاندان میں گذرے وہ سب نکمے تھے۔ ایک بادشاہ ہُوا اور رعایا کو تنگ کر کے اور اپنی زندگی کے دن پورے کر کے چلتا بنا۔ دوسرا بادشاہ اُس سے بھی بدتر نکلا۔ تیسرا اور بھی بدتر۔ اور علیٰ ہذا یہاں تک کہ آخری اور ۲۸واں بادشاہ چوسن نامی بڑا ہی بدذات اور ستمگر تھا۔ وہ شینگ خاندان کے آخری بادشاہ چیہ کوئی کا مثیل اور ثانی تھا۔ اُس کی بُرائیوں میں سے خاص برائیاں یہ ہیں۔ فضول خرچی۔ نفس پرستی اور سخت ظلم وجبر۔

چوسن کی ایک آشنا یا یوں کہو کہ مدخولہ بیوی تھی۔ جس کا نام تیگی تھا۔ چوسن انتظام مملکت کی طرف سے بالکل غافل ہو کر ہر دم اپنی اس معشوقہ کی خوشی حاصل کرنے اور اُسے خوش رکھنے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس بت طناز کے حسن گلوسوز کا وہ بے حد شیدائی تھا۔ اُس کی تفریح اور مسرت کے لئے چوسن نے عالی شان محل اور دلفریب تفریح گاہیں بنوائی تھیں۔ جہاں عیاشی کے سارے کرتب ختم کئے جاتے تھے۔ شراب روح افزا کا ہر وقت دور چلتا تھا۔

چوسن تو اپنی دلبستگی اور حظ نفس کی باتوں میں مصروف تھا۔ اور ارا کین سلطنت لوگوں پر ظلم و جبر کرنے میں ہر شخص پر ہر روز ایک نہ ایک ستم کا تشدد کیا جاتا تھا۔ اُن کا مال و زر لوٹا جاتا۔ اُن کو سزائیں دی جاتیں۔ اور اُن کی عزت و آسائش پامال کی جاتی تھی۔ حکام ظلم کرتے تھے مگر کوئی پرساں حال نہ تھا۔ جو اُنہیں بُری اور نقصان دہ حرکات سے باز رکھتا۔ حکام کی یہ حالت دیکھکر عام لوگوں کو بھی جرأت ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ بھی ایک دوسرے پر ستم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔ اور سارے ملک میں ایک اندھیر ہو گیا +

وزیروں نے چوسن کو کئی بار ان باتوں کے انسداد کے لئے توجہ دلائی۔ اور منت و سماجت سے کہا کہ ظالموں کو سزا دی جائے۔ اور بے کسوں کو زبردستوں کی زبردستیوں سے رہائی دلائی جائے۔ لیکن چوسن جو شراب عشق اور عیش پرستی سے مخمور تھا اُس نے کسی کی بات پر بھی التفات نہ کیا۔ بلکہ بدستور اپنی دلفریبی اور دلبستگی کی باتوں میں مصروف رہا۔ اُسے تو مئے و معشوق سے کام تھا نہ کہ ملک سے۔ ملک غارت ہو رہا یا برباد ہو۔ مگر اُس کی بلا سے +

ایک مرتبہ ایک خیر خواہ ملک نے جو ایک اعلےٰ منصب پر مامور تھا بادشاہ چوسن سے بڑے زور شور کے ساتھ ملک کے معاملات بیان کئے اور عرض کی کہ اُن کا انتظام ضرور ہونا چاہیئے۔ چوسن نے اُس کے جواب میں صرف یہ کہا کہ "میں تو آسمان یعنی خدا کے زیر سایہ ہوں۔ اس لئے بالکل محفوظ ہوں میرا کوئی کیا کر سکتا ہے" +

یہ افسر بڑا نڈر اور بیباک اور حق کا حامی تھا۔ اس لئے۔ اس نے بادشاہ کا جواب سُنکر یوں عرض کی کہ "تمہارے گناہ جو بے شمار ہیں آسمان پر لکھ لئے گئے۔ پھر بھلا تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ تم خدا کی حفاظت میں ہو۔ یا یہ کہ تمہارا احشر اُس کے اختیار میں ہے۔ سُنو! تم جلد ہلاک کئے جاؤ گے۔ بہت جلد تمہارا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔ رہے تمہارے افعال سو وہ مُلک پر تباہی لائیں گے"۔ افسر کی یہ پیشین گوئی جلد تر پوری ہوئی +

رعایا چو سن سے بالکل بیزار تھی۔ اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اُس کی ظالمانہ حکومت سے نجات ملے۔ لیکن کسی کو اُس کے خلاف ہاتھ اُٹھانے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ مگر آخر کار جب ظلمرانی کی انتہا ہو گئی تو خود ایک جنگجو اور امیر نواب نے جو "جنگجو شاہزادے" کے نام سے مشہور ہوا آزادی کی ابتدا کی۔ اور لوگوں کا سرغنہ بنکر علم بغاوت بلند کیا۔ سارا ملک اُس کا طرفدار ہو گیا۔ اُس نے بادشاہ کو تخت سے اُتار دیا اور یہاں تک دبایا کہ بادشاہ نے خودکشی کر لی +

کُل ملک نے اس نواب کو اپنا رہبر۔ اپنا والی۔ اور اپنا خیرخواہ قرار دیا۔ اور اُسے ایک سچا محب وطن تسلیم کیا۔ اور سارے لوگوں نے ایک دل ہو کر اُس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اُن پر حکومت کرے۔ اُس نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ اور عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اُس نے ایسی عمدگی۔ انصاف اور رحمدلی کے ساتھ حکومت کی کہ سارے لوگوں کو اپنا گردیدہ بنا لیا۔ اُس کے عہد میں ملک چین کا پایہ اور رتبہ اس قدر بڑھ گیا کہ غیر ملکوں کے سفیر اُس کے

دربار میں مقرر کیئے گئے۔ فتوحات میں بھی وہ خوش قسمت نکلا اپنی وفات پر اُس نے ملک کو اس قدر مضبوط اور خوش حال چھوڑا کہ غیر ملک کے لوگ اور فرمانروا چین کا خوف کھاتے تھے۔ اُس کی وفات کا ساری رعایا کو بڑا ہی قلق ہوُا۔ اور اُنھوں نے اقرار کیا کہ

اُن کا سچا خیر خواہ اُٹھ گیا

مُحب مُلک کنفوشس

حکیم کنفوشس جو ملک چین کا ہیں. گذرا ہے اور جس نے ایک ایسے مذہب کی بنیا ڈالی جس کے لاکھوں پیرو اس وقت سرزمین چین میں پائیے جاتے ہیں۔ نہ صرف ایک مذہبی رفارمر ہی تھا۔ بلکہ پولٹیکل رفارمر بھی اُس نے اپنے ملک والوں کی بہتری کے لئے جو کچھ کیا وہ آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے +

اس حکیم اور رفارمر کے مذہبی کارناموں سے قطع نظر کرکے ہم صرف اُس کے ملکی کارناموں کا مختصر الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ اب تک دُنیا زیادہ تر محض اُس کی مذہبی اصلاحوں کا ذکر کرتی رہی۔ مگر ملکی خدمات کا ذکر بہت ہی کم کیا گیا ہے +

کنفوشس ایسے زمانہ میں پیدا اور پرورش ہوُا تھا جبکہ ملک چین پر ہر قسم کی آفات کی بھرمار ہو رہی تھی اور سرزمین چین ساری بُرائیوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی اُس نے جو۔ کچھ

خدمت ملک کی کی اُس کا بڑا حصّہ پولٹیکل رفارم بھی ہے چینی مورخ اُس کی ملکی خدمات کو بڑا وقیع سمجھتے ہیں +

جب کنفوشش نے ہوش سنبھالا تو ملک میں ایک اندھیر تھا۔ بہت سے فرمانروا حکمران تھے۔ اور ایک دوسرے کے دشمن۔ بادشاہ مجبور تھا پس اُس نے یہ قرار دیا کہ بادشاہ اور لوگوں کو اُن باتوں کی طرف متوجہ کرے جو وو جنگجو شاہزادے کے وقت میں رائج تھیں۔ اس پر بہت سے اراکین سلطنت۔ صوبوں کے گورنروں اور خود بادشاہ نے اُس کی تحقیر کی۔ لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ بلکہ رفتہ رفتہ سب کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی۔ لوگوں میں اُس کی وقعت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور اُس کی صداقت کا سکّہ بیٹھتا گیا۔ لوگ اُس کی زندگی ہی میں اُسے بنی انسان کا ہمدرد اور اپنے ملک کا سچّا خیر خواہ سمجھنے لگے تھے۔ مگر اُس کی وفات کے بعد تو یہ خیال عالمگیر ہو گیا +

کنفوشس نے بڑی بیباکی سے اور کھلم کھلا بدعملی اور بدنظمی اور اراکین سلطنت کی ظلم رانی کی مخالفت کی۔ اور اُس کے متعلق تقریریں اور وعظ شروع کئے۔ وہ ظلم و جبر کا سخت مخالف تھا۔ اور عدل و انصاف اور رحم کا دوست۔ ذیل کے واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کس قسم کا شخص تھا اور یہ کہ ملک کی بہتری کس بات میں سمجھتا تھا +

ایک دن وہ اپنے وطن سے صوبہ چی کی طرف معہ اپنے شاگردوں کے جا رہا تھا۔ تو اس نے لب سڑک ایک عورت کو دردانگیز لہجہ میں گریہ وزاری کرتے دیکھا۔ اُس نے ایک

شاگرد کو عورت کے پاس بھیجکر رونے کا سبب دریافت کیا۔ عورت نے جواب دیا کہ "اس جگہ میرے سسر اور میرے خاوند کو ایک شیر نے ہلاک کیا تھا۔ اور اب میرے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا"۔ اس پر اُس سے یہ سوال کیا گیا کہ "پھر تم کیوں یہاں سے نہیں چلی جاتیں"؟ اُس نے جواب دیا کہ "اس لیئے کہ یہاں ظالم کی حکومت نہیں ہے"۔ یہ سُنتے ہی کنفوشس نے شاگردوں سے کہا کہ صاحبزادو۔ اس بات کو یاد رکھنا۔ ظالم کی حکومت ایک شیر سے بھی زیادہ خطرناک ہے"۔

کنفوشس کے بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اراکین سلطنت نے کچھ خیال نہیں کیا۔ اس وقت ایسے آثار نمودار ہوئے جو چو خاندان (یہ اس وقت حکمران خاندان تھا) کی تباہی کا پیش خیمہ اور علامات سمجھے گئے۔ پیتل کی جو تختیاں شاہ یوآو نے نصب کرائی تھیں وہ خود بخود ہلنے لگیں۔ ملک میں وبا اور قحط نازل ہوئے۔

ایسے ہی وقت میں مصیبت زدہ ملک میں ایک "بچانے والا" پیدا ہوتا ہے۔ سِن چِن خاندان کے ایک حکمران نے موقع پاکر شہنشاہ چین کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اور کئی فتح حاصل کرکے اپنے کو چین کا فرمانروا مشتہر کر دیا۔ مگر نہ تو یہ فرمانروا اور نہ اُس کے دو جانشین قابل تھے۔ مگر تیسرا جانشین بڑا ہی قابل نکلا۔

جو بدنظمی اور ظلم و ستم کنفوشس کے زمانہ میں چین میں پایا جاتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ "ملک میں پانچ قسم کے نواب بکثرت تھے۔ جو برطانیہ کے موجودہ پانچ قسم کے نوابوں سے مشابہ

تھے۔ یعنی ڈیوک۔ مارکوئیس۔ ارل۔ کاؤنٹ۔ بیرن سے مشابہ۔ وہ مقررہ خراج بادشاہ کو دیتے تھے۔ اور ضرورت کے وقت اپنی فوج سے بھی مدد کرتے تھے۔ جب کوئی نیا شخص نواب بنایا جاتا تو اُس کا تقرر بادشاہ کی طرف سے کیا جاتا تھا"۔

چو خاندان کے وقت میں جیسا کہ خود کنفوشس نے تاریخ لو میں لکھا ہے کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ یہ لکھتا ہے کہ چو خاندان کے عہد حکومت میں چین میں کوئی فرمانروا نہیں ہے۔ ہر نواب وہی کام کرتا ہے جو اُس کی نگاہوں میں درست ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نواب آپس میں لڑتے جھگڑتے اور رعایا کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ کمزور بادشاہ اُن کو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتے تھے۔

کنفوشس کا ایک بڑا مشہور شاگرد لکھتا ہے کہ "کنفوشس اس وقت ملکی میدان میں اُترا جبکہ دنیا زوال میں تھی۔ درست اصول کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ اُلٹی باتوں اور ظالمانہ کاموں کا عروج تھا۔ وزرا اپنے بادشاہوں کو ہلاک کر دیتے تھے۔ اور بیٹے اپنے باپوں کو۔ کنفوشس ان باتوں کو دیکھ کر خوف زدہ سا رہ جاتا تھا۔ اس لئے اُس نے ملکی اصلاح کا کام شروع کیا"۔

ایک مرتبہ ایک شاگرد نے کنفوشس سے دریافت کیا کہ "اگر آپ کو انتظام مملکت سپرد کر دیا جائے تو آپ کیا کریں"۔ اُس نے جواب دیا کہ میں حق بات کو انجام دوں۔ ایک موقع پر اُس نے لشائی کے نواب سے کہا کہ "عمدہ حکومت اُسی وقت

ہو سکتی ہے جبکہ حاکم حاکم رہے - وزیر وزیر - باپ باپ - اور بیٹا بیٹا - سوسائٹی آسمان یا یوں کہو کہ خالق کائنات کا ایک قانون ہے - اور وہ پانچ تعلقات پر مبنی ہے یعنی حاکم و محکوم - خاوند و بیوی - باپ بیٹا - بڑے اور چھوٹے بھائی اور دوست دوست - ان میں سے ایک طرف سے حکومت ہوتی ہے اور دوسری طرف سے اطاعت - مگر حکومت بے تعصبی اور سخاوت کے ساتھ ہونی چاہیے - اور اطاعت راستبازی اور صداقت کے ساتھ" ٭

کنفوشس حق بات کہنے سے کبھی باز نہیں رہا چنانچہ وہ نوابوں سے کہدیتا تھا کہ ان کو کس قسم کا اور کیسا ہونا چاہیئے - وہ گذشتہ زمانہ کے حکمرانوں مثلاً تینگ وغیرہ کو مثال کے طور پر اُن کے روبرو پیش کرتا تھا ٭

۵۶ سال کی عمر میں کنفوشس خوب سیر و سیاحت کے بعد لُو گیا - جو اُس کا وطن تھا - وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتا تھا کہ کوئی حکمران اُس سے ملے اور اُس کی رائے کو قبول کرے - چنانچہ لُو کے نواب سے بھی اُس نے اسی قسم کا سلوک کیا - لیکن کسی نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی - تاہم وہ اس امید پر رہا کہ کبھی نہ کبھی دن لوگ اُس کی سچی اور مفید باتوں کو ماننے ہی لگیں گے - وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیکس لوگوں کی حمایت اور نفع کے کام سے دست بردار ہو جائے - لیکن ایسا نہیں ہُوا - کم از کم اس کی زندگی میں تو نہیں - البتہ اُس کی موت کے بعد لوگوں کو اس کی باتوں کی قدر ہوئی - وہی مثل ہوئی ٭

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے
یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد

اگر اُس کی زندگی ہی میں لوگ اُس کی باتوں پر عمل کرنے لگتے تو ملک کو وہ نقصان نہ پہنچتا۔ جس نے اُسے بربادی کا منتظر بنا دیا۔ کنفوشش آخری دم تک اپنے ملک کی بہتری کے لئے کوشش کرتا رہا۔ اور ہمیں یہ سبق سکھا گیا کہ

ہم بھی آخری دم تک ملک کی بہبودی کے لئے
کوشش کرتے رہیں

ہمدرد ملک

چن خاندان کے جس شخص نے چو خاندان کو مغلوب کر کے حکومت اختیار کی اُس کے جانشینوں سے بھی ملک کی حالت درست نہیں ہو سکی۔ کیونکہ "فوجی خدمت بعوض جاگیرداری" کا سلسلہ سارے ملک میں خانہ جنگی اور لوٹ مار قائم رکھنے کا موجب تھا۔ آخر کار ایک شخص شیہ ہوانگٹی نے نوابوں کے جھگڑوں کو جو ملک کی تباہی کا باعث تھا۔ ایک دفعہ ہمیشہ کے لئے مٹا دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور خود ملک کا فرمانروا بنکر ایک عالمگیر سلطنت کی بنیاد ڈالنا چاہی +

شیہ ہوانگٹی کے ارادے کی مخالفت پیشوایان دین

نے کی۔ اور جس مفید کام کو وہ انجام دینا چاہتا تھا اُس میں رخنہ ڈالنا چاہا۔ سنیتھ ملک کا خیر خواہ اور محب وطن تھا۔ جب وہ لوگوں کو تباہ حال دیکھتا تھا تو اُس کا دل دکھتا تھا۔ جب وہ پیشوایان دین کی مخالفت سے تنگ آگیا تو اُس نے غصہ میں آکر فرمان جاری کیا کہ اُن سے وہ کتابیں چھین کر برباد کر دی جائیں۔ جن کے اقوال و خیالات سے وہ ملکی ترقی میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ اس کام کو کر کے اُس نے ملک کی حالت سُدھارنے پر توجہ دی۔ اور پولٹیکل اور تجارتی ضرورتوں کو مد نظر رکھا۔ ملک کی مختلف ریاستوں کے درمیان رسل و رسائل کے وسائل بہم پہنچائے۔ ہر طرف کو سڑکیں نکلوا دیں۔ دریاؤں پر پل بندھوا دئے۔ ملک میں اتحاد پیدا کر دیا +

سنیتھ کے زمانہ میں تاتاری سرحد پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ جس طرح اندرون ملک میں امن رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح سرحدی رعایا کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ پس اُس نے اُس بڑی دیوار کو بنوایا جو دُنیا میں مشہور ہے۔ علاوہ بریں رعایا اور ملک کی بہتری کے وہ وہ سامان کئے جو اُس کے جانشینوں کے خیال میں بھی نہ آئے۔ اُس نے تین ہی سال کے عرصہ میں سارے ملک کی کایا پلٹ کر دی۔ افسوس کہ یہ محب ملک بادشاہ صرف تین سال زندہ رہ کر عالم جاودانی کو کوچ کر گیا +
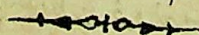
محب ملک ارنلڈ

جب مُلک اٹلی کے باشندوں نے اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے اتحاد کر لیا تو سب سے پہلے اُنہیں یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ اُن وحشی اقوام کے غارتگرانہ حملوں کو روکیں جو یورشیں کر کے اُن کے ملک کو تخت تخت کرتی تھیں۔ یہ وحشی اقوام اہل اطالیہ کو اپنا دشمن سمجھتی تھیں۔ دوسری ضرورت یہ پیش آئی کہ اُن وحشی اقوام کے حملوں سے مُلک کو محفوظ رکھا جائے جو اپنے کو اٹلی کا مالک و فرمانروا خیال کرتی تھیں *

اٹلی والوں کی متفقہ کوششوں کا یہ انجام ہوا کہ ملک میں دولت اور خوشحالی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اور اُن کا زور اور اُن کی طاقت بھی ترقی کر گئی۔ یہاں تک اُن کو یہ معلوم و محسوس ہونے لگا کہ وہی قوم جسے بادشاہ۔ دینی پیشوا اور امرا آزاد غلام مانتے تھے اٹلی میں عام طاقت و اختیار کا مرکز بن گئی۔ طاقت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اُن کے اس بھروسہ کو بھی ترقی ہوتی گئی کہ واقعی وہ طاقتور بن گئے ہیں۔ یہی طاقت اُن کی خود مختاری اور آزادی کا باعث ہوئی۔ جو شہر زیادہ دولت مند اور طاقتور ہو گئے۔ اُنہوں نے بارھویں صدی کے اول نصف حصّہ میں بزور شمشیر اُن چھوٹے چھوٹے شہروں کو مطیع بنانا شروع کیا جو اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے تھے۔ مگر

ان بڑے شہروں کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ وہ چھوٹے شہروں کی آزادی چھین لیں۔ بلکہ یہ تھا کہ اُن کو ایک مدامی اتحاد کے رشتہ میں منسلک کردیں +

جو جنگ فرنیکونیس فرمانرواؤں اور پوپ صاحبان کے درمیان عرصہ دراز تک جاری رہی اُسی سے اہل اٹلی کو اس قسم کی کارروائی کرنے کا حوصلہ ہوا۔ اٹلی کے شہروں نے اتحاد کے ذریعہ متحدہ حفاظت کے خیال کو محسوس کیا کہ اتحاد کے ذریعہ سے اُن کا درجہ صوبہ یا ملک کے اُن بڑے شہروں کے برابر ہو سکتا ہے جن سے فرمانرواؤں یا پوپ صاحبان رسل و رسائل رکھتے ہیں +

اُس وقت ایک راہب نے جو ابیلارڈ کا معتقد تھا اور جس کا نام ارنلڈ ساکن برسکیشہ تھا اپنی تقریروں کے ذریعہ سے یورپ بھر میں شہرت حاصل کرلی تھی۔ یہ راہب سرزمین اٹلی کا رہنے والا تھا۔ اُس کی تقریروں میں دو امر قابل ذکر ہوتے تھے۔ یعنی مذہب کی اصلاح۔ اور پولٹیکل اصلاح۔ وہ لوگوں کے مجمع میں اس امر کا اظہار کرتا تھا کہ قدیم زمانہ میں انسان بالکل آزاد تھے۔ اور آزادی اُن کا حق ہے۔ وہ اُن خرابیوں کا بھی بڑے زور شور سے اظہار کرتا تھا جن سے کلیسا کے دامن میں داغ لگتے تھے +

پوپ انوسینٹ دویم نے اور نیز لیٹران کی کونسل نے ناخوش ہوکر اُسے اٹلی سے نکال دیا۔ اُس نے سوئیزرلینڈ میں پناہ لی اور شہر زُورِخ کے باشندوں کو یہ تعلیم دی

کہ وہ ایک آزاد سلطنت کس طرح قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن ۱۱۴۳ء میں اُسے پھر روم میں واپس بلایا گیا۔ جہاں اُس نے اپنی تقریروں کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ اس پر پوپ صاحب نے اُس کی تقریروں کو "بدعت" قرار دیا۔ لیکن ارنلڈ جو حق کا طرفدار اور سچا حامی تھا۔ اور حق بات کے اظہار کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتا تھا اپنی کوشش سے باز نہ آیا +

ارنلڈ کا ضمیر بالکل معصوم اور صاف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ نہ کسی فرمانروا کے خلاف کچھ کر رہا ہے اور نہ پوپ کے خلاف۔ بلکہ اپنے ملک والوں کی خیر خواہی کرتا ہے۔ جب ارنلڈ نے اپنے مدعا کی تکمیل سے ہاتھ نہ اُٹھایا تو شہنشاہ نے اُسے گرفتار کر کے پوپ کے حوالے کر دیا۔ پوپ نے اُسے زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ یہ ۱۱۵۵ء کا واقعہ ہے +

اگرچہ اٹلی کے بدخواہوں کی کوششوں سے ارنلڈ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن اُس کی تعلیم زندہ رہی اور روم اور اٹلی کے دوسرے شہروں کی آزادی کی خواہش و محبت ارنلڈ کے ہمراہ ہی نہیں مٹ گئی۔ بلکہ اُس کے ہلاک کئے جانے کے بعد اور زیادہ ترقی کر گئی۔ جو آخر کار رنگ لائی اور اٹلی کے شہروں سے ایک متحدہ سلطنت قائم کرانے کا باعث ہوئی۔ حالانکہ صدیوں کے بعد +

اٹلی کی آزادی کا خواہاں

پوپ جولئیس دوم۔ یہ خدا ترس شخص، اٹلی کا سچا خیر خواہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا ملک ذلیل اور عاجز بنکر رہے۔ اور وحشی اقوام کی غلامی میں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ وحشی اقوام کو اٹلی سے اُسی حالت میں نکال سکتا ہے جبکہ وہ اُن کو آپس میں لڑائے۔ اُن میں سے وہ فرانسیسوں سے سخت نفرت رکھتا تھا۔ اس لیئے اُس نے اہل جرمنی اور اُن کے بادشاہ سے میل کرنا چاہا۔ اور اہل وینس سے شاہ میکس میلین کا میل کرانے کی کوشش شروع کی؛

یہ بادشاہ عجیب خیال کا فرمانروا تھا۔ وہ اپنے مفروضہ حقوق سے کسی حالت میں دست بردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ کل وینس اُس سے چھین لیا گیا ہے۔ اُس نے صلح کرنے سے پیشتر وینس کا نام و نشان مٹانے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر پوپ جولئیس اور اہل اٹلی کو بڑی ہی مایوسی ہوئی۔ پس اُنھوں نے اہل سوئیزرلینڈ کی مدد سے آزادی حاصل کرنا چاہی؛

جولئیس اہل سوئٹزرلینڈ کی پاک دلی اور بہادری کا شیدا تھا۔ اٹلی والے اس قدر دولت مند تھے کہ وہ اہل سوئٹزرلینڈ کو مدد کا معقول معاوضہ دے سکتے تھے۔ پوپ نے اپنا مدعا حاصل کرنے کے لیئے سوئٹزرلینڈ کے لوگوں میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر فرانس یا جرمنی کا قبضہ اٹلی پر ہو گیا تو پھر سوئٹزرلینڈ کی بھی خیر نہیں ہے۔ سوئٹزرلینڈ والے فرانس کے بادشاہ لوئی دوازدہم سے

ناخوش تھے کہ اُن میں سے جو لوگ اُس کی فوج میں تھے اُنہیں وہ باغی سمجھتا تھا۔ اور اُن کے معاوضہ میں امرا کی طرفداری کرتا تھا۔

پوپ نے سائن کے بشپ کی معرفت جسے اُس نے بعد میں کارڈینل کے منصب پر ترقی دیدی۔ سوئٹزرلینڈ والوں کو فرانس کے خلاف ابھارنا شروع کیا۔ اور سنہ ۱۵۱۰ء کے موسم گرما میں پوپ بہادر کی تجویز کے مطابق فرانسیسی فوج پر یکایک چار جگہ حملہ کیا گیا۔ میلان میں سوئٹزرلینڈ والوں نے حملہ کیا۔ جنیوا میں اہل جنیوا نے۔ میڈونہ میں پوپ کی فوج نے۔ اور ویرونہ میں اہل وینس نے۔ مگر فرانسیسی فوج نے ان سب حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔

چومونٹ نے جو لومبارڈی میں شاہ لوئی کا نائب سلطنت تھا جھٹ پٹ پوپ کو قلعہ بولوگنا میں گھیر لیا۔ مگر پوپ نے یہ چال کی کہ اُس سے جس طرح بھی ہو سکے صلح کرے۔ مگر ساتھ ہی اُس نے اپنی فوج کو فرانسیسی فوج پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ جوں ہی کہ فرانسیسی سپاہ مغلوب ہونا شروع ہوئی پوپ نے انداز بدل لیا۔ اور چومونٹ کو دھمکیاں دینے لگا۔ اتنے ہی میں موسم سرما شروع ہو گیا۔ چومونٹ اپنی فوج کو جاڑوں کی قیامگاہ میں لے گیا۔ پوپ نے ایک پر یورش کرکے ۲۰ جنوری سنہ ۱۵۱۱ء کو پایہ تخت پر قبضہ کر لیا۔

فرنچ سپاہ نے ماہ مئی سنہ ۱۵۱۱ء میں پوپ کی فوج کو شکست فاش دی۔ اور پھر بولوگنہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس سے پوپ کی ہمت فسخ نہیں ہوئی۔ اُس کے نائب یورپ بھر میں دورہ کر رہے اور لوگوں کو فرانسیسیوں کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ اُن کے ذریعہ

سے ۵- اکتوبر کو ایک اتحاد قائم کیا گیا۔ وہ "اتحاد مقدس" کہلایا کیونکہ پوپ اُس کا سرغنہ تھا۔ اس اتحاد میں اسپین۔ انگلستان سوئٹزرلینڈ اور وینس شامل تھے ٭

اس پر فرانس نے جرمنی سے میل کر لیا۔ اور ان دونوں نے ملکر بہت سے کارڈینل پوپ کے خلاف آمادہ کئے۔ اور ایک مجلس وینس کی سرزمین شہر پیسہ میں منعقد ہوئی وینس دونوں زبردست سلطنتوں کے خلاف اس مجلس کا انعقاد پیسہ میں نہ روک سکا ٭

آخر کار جنگ شروع ہوئی۔ جس میں اول اسپین والوں نے فرانس والوں کو شکست دی۔ پھر فرانس والوں نے اسپین والوں کو۔ مگر آخر کار فرانس والوں کو شکست ہوئی۔ اُن کا قابل سپہ سالار گیسٹن مارا گیا۔ اُس وقت جرمنی کے بادشاہ میکسی میلیئن نے فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وینس میں ہوکر سوئٹزرلینڈ والوں کی ۲۰ ہزار فوج کو فرانس کی سپاہ پر حملہ کرنے کے لئے راستہ دیدیا۔ اور ساتھ ہی جرمنی کی فوج کو واپس بلالیا۔ انگلستان اور اراگون کی فوج نے شاہ لوئی پر دوسری طرف سے چڑھائی کردی۔ اس پر لوئی نے مجبوراً اٹلی سے اپنی فوج واپس بلالی ٭

اگرچہ فرانس کی حکومت اٹلی سے اُٹھ گئی۔ مگر کچھ حصہ اسپین اور سوئٹزرلینڈ کے قبضہ میں چلا گیا۔ اور ایک بڑا نقصان یہ پہنچا کہ اٹلی سے جمہوری سلطنت اُٹھ گئی۔ فلورینس ایک عہدنامہ کے ذریعہ سے فرانس کی سلطنت میں شامل کردیا گیا۔ فسنی پر اسپین نے قبضہ کرلیا ٭

لیکن فلورینس کے لوگوں نے پرانوں کے کشت وخون پر ہنگامہ کر دیا۔ اور پھر ایک انقلاب کی ابتدا ہوئی۔ اٹلی کی آزادی پر دن بدن قیود لگتی گئیں۔ اور پوپ جولیئس کی کوششیں جو آزادی کے لئے تھیں ضائع گئیں۔ اگرچہ پوپ کا مقصد پورا نہیں ہوا اور ملک کو نقصان بھی ہوا۔ لیکن لوگوں میں سے آزادی کا جذبہ نہیں گیا۔ اور وہ پوپ کو سچا محب ملک تصور کرتے رہے۔ آزادی کی کوشش برابر جاری رہی۔ اور آخر کار کامیاب ہوئی۔ چونکہ اس کامیابی کے حالات بہت طویل تھے اس لئے قلم انداز کر دئے گئے۔

پوپ جولیئس دوئم اٹلی کا سچا خیر خواہ تھا۔ اس نے اس کی آزادی کے لئے جو کچھ کیا وہ درست تھا۔ اگر خود غرض لوگ رخنہ انداز نہ ہوتے تو وہ اٹلی کو فرانس اور جرمنی دونوں سے آزاد کرا لیتا۔ اٹلی کے لوگ اس خدا ترس مذہبی پیشوا کو جو دیگر پوپ صاحبان کے مقابلہ میں اٹلی کا دلی خیر خواہ تھا ایک سچا اور

بیغرض محب ملک مانتے ہیں

بڑے چوکے

جب اٹلی کے لوگ ذلت وخواری سہتے سہتے تنگ آگئے تو انہیں ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہوئی جسے وہ اپنا مالک و فرمانروا بنا کر ان لوگوں کی سرکوبی کر سکیں جن کو وہ جمہوری سلطنت کے

قوانین سے سزا نہیں دے سکتے تھے۔ ان ایام میں گائٹر ڈی برنسی جو ایتھنس کا نواب تھا نیپلز سے فرانس کی طرف روانہ ہوا اور سرزمین فلورنیس میں ہو کر گذرا۔ وہ ۱۳۲۶ء میں کلابریہ کے نواب کے زیر فرمان فوج کا نائب سپہ سالار رہ چکا تھا۔ اُس نے اپنے کو بڑا جانباز اور بہادر ثابت کیا۔ اُسے اہل فلورنیس نے اپنا فرمانروا نامزد کیا۔ گو بظاہر وہ ایک جوانمرد تھا۔ مگر در اصل عیش پسند۔ مکار۔ دغاباز۔ فتنہ گر۔ ظالم اور انسانوں کی زندگی کا دشمن۔ اہل فلورنیس نے اُسے ٹربیونوں کی مجلس کا میر مجلس اور اپنی فوج کا سپہ سالار بنا لیا +

اُس نے اہل فلورنیس کی استدعا قبول کر لی۔ کیونکہ اُس میں خود اُس کا نفع تھا۔ اور لگا اپنی غرض پوری کرنے۔ اُس نے لوگوں کو طرح طرح سے ترغیب دیکر اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ اُسے اپنا فرمانروا بنا لیں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُس بغض وحسد پر جس کے باعث جمہوری سلطنت میں تفرقہ پڑ رہا تھا غالب آگیا۔ اُس نے اُس بات کا سراغ لگایا کہ اول درجہ کے شہری جو زیادہ دولتمند ہیں۔ اُن ہی کو انتظام مملکت میں زیادہ دخل حاصل ہے۔ اور وہ قدیم امیروں کے خاندان اس لئے بغض رکھتے تھے کہ وہ اُن خاندانوں کی عظمت کے گھٹانے والے تھے دوسرے درجہ کے شہری بھی اُن سے بعض باتوں پر ناخوش تھے۔ اور عام لوگ اس بات پر اُن کے خلاف تھے کہ وہ اُن بیچاروں پر بھاری ٹیکس لگاتے تھے +

ایتھنس کے اس خود غرض اور ستمگر نواب نے اپنی غرض پوری کرنے کے لئے فرانس اور نیپلز سے ایک فوج منگائی اور

اُسے یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں سے میل جول کرے۔ شراب خانوں میں جاکر اُن کو ورغلائے۔ اُن کو شراب نوشی پر مائل رکھے۔ اور نواب کا طرفدار بنائے۔ اور اس بات کو لوگوں کے دلوں پر نقش کردے کہ اگر وہ نواب کو اپنا مختار اور فرمانروا بنالیں گے تو غریب سے غریب بھی خوشحالی اور مسرت کی زندگی بسر کرنے لگیں گے +

جب نواب لوگوں میں ایک جوش پیدا کر چکا تو اُس نے اُن کو خبر کے ایک چوک میں طلب کرکے۔ اُن کے روبرو ایک بھڑکانے والی تقریر کی۔ لوگ اول درجہ کے شہریوں سے بگڑ بیٹھے۔ اُنہوں نواب کو فلورنیس کا مالک وفرمانروا تسلیم کرلیا۔ اور سلطنت جمہوری کے اراکین کو سینٹ ہال سے نکال دیا +

اگر نواب اُس ظلمرانی میں کامیاب ہوجاتا جس کی اُس نے ناجائز طریقوں سے بنیاد ڈالی تھی، تو اٹلی کی آزادی خاک میں مل جاتی۔ یہ نواب مجسم مکاری تھا۔ اُس میں نہ تو رحم تھا اور نہ کسی کی عزت کا خیال۔ غیر ملکوں میں نواب کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ اٹلی میں اُس نے اُن لوگوں کا جو اُس کے دشمن ہوسکتے تھے نام و نشان مٹا دیا۔ جب نواب بالکل خود مختار ہوگیا تو اُس نے لوگوں پر ستم ڈھانے شروع کئے۔ اُنہیں طرح طرح سے ستانے اور اپنی ناجائز خواہشیں پوری کرنے لگا۔ دس ماہ کے عرصہ میں اُس نے لوگوں سے ۴ لاکھ طلائی فلورنیس کی رقم وصول کی۔ یہ رقم اُس نے فرانس یا نیپلز کو بھیجدی +

اب تو لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اُنہوں نے سخت غلطی کی ایسے خود غرض اور ستمگر کو اپنا حاکم بنالیا۔ اور ہر شخص یہ

یہ کہنے لگا کہ

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے تیرے دل کو سو پتھر نکلا

اُس وقت تک اہل فلورنس میں آزادی کی روح موجود تھی۔ اس لئے وہ ظالم نواب کے غلام نہیں بن سکے۔ اُنہوں نے نواب کے خلاف اتحاد پیدا کرنا شروع کیا۔ اور تین سازشیں جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں تھا نواب کے خلاف نمودار ہوئیں۔ نواب کو اُن کی خبر ہی نہ ہوئی۔ وہ لوگوں کو قتل کرتا اور لوٹتا رہا۔ اور دن بدن زیادہ سختی کرنے لگا۔ ذرا ذرا سے شبہ پر لوگوں کی جانیں لینے لگا۔ چنانچہ اُس نے بالڈی نیکیو دیگلی آڈی مارمی کو جو ایک سازش کا سرغنہ تھا ایک خفیف سے شبہ پر ہلاک کرا دیا۔

بالڈی نیکیو کی گرفتاری سے لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اگرچہ یہ محبّ ملک جان سے گیا۔ لیکن اُس نے راز فاش نہیں کیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اُس کے قتل کے بعد نواب نے تین سو سر آوردہ لوگوں کو جمہوری سلطنت قائم کرنے کی تجاویز سوچنے کے لئے طلب کیا اور اپنی فوج کو حکم دیدیا کہ جوں ہی لوگ سینٹ ہال میں آجائیں تو اُن کو بیدریغ تہ تیغ کر دیا جائے۔ لوگوں کو بھی بدذات نواب کے اس ارادہ کی خبر ہو گئی تھی۔ مگر اُنہوں نے کوئی تشویش ظاہر نہیں کی۔ بلکہ سینٹ ہال میں جوق در جوق بڑے اطمینان کے ساتھ جمع ہونے لگے۔ جب سب جمع ہو گئے تو بازار کی طرف سے یہ شور بلند ہوا کہ "آزادی" "آزادی"۔ اور چاروں طرف سے

نواب کی فوج پر جو سڑکوں پر تعینات تھی ہتھیار بند لوگ پل پڑے نواب اس ہنگامہ کی خبر پاتے ہی قلعہ میں معہ ۵۰ سپاہیوں کے بند ہو گیا۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سامان خوراک نہیں تھا اس لئے زیادہ دن تک لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکا +

شہر میں لوگوں نے نواب کے رسالہ کو قتل کر دیا۔ نواب نے فلورنیس کے بشپ کو درمیان میں ڈال کر لوگوں سے صلح کرنا چاہی۔ اور ۳۔ اگست ۱۳۴۳ء کو قلعہ لوگوں کے حوالے کر دیا اگر بشپ مدد نہ کرتا تو لوگ اُسے قتل کر دیتے۔ بشپ نے اُسے رات کو چپکے سے بھاگ جانے دیا۔ اور وہ صحیح سلامت نیپلز پہنچ گیا۔ مگر اہل فلورنیس کو ایک ستمگر کے ظلم و جبر سے رہائی مل گئی۔ اور بالڈی نیکیو کا نام محبان ملک کے زمرہ میں قائم رہ گیا +
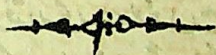
مجسّم حب الوطنی

اٹلی کو عروج پر پہنچانے اور آزاد کرانے والے تین شخص ہوئے ہیں میزینی۔ گیریبالڈی۔ کیوور۔ سب سے پہلے میترینی نے ایک چھوٹی سلطنت قائم کرنے اور اٹلی کو آزاد کرنے کے کام کی ابتدائی۔ جب کارل البرٹو تخت پر بٹھایا گیا تو میترینی نے اُسے ایک خط لکھا جس میں آسٹریہ کا مقابلہ کرنے کی رائے تھی۔ اگرچہ کارل البرٹو بھی محب وطن تھا۔ لیکن دو دلا۔ اُس کی اس لئے اس رائے کو نہ مانا۔ اس پر میترینی نے اُسے ملک کا دشمن قرار دیا ۔

میترینی کی کوشش سے اٹلی کے لوگوں میں حب الوطنی کا خیال زور پکڑ گیا۔ حالانکہ اُن کی رائیوں میں آیندہ نظام حکومت سے متعلق اختلاف تھا۔ لیکن سب کا اس امر میں اتفاق تھا کہ اٹلی آزاد و مختار ہونا چاہئے۔ میترینی ۱۸۰۵ء میں پیدا ہُوا تھا۔ اُس کے دو سال بعد یعنی ۱۸۱۰ء میں نواب کاملّو کیوور پیدا ہُوا۔ وہ بھی محب وطن تھا لیکن اکثر باتوں میں میترینی سے اتفاق نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد ایک اور محب ملک گیریبالڈی نامی مشہور ہُوا۔ ان تینوں کی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹلی ایک متحدہ اور آزاد ملک ہو گیا۔ ان میں سے میترینی اور گریبالڈی کو انہیں کوششوں کے باعث جلاوطنی کا منہ بھی دیکھنا پڑا۔ ان تینوں کی حیثیت اٹلی کی آزادی اور عروج سے متعلق یہ ہے کہ میترینی ایک نبی تھا۔ جو پیغام آزادی لایا اور اُس کی اشاعت کی۔ گیریبالڈی اس آزادی کا سورما تھا۔ اور کیوور

اُس کا مدبر۔ یہ تینوں جزیرہ سارڈینیہ کے رہنے والے تھے +

چونکہ اردو زبان میں اور ہندوستان کی نیز دیگر زبانوں میں میزینی اور گیریبالڈی کی سوانح عمریاں بھی شایع ہو چکی ہیں۔ مزید براں اُن کی کوششوں اور کارناموں کے تعلق اکثر مضامین نکلتے رہے اور لوگوں کو ان کے حالات سے بہت کچھ آگاہی حاصل ہو چکی ہے اس لئے ہم ان کے حالات قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ اور صرف محب ملک کیوور کے کارناموں کو بیان کرینگے۔ مگر اس میں ہی میزینی اور گیریبالڈی کے بہت سے حالات آجائینگے۔ کیونکہ تینوں محب ملک ہمعصر تھے۔ اور تینوں نے بہت سی باتوں میں اختلاف رائے یا اتفاق رائے کے ساتھ ایک ہی زمانہ میں اٹلی کی آزادی کے لئے کوشش کی ہے +

کیوور ایک نوابی خاندان سے تھا۔ جو پیڈمونٹ میں سکونت رکھتا تھا۔ اور جہاں کے امرا بادشاہ کے بڑے خیر خواہ اور وفادار خادم تھے۔ وہ بڑے مدبر اور بڑے دلیر سپاہی بھی تھے۔ اور ساتھ ہی متعصب بھی۔ مگر کیوور مستثنےٰ اور غیر معمولی قابلیتوں کا انسان تھا۔ وہ وقت اور موقع پر بہادر تھا۔ مدبر تھا۔ اور پارلیمنٹ کے اصول کا ماہر +

اگر کیوور اٹلی کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرتا اور یورپ کی سلطنتوں سے اس بارہ میں مدد نہ لیتا تو میزینی اور گیریبالڈی دونو ہی کوششیں رائیگاں جاتیں۔ نہ میزینی کی شرار انگیز کارروائی کام آتی اور نہ گیریبالڈی کی سورمائی اور سپہ سالاری اگرچہ تینوں ہی محب ملک اٹلی کی آزادی اور اُسے متحدہ سلطنت بنانے کا باعث ہوئے۔ لیکن دراصل ان باتوں کا انجام دینے والا کیوور ہی تھا +

۱۸۴۶ء میں روم میں بدنظمی کی انتہا ہو گئی - اور پوپ پائس نہم
جسے پوپ بنے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا - وہ آزاد خیال نکلا - اُس
نے ملکی مجرموں کو آزاد کر دیا - ایک قومی فوج بھی بنا دی اور ایک نیا
نظام حکومت روم کے لئے بنایا - ان باتوں سے لوگوں میں حب الوطنی
کا جذبہ جوش پر آگیا - اور ٹسکنی - پیڈمونٹ اور روم میں
۱۸۴۷ء میں قانونی حکومت قائم کی گئی - لُکا کا نواب ملک چھوڑ
کر بھاگا - اس کا ملک ٹسکنی میں شامل کر لیا گیا - صرف آسٹریہ
اور نیپلز نے عذر کیا کہ ان کو کسی نئے نظام حکومت کی ضرورت
نہیں ہے - ۲ جنوری ۱۸۴۸ء میں میلان میں ایک جلسہ میں
آسٹریہ پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے بہت سے لوگوں کو شارع عام
پر قتل کرایا - مقتولوں کو شہید مانا گیا - ان کے جنازے دھوم سے
اٹھائے گئے - ۱۲ جنوری کو پالرمو نے شاہ فرڈینینڈ دوم کے خلاف
بغاوت کر دی - اور ۲۷ کو نیپلز نے بھی - ماہ فروری ۱۸۴۹ء میں بادشاہ
نے مجبوراً ایک نظام حکومت منظور کیا جس کے لوگ دلدادہ تھے ؛
ابھی اٹلی اپنے فرمانروا سے شرائط منظور کرا رہی تھی کہ فرانس
میں انقلاب ہو گیا - اور وہاں جمہوری سلطنت اعلان کر دیا گیا -
اس سے میزینی کے معتقدوں کو موقع مل گیا - سسلی نے خود مختار
ہو کر جینوا کے ڈیوک کو اپنا بادشاہ بنا لیا - پیڈمونٹ میں ایک ریڈیکل
(آزاد) حکومت قائم ہو گئی - شاہی فوج اور محبان ملک میں مڈبھیڑ
ہو گئی - جس میں شاہی فوج غالب رہی مگر بادشاہ کو نظام حکومت
میں اصلاح کرنا پڑی - لومبارڈی میں بغاوت ہو گئی - میلان سے
آسٹریہ والے نکال دئے گئے - وہاں صوبوں کی سی حکومت زیر صدارت
کساتی قائم ہو گئی - اور وینس میں بھی حکومت زیر صدارت [illegible]

مانٹن - کیمادل البرٹو نے جنوبی اٹلی میں ماہ مارچ میں آسٹریہ سے جنگ چھیڑ دی - پیاسینزا - پارمہ - موڈینہ وغیرہ نے سارڈینیہ سے میل کر لیا۔ مگر آسٹریہ کے سپہ سالار ایڈیز گی نے سب پر غلبہ حاصل کر لیا اور ۲۵ جولائی کو فتح مندی کے ساتھ میلان میں داخل ہوا - اس خبر سے ہمت پا کر سلسلی پر گولہ باری کی گئی اور کشت و خون خوب ہی ہوا۔ خود پوپ نے خوف کے مارے آسٹریہ کے خلاف جنگ کو ناجائز قرار دیا - اور تیز اٹلی کی سلطنتوں کے اتحاد کو نقصان دہ بتایا * اب کیا تھا - پوپ کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے - اس کا مشیر قتل کیا گیا - خود پوپ بھاگ کر شاہ فرڈیننڈ کے پاس پہنچا - وہاں سے اس نے اٹلی کے محبان ملک کو کلیسیا سے خارج کرنا شروع کیا مگر ۹ - فروری ۱۸۴۹ء کو لوگوں نے روم میں جمہوری سلطنت پھر قائم کر لی - ٹسکنی کا نواب بھاگ کر انگلستان پہنچا - فلورینس میں صوبوں کی سی حکومت قائم کی گئی اور ٹسکنی اس میں شامل کر لیا گیا - مگر نواب لیوپولڈ نے واپس آکر آسٹریہ کی فوج کی امداد سے ٹسکنی پر قبضہ کر لیا - الغرض اٹلی کی ساری ریاستوں میں شور شر بپا ہوا - وہ آپس میں جھگڑا کرنے لگیں - لیکن سیووئے کا نواب الگ رہا - اس نے یہ رائے قائم کی پیڈمونٹ کے نواب کو سرغنہ تسلیم کرنے سے ملک آزاد ہو سکتا ہے - لوگوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ سارڈینیہ کا فرمانروا کارہ البرٹو ضرور ملک کو آزادی دلائے گا - نواب سیووئے نے اس کی امداد کی - [illegible] مارچ ۱۸۴۹ء میں یہ آسٹریہ کے خلاف جنگ کے [illegible] گیا - مگر شکست کھائی - اور اولورٹو کے مقام فوت [illegible] چنانچہ وطن لایا گیا - اور دھوم سے اٹھایا گیا - ہر سال [illegible] کی زیارت کے لئے دور دور سے جاتے ہیں - کارل

کے بیٹے ڈیوک آف سیووئے نے اپنے باپ کے کام کو جاری رکھا۔ وہ وکٹر عما
نوئیل کے نام سے مشہور ہوا ❊

مقام گیٹا میں جو سازش آسٹریہ کے خلاف کی گئی اُس کے باعث محبان
ملک کے خلاف دنیا بھر کے رومن کیتھولک اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک
فرنچ فوج جنرل اوڈینوٹ کے زیر کمان آگئی۔ اور اُس نے کیوٹا ویکیا
پر قبضہ کر لیا۔ اسپین کی فوج نے فیومیسینو پر۔ اور آسٹریہ کی فوج نے
لیگیشن پر۔ فرنچ فوج کو گیری بالڈی نے [illegible] دی۔ مگر تیسرے پانچ
ہفتے کے محاصرہ کے بعد فرنچ فوج کا قبضہ ہو گیا۔ مٹسینی اور گیری بالڈی
بھاگ گئے۔ فرنچ سپاہ نے روم پر پوپ کے نام سے قبضہ کر لیا۔ اپریل
۱۸۵۰ء میں پوپ بھی روم میں واپس آگیا۔ اور سن ۱۸۵۰ء تک محبان
ملک اور آزادی کے حامیوں کے خلاف فرنچ سپاہ کی [illegible]
روم پر کیتھولکوں کا قبضہ ہونے سے محبان ملک کی [illegible] پر پانی
پھر گیا۔ پارمہ۔ موڈینہ اور ٹسکنی میں شاہی گرگے نواب بنائے گئے۔
شاہ فرڈیننڈ نے ملک کو غیر ملک کی مدد سے قابو میں کر لیا۔ صرف وینس
مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ حالانکہ اس کے لوگ قحط۔ آتشزدگی۔ ہیضہ وغیرہ کی
مصیبت میں مبتلا رہے۔ مگر ماہ اگست میں اُس پر بھی آسٹریہ کا قبضہ ہو گیا
۱۸۴۹ء کی مصائب سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جن وسائل کے ذریعہ
سے آزادی کا حاصل کرنا ممکن اور آسان سمجھا گیا تھا۔ وہ واقعی بیکار
تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ پیڈمونٹ کے نواب کو سرغنہ
بنا کر آزادی کے لئے کوشش کی جائے۔ اگرچہ ملک مصائب کی بھرمار ہو رہی تھی
اور وکٹر عمانوئیل کے ٹورن میں داخلہ کے وقت لوگ بہت
میں تھے۔ لیکن ان کی ہمت فسخ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ مصائب نے
ان میں اور زیادہ مقابلہ کی روح پھونک دی تھی۔ مٹسینی وغیرہ کے

پیرو عمانوئیل سے اس لئے ناخوش تھے کہ اس کا باپ میدان جنگ میں شکست دیکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ اُسے سرغنہ بنانا نہیں چاہتے تھے ؂

ان ایاّم میں ملک میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو یہ یقین رکھتے تھے کہ اٹلی کو اگر آزادی نصیب ہو سکتی ہے تو غیر ممالک کی مدد سے۔ ۱۸۵۱ء میں گیو برتی نے ایک رسالہ شائع کر کے یہ رائے ظاہر کی کہ پیڈمونٹ ہی کے ذریعہ سے اٹلی آزاد ہو سکتا ہے۔ مانن نے جو اس وقت پیرس میں جلاوطنی کے ایام گزار رہا تھا۔ اس رائے کی تائید کی۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی یہی رائے دی۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۶ء ایک قومی انجمن کے انعقاد سے یہ مدعا حاصل کیا گیا ؂

وِکٹور عمانوئیل نے اپنی سلطنت شروع کرتے وقت اپنا وزیر ماسیمو ڈی ایزیگلیو کو بنایا عمانوئیل نے آسٹریہ کی ہر بات کو رد کیا۔ حالانکہ اس کی ماں اور بیوی نے جو آسٹریہ کے نوابی خاندانوں سے تھیں اس کی اس بارہ میں مخالفت کی۔ لیکن اس نے اس مخالفت کی مطلق پرواہ نہ کی۔ بلکہ یہ عہد کر لیا۔ کہ میں اٹلی کو آزادی دلا کر رہونگا۔ اس عہد پر وہ مرتے دم تک قائم رہا۔ اس نے وزرا کی مدد سے ملک کا اندرونی انتظام شروع کیا۔ اور ایک ایک کر کے اصلاحوں کو تکمیل تک پہنچایا۔ سب سے اوّل فوج کی تربیت کا کام انجام دیا۔ پھر مذہبی عدالتیں توڑ دیں۔ پھر شادیوں کے لئے سول قانون جاری کیا اور ایسی شادیوں کو جائز ٹھیرایا۔ پھر مذہبی سوسائٹیوں کو توڑا۔ پھر گرجوں کی جائداد پر سلطنت کا اختیار قائم کیا۔ سارڈینیہ جس کا پایہ تخت پیڈمونٹ تھا اس میں دینی پیشواؤں کی بڑی کثرت تھی۔ ۴۱ بشپ تھے۔ ۱۴۱۷ پادری تھے۔ ۸ ہزار راہب۔ گویا ہر ۱۱۱ شخصوں کے پیچھے ایک پادری تھا۔ اس زور کے گھٹانے

کے لئے اس نے کلیسیا سے متعلق اصلاحیں کیں ؛

۱۸۵۰ء میں کیوور اس چھوٹی سی سلطنت میں وزیر تجارت کے منصب پر مقرر کیا گیا۔ وہ علاوہ ایک قابل مدبّر ہونے کے مجسّم اخلاق تھا اور انگلستان کے قیام میں پٹ اور پیل جیسے لوگوں کی صحبت اٹھا چکا تھا۔ اس نے جمہوری جماعت کے سرغنہ رٹازی سے میل کر لیا۔ اس سے وزیر اور بادشاہ دونوں کو خوف پیدا ہو گیا۔ مگر چونکہ مجلس وزرا پر کیوور حاوی تھا۔ اس لئے وزیر اس کا کچھ نہ کر سکا۔ ماہ نومبر ۱۸۵۲ء میں کیوور وزیر اعظم بنایا گیا اس کی رائے سے سارڈینیا کی فوج انگریزی اور فرانسیسی فوج کے ساتھ جنگ کریمیا میں شریک ہوئی۔ اور اس نے جنگ میں خوب نام پیدا کیا۔ اس وقت سے وہ یورپ میں ایک مشہور شخص بن گیا۔ اور سارڈینیا کا میل غیر ممالک کی زبردست سلطنتوں سے ہو گیا۔ اور کیوور اٹلی کی شکایات کو ان سلطنتوں کے روبرو پیش کر سکا۔ اس پر فرانس اور انگلستان نے شاہ فردینینڈ کو سمجھایا۔ مگر اس نے پرواہ نہ کی ؛

کیوور نے فرانس کے بادشاہ لوئی نیپولین بوناپارٹ سے امداد کا وعدہ لے کر آسٹریہ کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ مگر ۱۸۵۸ء میں ایک اطالین نے نیپولین پر قاتلانہ کر دیا۔ اس سے مدد کی توقع نہ رہی۔ یہ وقت کیوور کے لئے بڑا نازک تھا۔ مگر اس نے اسے خوب ٹالا۔ کیوور نے جلدی سے ایک قانون اپنی پارلیمنٹ میں منظور کرا کے قاتل کو پولیٹیکل مجرم قرار دیا اور نیپولین کو خوش کر لیا۔ اور جلدی سے نیپولین کے پاس گیا اور فرانس اور اٹلی میں ایک عہدنامہ مکمل کرانے میں کامیاب ہؤا ؛

شاہ آسٹریہ نے یورپ کی سلطنتوں سے شکایت کی

اور اپنا سفیر واپس بلا کر سارڈینیہ سے کہا کہ اطاعت قبول کرے اب کیا تھا۔ نپولین کو بہانہ مل گیا۔ اور وہ آسٹریہ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ۱۸۵۹ء میں عمانوئیل نے پارلیمنٹ کا انتظام کرتے وقت جنگ کا اعلان اشارتاً کر دیا اور فرانسیسی فوج کوہ ایلپس کو عبور کر کے آن پہنچی۔ پارمہ۔ ٹسکنی اور موڈینہ کے نواب بھاگ نکلے۔ جنگ میگنٹا میں فرانس کی فوج کے لئے لومبارڈی سے لے کر وینس تک پہنچنے کے لئے راستہ ہاتھ آگیا۔ شاہ فرانس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ کل اٹلی کو آزادی دلائے۔ لیکن بعد میں اس نے آسٹریہ اور سارڈینیہ کی حد فاصل منسیو کو قرار دے دیا۔ اس سے پیڈمونٹ والوں کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وینس اس قرارداد کے ذریعہ آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ القصہ یہ کہ مارچ ۱۸۶۰ء میں وسطی اٹلی سارڈینیہ کی سلطنت میں ملا لیا گیا۔ مگر نپولین نے اس مدد کے عوض اس قرارداد کے مطابق جو کیوور سے خفیہ طور پر ہو چکی تھی سیوو اور نایس اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ لوگ اس بات پر کیوور سے ناخوش ہوگئے۔ وسطی اٹلی کے الحاق کے ایک ہی ماہ بعد جنوبی اٹلی میں بغاوت ہو گئی۔ فرڈینینڈ فوت ہو گیا۔ اُس کے لئے فرڈینینڈ دوم نے ملکی قیدیوں اور رعایا کو خوب ستایا۔ یہاں تک کہ اُس کے ظلم کے افسانوں سے سارا یورپ گونج گیا۔ گیریبالڈی کیوور کی خفیہ رائے کے مطابق اپنے والنٹیر جماعت کو لے کر جینوا سے اٹلی آن پہنچا۔ بظاہر کیوور نے کل یورپ کے سامنے اس بغاوت پر افسوس ظاہر کیا۔ گیریبالڈی نے فرڈینینڈ کو شکست دی۔ وہ گیٹہ چلا گیا۔ پھر مینر بینی بھی گیریبالڈی کی جماعت سے آملا۔ مگر بعض امور پر ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ گیریبالڈی نے پوپ کے سپہ سالار کو شکست دی۔

اب تو نپولین نے ایک فوج پوپ کی مدد کے لئے روانہ کی۔اس پر عمانوئیل ابر دری کے مقام پر پہنچا۔گیریبالڈی نے ملک اُس کے حوالہ کردیا۔کیوور کا مدعا بر آیا۔وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح جنوبی اٹلی پر قبضہ ہوجائے۔پھر تو اُسے کوئی بھی نہ لے سکیگا۔اس نے بعجلت تمام وائنہ کو یہ تار بھیج دیا۔کہ "اٹلی ہمارا ہے۔اور اب ہمارے قبضہ میں آگیا۔ہم اٹلی کی طرف سے کارروائی کرینگے۔مگر ہم قومی تحریک کو معتدل بنائینگے۔اور شاہی حکومت قائم کرینگے"۔

۱۸۶۱ء میں گنٹیہ پر فرانس اور جرمنی کی کوشش سے اٹلی کا قبضہ ہوگیا اور وکٹر عمانوئیل۔بمقام ٹورن اٹلی کا بادشاہ مشتہر کیا گیا۔اُس وقت تک روم اور وینس۔اٹلی میں ملحق نہیں کئے گئے تھے۔

افسوس کہ اس کے بعد ہی یعنی ۵۔جولائی ۱۸۶۱ء کو کیوور کا انتقال ہوگیا۔مرنے سے پیشتر وہ پوپ کے ساتھ ایک عہدنامہ کے لئے خط و کتابت کررہا تھا۔جس کی تکمیل کے بعد روم بھی اٹلی میں شامل ہوجاتا۔

اگرچہ کیوور کی وفات کے بعد روم اور وینس کا الحاق بھی اٹلی میں کرلیا گیا۔لیکن جھگڑوں اور کشت و خون سے۔اگر کیوور کچھ عرصہ اور زندہ رہتا تو وہ بلاکسی کشت و خون کے ان دونو مقامات کو اٹلی میں ملا لیتا۔

کیوور دل سے خواہاں تھا کہ اٹلی کی ریاستوں کو آسٹریہ کی ظالمانہ حکومت سے نجات ملے۔اور ان میں اتحاد ہوکر اٹلی ایک زبردست ملک بن جائے۔اس کے دل میں اٹلی اور اہل اٹلی کا درد تھا۔اس نے جو کچھ کیا وہ دنیا پر ظاہر ہے۔وہ اپنی یادگار صرف یہ چھوڑیگا کہ واقعی ایک محب ملک تھا

اپنے ملک کا باپ

پیٹر اعظم۔ یہ مشہور اور اپنے ملک (روس) کا سچا خیر خواہ بادشاہ ۱۶۷۲ء میں پیدا اور ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا۔ اس نے اس محدود تعلیم کو حاصل کیا جو اس زمانہ میں روس میں دی جاتی تھی۔ اور ۱۶۸۲ء میں تخت پر بٹھایا گیا۔ اس وقت اس کا بھائی آیون جو اس سے سات سال بڑا تھا زندہ تھا۔ لیکن جسم اور عقل دونو کے اعتبار سے حکمرانی کے قابل نہیں تھا۔ اس کا بھائی فیوڈور جس کی وفات پر وہ تخت نشین ہوا۔ وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد پیٹر کو تاج و تخت دیا جائے لیکن اس کی بہن صوفیہ جو بڑی باحوصلہ اور دلیر عورت تھی۔ چاہتی تھی کہ آیون بادشاہ بنایا جائے اور وہ اسکی اتالیق بن گئی تاکہ اسے حکمرانی کرنے کا موقع مل سکے۔ پس اس نے ملیشیا فوج سے بغاوت کرادی اس کا انجام یہ ہوا کہ آیون اور پیٹر دونو ہی حکمران قرار دئے گئے۔ ۱۶۹۶ء میں آیون فوت ہو گیا۔ اور صرف پیٹر ہی بادشاہ رہ گیا۔ اس نے سزا کے طور پر صوفیہ کو عمر بھر کے لئے ایک خانقاہ میں بھجوا دیا۔ جہاں وہ ۱۷۰۴ء میں فوت ہو گئی۔

اس نے سوئیڈن کے ایک شخص لیفرٹ کی مدد سے ان اصلاحوں کو شروع کیا جو اسے مدنظر تھیں۔ ان کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا۔ سردست پیٹر کی زندگی کے خاص خاص واقعات کو بیان کیا جاتا ہے۔

پیٹر کی دلی منشا یہ تھی کہ جس طرح اور ممالک یورپ کے پاس

ایک جنگی بیڑہ تھا اسی طرح روس کے پاس بھی ایک بیڑہ ہونا چاہیئے اس خیال سے اس نے سنہ ۱۶۹۶ء میں بحیرہ آزوف پر قبضہ کر لیا۔ اور زاآندان اور ڈیپٹفرڈ کے بندرگاہوں میں جہاز کا کام سیکھا۔ پھر انگلستان گیا۔ جہاں سے روانہ ہوتے وقت وہ بہت سے لوگ جو مختلف باتوں میں ماہر تھے اپنے ساتھ روس کو لے گیا۔ ان میں سے ایک مشہور انجینئر پیری تھا۔ انگلستان سے وہ وانا گیا۔ جہاں اُس نے شاہی فوج کے اصول سیکھے۔ وہاں سے اس نے اٹلی جانا چاہا۔ مگر یہ سنکر کہ اس کی ملیشیا فوج نے علم بغاوت بلند کر دیا ہے وہ بعجلت تمام ماسکو پہنچا۔ اور بغاوت کو فرو کیا۔

سنہ ۱۷۰۰ء میں اُس نے پولینڈ اور ڈنمارک میں سویڈن کے خلاف اتحاد کرا دیا۔ اگرچہ اُسے جنگ ناروا میں شکست ہوئی۔ لیکن اس نے سنہ ۱۷۰۹ء وہ پلٹاوا کے مقام ایک مشہور جنگ فتح کی۔ جس کے باعث سویڈن کے بادشاہ چارلس نے بھاگ کر ٹرکی میں پناہ لی۔ سنہ ۱۷۰۳ء میں اُس نے سینٹ پٹرسبرگ کی اپنے نام پر بنیاد ڈالی۔ سنہ ۱۶۸۹ء میں اُس نے یودوکسیہ لوپوخن سے شادی کی جس سے ایک بیٹا الیکسس پیدا ہوا۔ سنہ ۱۶۹۶ء میں اس بیوی کو طلاق دے کر سنہ ۱۷۱۱ء میں اس نے مارتھا اسلیکوروسکیہ کے ساتھ شادی کی۔ اس سال اس نے ٹرکی سے جنگ کی جس میں بحیرہ ازوف اُس کے قبضہ سے نکل گیا۔ سنہ ۱۷۱۳ء میں اس نے سویڈن کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۷۱۶ء میں یورپ کا دوبارہ سفر کیا۔ اس سفر میں اس نے ایمسٹرڈم۔ کوپن ہیگن اور پیرس کی بھی سیر کی۔ اُس کی غیر حاضری میں اس کے بیٹے الیکسس نے جو سرکش تھا اور اُسے دق کرتا رہتا زیادہ سرکش ہو گیا اور اس نے باغی لوگوں سے میل کر لیا۔ سنہ ۱۷۱۸ء میں پیٹر

سینٹ پیٹرسبرگ واپس پہنچ گیا۔ اور بیٹے سے تخت و تاج کے دعوے کا استعفا اٹھا لیا۔ اس کے بعد اس پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور اُسے قتل کرایا گیا۔ ۱۷۲۱ء کو پیٹر نے نیسٹیڈ کا عہد نامہ لیا۔ جس کی رو سے سویڈن نے یونیہ۔ ایستھونیہ۔ انگریٹہ۔ کاریلیہ۔ وبیرگ اور نواحی جزیرے روس کے حوالے کر دئے۔ ۱۷۲۴ء میں اس نے جھیل لیوڈوگہ اور جو کام وہاں ہو رہے تھے ان کا معائنہ کیا۔ وہ ۲۸ جنوری ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا۔

اگرچہ لوگوں کی رائیں پیٹر کے بارہ میں مختلف قسم کی ہیں لیکن اس بارہ میں سب کا اتفاق ہے کہ اس نے کل روس کو اتحاد کے رشتہ میں باندھ دیا۔ وہ اپنے ملک کا باپ تھا۔ اور روس کو اس نے بڑے عروج پر پہنچا دیا۔ وہ بڑا قابل۔ بڑا جفاکش اور بڑا عقلمند شخص تھا اگرچہ مزاج کے اعتبار سے وہ سخت اور ظالم بھی تھا۔ لیکن بہت سے موقعوں پر اس نے انسانیت اور رحمدلی کا ثبوت دیا۔ وہ غیظ و غضب کی حالت میں بھی نیک رائے کو مان جاتا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں نئے صوبے بڑھائے۔ اور دو سمندروں میں جنگی بیڑہ قائم کر دیا۔ اُس نے اپنی فوج یورپین فوج کی طرز پر تربیت دے کر اُسے فن حرب میں طاق کر دیا۔ ایک زبردست جنگی بیڑہ قائم کیا۔ بہت سے مدرسے اور کتب خانے قائم کئے اور روس میں تعلیم اور علوم و فنون اور مفید باتوں کو بے حد ترقی اور رواج دیا۔ اس کے ملک اور نیز دیگر ممالک کے لوگ اُسے اعظم کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ واقعی وہ اس خطاب کا مستحق تھا۔

پیٹر اعظم کی اصلاحیں

(۱) اُس نے سب سے اول دینی مشایخ یا پیشواؤں کے روز

اور اختیار کو کم کیا اور اپنے کو روس کے گرجوں کا دینی افسر قرار دیا۔ اس سے اُس نے دینی پیشواؤں کو اصلاحوں میں رخنہ انداز ہونے سے روکا ✤

(۲) اس نے سول اور فوجی خدمت کے صلہ میں لوگوں کا نواب بنایا جانا محدود کر دیا۔ اور سابقہ نوابوں کے زور کو بالکل گھٹا دیا۔ یہ نواب اور دینی شائخ اصلاحوں کے سخت مخالفت تھے۔ اور لوگوں پر ہر طرح ظلم کرتے تھے ✤

(۳) سوداگروں کو فرقوں میں تقسیم کیا ✤

(۴) عورتوں اور مردوں کے فضول لباس میں اصلاح کی ✤

(۵) رسم پردہ کو اٹھا دیا ✤

(۶) جو لوگ قرضہ ادا نہیں کر سکتے تھے ان کو روس میں کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی۔ لیکن پیٹر نے اس سزا کو معاف کر دیا ✤

(۷) فوج کی اصلاح کر کے اُسے یورپین ممالک کی افواج کی سی تعلیم و تربیت دی ✤

(۸) نئے قوانین کے ذریعہ سے ملک کی بہتری کے کام انجام دینے کے لئے اس نے خزانہ کو مالا مال کر لیا ✤

(۹) امرا کو بجز چند نوکروں کے زیادہ نوکر ساتھ رکھنے کی ممانعت کی گئی۔ جس سے اُن کا زور کم ہو گیا اور وہ اصلاحی کاموں کی مخالفت نہ کر سکے ✤

(۱۰) علوم و فنوں اور دستکاریوں کو ترقی دی ✤

(۱۱) اس نے آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں ✤

(۱۲) چھاپہ کا مفید فن ایجاد کیا ✤

(۱۳) تعلیم ارزاں کر دی اور مدارس قائم کئے ✤

وہ اپنے کاموں کے باعث اپنے ملک کا خیر خواہ اور باپ اور محب

ملک مانا جاتا ہے۔ بادشاہ کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے پیٹر اعظم ایک طرفہ معجون تھا جو متضاد صفات تھا۔ تاہم اس نے اپنے اعلےٰ ارادوں میں جو شروع سے اس نے پیشِ نظر رکھے تھے۔ اپنی سلطنت کی ترقی اور اپنی قوم کی بہتری میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ ان پر سے اس نے نہ صرف اپنے بیٹے ہی کو نہیں قربان کر دیا بلکہ خود اپنی زندگی کو بھی۔ اس کے مفید عام کام تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اس کی عظمت۔ نیکی اور حب الوطنی کے شاہد ہیں ؁

شاہ آئیون المقلب بہ خوفناک

یہ بادشاہ ابھی بابالغ ہی تھا۔ کہ اس کا باپ واس سیلی فوت ہوگیا اس کی والدہ ہیلینہ اس کی اطالیق بنائی گئی۔ جب سال ۱۵۳۸ء میں فوت ہوئی تو اطالیق شوا سکی بنایا گیا۔ یہ شخص جس فرقہ سے تھا اس پر شاہان روس نے بہت ستم ڈھائے تھے۔ اس لئے اب اس نے اس کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ اس کے زمانہ میں آئیون کی زندگی ہر دم معرض خطر میں تھی۔ شوا سکی اور اُس کے فرقہ والوں نے شاہی خزانہ اور لوگوں کی دولت پر دست درازی شروع کی۔ اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ جو کوئی ان کا مقابلہ کرتا اس کی خیر نہیں تھی۔ وہ اپنے کئے کی سزا پاتا۔ خود آئیون کے دوستوں کو اس کی آنکھوں کے روبرو زبردستی بڑی بےرحمی سے قتل کیا گیا۔ آئیون اُن کی جان بخشی کے لئے منت سماجت کرتا رہا۔ لیکن شوا سکی نے مطلق پرواہ نہیں کی ؁

جب آئیون ۱۴ سال کا ہوا تو اس نے شوا سکی سے جس نے شاہانہ اختیارات غصب کر لئے تھے۔ اور ان سے بیجا کام لیتا تھا

کہا کہ مجھے تمہاری اطالیقی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے گلنسکی نامی ایک شخص کو اطالیق بنا لیا۔ آئیون نے شواسکی کے فرقہ والوں کو تو معاف کر دیا۔ مگر شواسکی کا برا حال کیا۔ اور اپنے حکام کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بھوکے کتوں کے سامنے ڈال دو۔ وہ ان کے لئے عمدہ خوراک ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گلنسکی بھی اسی فرقہ سے تھا۔ جس سے کہ شواسکی لیکن آئیون سے نفرت کرتا اور اس کے ساتھ غصے سے پیش آتا تھا۔ مگر گلنسکی خود آئیون کے نام سے ستمرانی کرتا تھا وہ آئیون سے ظلم کراتا اور اس کی آڑ میں وہ اور اس کے فرقہ والے لوگوں کو خوب ستاتے اور دق کرتے تھے۔ اگر کوئی آئیون کے ظلم کی مخالفت کرتا تو گلنسکی اسے بڑی بے رحمی اور سختی کے ساتھ دباتا۔ اور سخت ترین سزا دیتا تھا۔

آئیون خود بھی ظالم تھا۔ گلنسکی اس کے ظالمانہ کاموں کی بیحد تعریف کرتا تھا۔ گویا اُسے ستمرانی پر آمادہ رکھتا تھا۔ آئیون سیر کرتے وقت مردوں۔ عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھوڑے سے لگواتا تھا۔ اس کی زندگی کے ۱۴ سال یعنی ۳ سے لیکر ۱۷ سال کی عمر لوگوں پر ظلم و ستم کی بھرمار دیکھتے ہوئے گزرے تھے۔ اس سے اس کی طبیعت میں سے رحم اور عدل کا مادہ ہی جاتا رہا۔ اور اسے نہ صرف ظلم کرنے میں لطف ہی آنے لگا۔ بلکہ وہ یہ بھی سمجھنے لگا۔ کہ رعایا پر ظلم کرنا ہی اس کا عین فرض ہے۔

ظالم گلنسکی کی حکومت صرف تین سال رہی۔ کیونکہ ماسکو کے لوگوں نے تنگ آکر بغاوت کر ڈالی۔ گلنسکی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا۔ اور شہر میں آگ لگا دی۔ اس پر سارے شہر میں خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اس وقت ایک راہب سلویسٹر نامی انجیل لئے ہوئے

آئیون کے پاس حاضر ہوا اور حکیمانہ انداز اور الفاظ میں کہنے لگا کہ
"لوگوں کا ہنگامہ اور کشت و خون اس ظلم و ستم کے عوض میں"
"کا اظہار سمجھو جو گلنسکی نے تمہارے نام سے کیا ہے تم اب"
"بھی سوچو۔ اور رعایا پر عدل و انصاف اور رحم دلی کے ساتھ"
"حکومت کرو۔"
آئیون پر راہب کی باتوں سے خوف غالب آیا۔ اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ عدل و انصاف کو روا رکھے گا۔ ساتھ ہی ایلکسس اداشیف نے جو گلنسکی کے فرقہ سے تھا بادشاہ کو راہب کی سی نصیحت کی۔ بادشاہ نے ملک کا انتظام ان دو نو خیر خواہوں کے سپرد کر دیا۔ اور زار کا لقب اختیار کر کے عدل کے ساتھ حکومت کرنے لگا +
روس میں پھر ایک بار امن چین اور خوشحالی کے دن آ گئے۔ انصاف ہونے لگا۔ اور رعایت مفقود ہو گئی۔ باقاعدہ اور مستقل فوج قائم کی گئی۔ کازن ترکوں سے فتح کیا گیا۔ ۱۵۵۳ء میں ایک سڑک تجارت کو فروغ دینے کے لئے آرک انجل تک بنائی گئی ۱۸۵۴ء میں استراخاں بھی فتح کر لیا گیا۔ جابجا قلعے بنوائے گئے ۱۵۷۰ء میں کاسکون کو جو دریائے ڈون کے دو طرفہ آباد تھے۔ رعایا بنا لیا گیا۔ اور ۱۵۸۱ء میں سائبیریہ فتح کیا گیا +
آئیون نے روسی تجارت کو ترقی دینے کے لئے بیحد کوشش کی۔ چنانچہ ملکہ الزبیتھ سے معاہدہ کر کے بہت سے انگریزوں اور نیز جرمن والوں کو روس میں آباد کیا گیا اور ۱۵۰۹ء میں ماسکو میں ایک چھاپہ خانہ بھی قائم کیا گیا۔ سویڈن اور پولینڈ سے جنگ کی گئی۔ جس میں کامیابی رہی +
لیکن یہ ساری باتیں پھر ایک بار جاتی رہیں اور پھر سابقہ بربادی

اور ظلمرانی کا دور دورہ ہوا۔ ۱۵۶۰ء میں اداشیف فوت ہو گیا اس کے بعد ہی آئیون کی چہیتی ملکہ بھی ملک عدم کو سدھار گئی۔ ساتھ ہی آئیون سخت بیمار ہو گیا۔ جس سے اسے فتور عقل کی نوبت پہنچ گئی۔ حالت جنوں میں آئیون کی پہلی ظالمانہ خصلت رنگ لائی۔ اور وہ بلا پس و پیش لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ جو کوئی ذرا سی حرکت بھی اس کی مرضی یا مزاج کے خلاف کرنا چاہتا وہ کتنا ہی معزز کیوں نہ ہوتا آئیون اُسے تلوار کے گھاٹ ہی اوتارتا تھا۔ اب اسے پھر رعایا کے ستانے میں مزہ آنے لگا۔

شہر نووگوروڈ کے لوگ آزاد مزاج تھے۔ اس لئے آئیون ان سے سخت نفرت کرتا تھا۔ جب ۱۵۷۰ء میں کسی نے آئیون کے دل میں یہ شک بٹھا دیا کہ وہ اس کے خلاف ہیں اور سازش کر رہے ہیں۔ اور اہل پولینڈ سے میل رکھتے ہیں تو وہ اپنی خاص فوج لے کر وہاں پہنچا۔ شہر کے پھاٹک بند کرا دئے اور سڑکوں پر فوج دو رویہ کھڑی رہی اور ایک عدالت موسومہ عدالت خونریزی قائم کر کے لوگوں پر جرم قائم کیا۔ اس عدالت نے ہفتہ بھر تک ہر روز سینکڑوں بندگان خدا پر قتل کا فتویٰ جاری رکھا۔ اور ہفتے میں نووگوروڈ کے ۶۰ ہزار باشندوں کو قتل کرایا گیا۔ خود آئیون نے اپنے ہاتھوں سے بہتوں کو ہلاک کیا۔ اور ان کی لاشوں کا ایک ڈھیر لگوا دیا۔ جب وہ خون کرتے کرتے تھک گیا۔ تو اس نے باقیوں کو اپنے غلاموں۔ کتوں اور فوج کے حوالہ کر دیا۔ سینکڑوں کو برف میں دبوا دیا۔ اس کے بعد جو لوگ زندہ رہ گئے تھے۔ ان سے اس نے اپنے حق میں دعائے خیر کرائی اور اطاعت کا حلف لیا۔

آئیون نے اسی طرح طور۔ پسکوف۔ ماسکو اور روس کے دیگر

شہروں میں خونریزی کرائی۔ ماسکو کے پانسو امیروں کو بھی ہلاک کرایا
جن میں مرد اور عورت دونو ہی شامل تھے۔ ان کو ان کے اپنے دروازوں
کے سامنے پھانسی دلوائی گئی۔ اور لاشوں کو لٹکا رہنے دیا۔ اُس
نے بیٹوں سے باپوں کو قتل کروایا۔ اور بھائیوں سے بھائیوں کو
جن لوگوں کو وہ جنگ میں قید کر کے لایا ان کو کھولتی ہوئی دیگوں
میں ابلوایا۔ یا سیخوں پر لگوا کر آگ سے کباب کرایا۔ بہتوں کو اُس
نے اپنے ہاتھ سے کباب کیا۔ سارا ملک ظالم آئیون کے ظلم سے
کانپتا تھا۔ اور ہر شخص پر موت کا خوف سوار تھا +

جب لوگ بالکل تنگ آ گئے تو انہوں نے اس کے بیٹے سے
فریاد کی۔ بیٹے نے ایک بھاری جماعت کے ساتھ آئیون کے روبرو
رحم کے لئے درخواست پیش کی۔ آئیون نے ناخوش ہو کر بیٹے کا
بھی کام تمام کر دیا۔ بعد میں اس قتل سے اوسے اس قدر صدمہ ہوا
کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور بہت جلد مر گیا۔ یعنی ۱۵۶۴ء میں۔ اچھا
ہوا۔ "خس کم جہاں پاک" +

اگر وہ ظلم سے باز نہ آتا تو لوگ اسے ضرور قتل کر دیتے۔ کیونکہ
اس کے ظلم سے تنگ آ کر انہوں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تھا +
آئیون بڑا ہی ظالم تھا۔ اس نے جو کچھ نفع ملک کو پہنچایا۔ وہ بقول
ایک مورخ کے اس بات کی دلیل ہے کہ اسے آئندہ پھر ظلم و ستم کرنے
کا موقع مل سکے۔ ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ وہ ملکہ کی موت کے باعث دیوانہ
نہیں ہو گیا۔ بلکہ بظاہر اس نے اپنے کو دیوانہ بنا لیا تھا تاکہ وہ دل
کھول کر ظلم کر سکے اور لوگ اسے معذور سمجھیں +
خیر کچھ ہی سہی۔ لیکن جو ظلم و ستم اس ظالم بادشاہ نے کئے
ہیں۔ ان سے تاریخ کے صفحات رنگے ہوئے ہیں اور اُن ہی سے

ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا سخت بدخواہ اور دشمن تھا چالانکہ
اپنے کو ملک کا خیرخواہ ظاہر کرتا تھا +

قصاب محب ملک

جب پورس کی وفات پر اس کا بیٹا فیوڈور۔ اس کے تخت
پر بٹھایا گیا۔ تو ایک شخص ڈیٹرمی نے دعوے کیا کہ وہ وارث تاج و
تخت ہے۔ لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اور وہ بادشاہ بن بیٹھا۔
اس وقت ماسکو میں جو خونریزی ہوئی اس میں پولینڈ کے بہت
سے باشندے جو کہ ماسکو میں رہتے تھے۔ مارے گئے +

جب تیسرے جھوٹے دعویدار کے وقت میں روس میں ابتری
پھیلی ہوئی تھی۔ تو انہوں نے اپنے ملک والوں کے خون کا بدلہ لینے
کے لئے ہنگامہ کردیا اور پولینڈ کے بادشاہ سیگس منڈ سویم کا بیٹا
لیدس لاؤس۔ روس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اور دو سال تک حکومت
کرتا رہا۔ اس کے عہد میں ملک میں بڑا ظلم و جبر روا رکھا گیا +

جن لوگوں کے دل میں روس کا درد تھا انہوں نے زور باندھا اور
غیر ملک والوں کی حکومت سے اس کو آزاد کرنا چاہا۔ سب سے اول اس
کام کی ابتدا ایک قصاب نے کی۔ جس کا نام منن تھا۔ اس نے لوگوں
کے دلوں میں حب الوطنی کا جوش پیدا کردیا۔ اس کی کوششوں سے
متاثر ہو کر پرنس پوزہارسکی جو ایک روسی نواب تھا۔ روس فوج کی
کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور ایک معرکتہ الآرا جنگ میں شکست دیکر
پولینڈ والوں کو ملک سے نکال دیا۔ مگر پولینڈ والے ملک کی ساری
دولت لے گئے +

اس کے بعد محبان ملک کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اس بات کا

فیصلہ کرنے کے لئے کہ کس شخص کو تخت پر بٹھایا جائے۔ اس مجلس کی طرف سے نواب مائیس لادسکی اور پھر نواب پوزنارسکی کو تاج نذر کیا گیا۔ مگر دونوں نے بادشاہت قبول نہیں کی۔ اس لئے ایک سولہ سالا نوجوان میکائیل رد مالوڈ کو بادشاہ بنانے کی تجویز کی گئی۔ وہ فلاریتا جیسے نیک دل شخص کا جس نے ملک کو بہت نفع پہنچایا تھا فرزند تھا اس کے باپ کی خوبیاں یاد دلا کر کل قوم سے یہ سفارش کی گئی کہ اس کے بیٹے کو بادشاہ بنایا جائے ❊

الغرض یہ کہ میکائیل بادشاہ بنا دیا گیا اور اس سے ایک فرمان امرا کی طاقت و اختیار کے محدود کرنے کے بارہ میں لکھا لیا گیا ❊

پوزنارسکی اور منن کس پایہ کے حب ملک تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بڑے ہی دلیر شخص تھے۔ اگر وہ کوشش نہ کرتے تو پولینڈ والوں کے ظلم سے روس کو رہائی نہ معلوم کتنی دیر بعد حاصل ہوتی۔ ملک نے ان کی خدمات کی بڑی ہی قدر کی۔ جب نپولین نے روس پر چڑھائی کی اور پولینڈ نے بھی اس کا ساتھ دیا تو زار روس نے اپنے لوگوں میں حب الوطنی کا جوش پھیلانے کے لئے جو اشتہار دیا اس میں یہ جملے درج تھے ❊

"دشمن کا دل سے مقابلہ کرو۔ دشمن کو ہر روسی نواب ایک پوزنارسکی معلوم دے۔ ہر پادری ایک پالیستان دکھائی دے۔ اور ہر شہری ایک منن"

ایک ایرانی محب وطن

ایران میں جمشید ایک بڑا مشہور اور عالی شان بادشاہ گزرا ہے اول اول تو اس نے اہل ایران کو اپنی ذات سے بہت نفع پہنچایا

کر دیں ان کو بالکل ناخوش کر دیا۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں جمشید بت پرستی میں مبتلا ہو گیا۔ اور آخر کار اس نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ رعایا اس کے بت بنائے۔ انہیں ملک میں جابجا نصب کرے۔ اور ان کی پرستش کرے۔

جمشید کا یہ فعل بظاہر سراسر بیہودہ تھا۔ اس لئے رعایا اس سے ناخوش ہو کر اس کی جانی دشمن ہو گئی۔ اور اس نے شام کے بادشاہ ضحاک کو فارس پر فوجکشی کرنے اور جمشید کو قتل کرنے کے لئے بلایا۔ ضحاک کی اصلیت کی نسبت مورخوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض اسے خود جمشید کا بھانجہ یا بھتیجا بتاتے ہیں۔ اور بعض شداد کی نسل سے۔ اور بعض کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ اس کے صحیح حالات ہم تک نہیں پہنچے۔ لیکن جو کچھ حالات بھی کتابی صورت میں ملتے ہیں ان سب سے ظاہر ہے کہ وہ بڑا ہی ظالم و سفاک تھا۔

ضحاک نے رعایائے ایران کی استدعا قبول کر کے جمشید پر فوجکشی کی۔ جمشید خوف کے مارے جان لے کر بھاگا۔ اول وہ سیستان میں پناہ گیر ہوا۔ مگر ضحاک کی فوج وہاں بھی اس کی تلاش میں جا پہنچی۔ وہاں سے بھاگ کر جمشید ہندوستان و چین تک گیا۔ لیکن ضحاک کی فوج نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اسے گرفتار کر لیا۔ اور ضحاک کے دربار میں جو ایران کے پایہ تخت میں تھا حاضر کیا۔

ضحاک نے جو بالطبع جابر و ظالم تھا۔ اسے بہت برا بھلا کہا۔ اس کی تحقیر کی۔ اور پھر اسے لکڑی کے دو تختوں میں کسوا کر آرے سے چروا دیا۔ اس طرح جمشید کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد ضحاک من مانی حکومت کرنے لگا۔ بڑے بڑے امرا کو اس کے آگے سر اٹھانے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ مگر چہ ضحاک کی نسبت مورخوں کو اور راویوں میں اختلاف ہو۔ لیکن اس امر میں سب ایک زبان ہیں کہ وہ ظالم و ستمگر تھا۔ اس کے

ظلم کی نسبت یہ مشہور ہے کہ دو سانپ جو اس کے شانوں پر تھے۔ ان کو دو آدمیوں کا مغز روزانہ کھلایا جاتا تھا۔ ایک دن اصفہان کے ایک آہن گر کاوہ کے دو بیٹوں کی باری آئی۔ ان کا مغز بھی درکار ہوا۔ کاوہ جو ایک بڑا دلیر تھا۔ اس نے ضحاک کی زندگی کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور فریدوں کو جو خاندان پیشدادیاں کا ایک رکن تھا ضحاک کے خلاف آمادہ کیا۔ کاوہ ایک مدت سے چاہتا تھا کہ کسی طرح ایران کو ضحاک کے ظلم و ستم سے نجات مل سکے۔ وہ لوگوں پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھ دیکھ کر بہت کرہ ختا تھا۔ اس کے ہم وطنوں کا بلا وجہ اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہونا دل شکن نظارہ تھا۔ بیٹوں کی باری نے اس کی حب الوطنی کو بھڑکا دیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ چاہے جان جائے لیکن ایران آزاد ہو جائے ✤

فریدوں شاہ طہورس کی نسل سے تھا اور جب ضحاک نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا تو وہ کسی ترکیب سے نکل بھاگا اور زندہ رہ گیا۔ جب کاوہ نے علم بغاوت بلند کیا تو فریدوں کی عمر کوئی سولہ سال کی تھی وہ کاوہ کے پاس پہنچا۔ کاوہ پہلے سے ایرانیوں کی ایک مسلح جماعت کو جمع کر چکا تھا۔ اس نے فریدوں کو سر لشکر بنا دیا۔ اور بادشاہ مشہور کر کے ضحاک پر چڑھائی کی۔ رعایا جو ضحاک کے ظلم و ستم سے تنگ تھی وہ فریدوں کی طرفدار ہو گئی۔ الغرض یہ کہ ستمگر ضحاک کو پے در پے شکست ہوئی اور وہ گرفتار کر کے فریدوں اور کاوہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اور قتل کرایا گیا۔ اور ایران کو ظلم و ستم سے رہائی مل گئی ✤

ظالم بادشاہ کا انجام

نوشیروان عادل کے بعد ایران کے تخت پر اس کا بیٹا ہرمز سوم بیٹھا۔ اس کی رعایا بڑی قدر و منزلت کرنے لگی۔ اس کی دو وجہ تھیں۔ ایک یہ کہ وہ نوشیرواں جیسے بادشاہ کا فرزند تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ خاقان تاتار کی دختر کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ نوشیرواں نے اپنے اس فرزند کو بڑی عمدہ تعلیم دلوائی تھی۔ اس کا استاد اور اتالیق بزرگ جمہر تھا۔ جو نوشیرواں کا وزیر تھا۔ جب تک یہ فرزانہ وزیر عدالت میں آتا رہا تب تک تو ہرمز انصاف اور راستی اور انسانیت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن جب ضعیفی کے باعث اس نے دربار میں آنا کم کر دیا تو ہرمز نے اور ہی روش اختیار کی۔ اس نے اپنا طرز زندگی۔ اور طرز حکومت دونوں ہی بدل دئے اور پورا ستمگر بن گیا +

ہرمز نے معزز اور ذی رتبہ اراکین سلطنت پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اور ان میں سے بہتوں کو یا تو برخاست کر دیا یا قتل کرا دیا۔ اور لائق اور شریف طینت لوگوں کی جگہ انتظام حکومت کمینہ شریر اور نالائقوں کے سپرد کر دیا۔ یہ لوگ رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔ وہ بادشاہ کی ہر دم خوشامد اور مزاج دانی میں لگے رہتے تھے +

ہرمز نے جو اپنی روش بدل ڈالی۔ اس کا سب سے پہلا برا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں جابجا ہنگاموں کا بازار گرم ہوا اور غیر ملکوں سے بھی جنگ و جدل کا آغاز ہو گیا۔ ہندوستان اور عرب جو نوشیرواں کے زیر نگیں تھے۔ اور اسے خراج دیتے تھے۔ وہ ہرمز جیسے نالائق اور ستمگر حکمران کی نہ اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ اسے خراج دینا پسند کرتے تھے۔ رومیوں کی ایک فوج نے مستیاپہ پر چڑھائی کر دی

اور خاقان تاتار نے اس بہانہ سے کہ وہ قسطنطنیہ کے فرمانروا پر فوجکشی کرنا چاہتا ہے۔ دریائے سیحون کو عبور کر کے ایران میں ہو کر راستہ چاہا۔ ہرمز پر یہ سنکر خوب غالب آیا۔ اُس نے خاقان کی تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن وزرا کی صلاح ہے جنہوں نے یہ کہا کہ خاقان کو راستہ دینا گویا ملک میں ایک زبردست دشمن کو قدم جمانے کی اجازت دینا ہے وہ اپنی تجویز سے پھر گیا۔ پس اس نے خاقان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور نجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اس نے ایک سپہ سالار کو چُنا جس میں پیشین گوئی کی ساری باتیں پائی جاتی تھیں۔ یہ ساری باتیں بہرام میں جو ایرانی فوج کا سپہ سالار تھا پائی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ بہرام نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہرمز کا حکم ملنے۔ لیکن چونکہ اس حکم کے نہ ماننے میں ایرانیوں کا نقصان تھا۔ اس لئے اس کی حب الوطنی نے اُسے ملک کو ایک غنیم کے اس پنجہ سے چھڑانے پر آمادہ کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ کسی موقع سے ظالم ہرمز سے بھی ملک کو نجات دلائی جائے ÷

ہرمز نے بہرام کو خاقان تاتار کے مقابلہ میں ایرانی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ بہرام نے اپنے ہمراہ صرف بارہ ہزار آزمودہ سپاہی لئے جن کی دلاوری کی آزمائش اور امتحان وہ بارہا کر چکا تھا۔ بہرام نے اتنی ہی فوج سے خاقان کی ٹڈی دل سپاہ کا مقابلہ کیا۔ اسے شکست فاش دی۔ اور خاقان کو ہلاک کر دیا۔ خاقان کے بیٹے نے اپنی منتشر فوج کو فراہم کیا۔ لیکن اسے بھی شکست دیکر بہرام نے اُس کو بھی تلوار کے گھاٹ اُتارا +

ہرمز بڑی شکی طبیعت رکھتا تھا۔ اور کانوں کا بھی بے حد کچا تھا۔ اس نے کسی وزیر یا مشیر کی رائے کو جو بہرام کا حاسد تھا قبول

کرلیا۔ اس مشیر نے کہا کہ بہرام نے بادشاہ کے پاس اس قدر مال غنیمت نہیں بھیجا جس قدر کہ ہاتھ لگا ہے۔ بلکہ اس کا صرف تھوڑا سا ہی حصہ بھیج دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط تھی۔ لیکن ہرمز کو یقین آگیا اور وہ بہرام جیسے جان نثار اور خیر اندیش تاج و تخت اور محبِّ وطن سے بدگمان ہو گیا۔

کچھ ہی عرصہ بعد ہرمز نے سنا کہ بہرام کو ایک رومی فوج کے مقابلہ میں ناکامی رہی۔ ہرمز کو یہ خبر سنکر بجائے اس کے افسوس ہونا چاہئے۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اور اس نے اس موقع کو بہرام کے ذلیل کرنے کے لئے غنیمت سمجھا۔ پس اس نے عورتوں کا ایک چرخہ اور کچھ روئی بہرام کے پاس بھیج دی۔ ان چیزوں سے مراد یہ تھی کہ بہرام نے جو شکست کھائی ہے۔ اس لئے اسے عورتوں کا لباس پہنکر اور چرخہ کاتنا چاہئے نہ کہ سپہ سالاری کی وردی اور ہتھیار لگانے چاہئیں۔

گو بہرام کو اس ہتک آمیز سلوک سے بڑا ہی افسوس ہوا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ اس نے بادشاہ کا بھیجا ہوا لباس پہنا۔ اور فوج کے سامنے جاکر کہا کہ اے جوانمردو۔ دیکھو۔ میرے بادشاہ نے ان خدمات اور جانبازیوں کے صلہ میں جو میں نے کی ہیں مجھے یہ انعام عطا کیا ہے۔" زنانہ لباس دیکھکر اور بہرام کے کلمات سنکر فوج آشفتہ ہو گئی۔ وہ مدت سے چاہتی تھی کہ ظالم اور ناقدرداں بادشاہ کی حکومت سے اسے رہائی ملنی چاہئے۔ پس اس نے بہرام کو بادشاہ کا لقب اختیار کرنے کے لئے راے دی اور یہ نعرے بلند کئے کہ بہرام ان کا بادشاہ ہے۔

بہرام کو بھی ہرمز کے سلوک پر بڑا غصّہ آیا۔ لیکن اس نے اس وقت کوئی دست درازی کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ خود بادشاہ بننا چاہا۔ البتہ اس کی خواہش زیادہ زور پکڑ گئی کہ ہرمز کے ظلم و ستم سے

رعایا کو نجات دلائی جائے۔ پس اُس نے فوج سے کہا کہ خسرو پرویز یعنی ہرمز کے بیٹے کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ مگر اس تجویز سے اس کے ارادے میں بھی ایک رکاوٹ پیدا ہو گئی اور فوج میں بھی نزاع برپا ہو گیا۔ ادھر جب خسرو کو بہرام کی تجویز معلوم ہوئی تو اس پر خوف غالب آیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا ظالم باپ بڑا کوتاہ اندیش ہے۔ کہیں اس سے بدگمان ہو کر اس کی زندگی پر دست دراز نہ کرے۔ پس وہ اپنی جان لے کر بھاگا۔ اس پر ہرمز نے شاہزادہ خسرو کے دو ماموں قید کر دئے۔ اس واقعہ سے ہرمز کی بربادی کی ابتدا ہوئی۔ ان دونو ستم زدہ شاہزادوں کی حمایت میں سارے امیر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ان کو رہا کر دیا اور ہرمز کو قید کر کے اس کی آنکھیں نکلوا لیں تاکہ وہ بادشاہی کرنے کے قابل نہ رہے۔ اور اس طرح بندگان خدا کو ایک جابر کے جبر سے نجات مل جائے ٭

اگرچہ بعد میں غلط فہمیوں کے باعث خسرو پرویز اور اس کے طرفداروں اور بہرام اور اس کے حمائتیوں میں بڑی جنگ و جدل ہوئی اور ملک میں کشت و خون بھی ہوا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بہرام کی ہمت سے اور مظلوم ایرانیوں کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ ایک ظالم کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ کریں ٭

نوشیروان عادل

شاہ کیقباد نے اپنی وفات پر کئی بیٹے چھوڑے تھے۔ کیقباد اپنی زندگی میں سب بیٹوں پر نوشیرواں کو ترجیح دیتا تھا۔ کیونکہ نوشیرواں بڑا عاقل اور نیک تھا۔ اس لئے مرتے دم اس نے یہ وصیت کی کہ نوشیرواں مالک سلطنت بنایا جائے۔ زینت التواریخ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کیقباد

مرنے کے قریب ہوا تو اس نے نوشیرواں کو اپنے پاس بلاکر یہ نصیحت کی :-

"میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری ذات میں ساری صفات موجود ہیں "لیکن ایک نقص بھی ہے ۔ تم دوسروں کی بابت انداز کرنے "میں بڑی سختی کرتے ہو ۔ میرے بیٹے میری یہ خواہش ہے کہ "تم اپنی ہی رائے پر چلو ۔ لیکن میں یہ بھی خواہش کرتا ہوں کہ "تم دوسروں کے اطوار اور راہوں کو ذرا زیادہ نرمی اور "درگزر کے ساتھ دیکھو ۔ یقین کرو کہ بہت سے یہاں زیادہ تر کام "بے اعتباری سے خراب ہو جاتے ہیں ۔ مگر اعتبار کرنے سے نہیں بگڑتے"

اس نصیحت کو نوشیرواں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا ۔ اور وعدہ کیا کہ میں اپنی عادت اور رائے کی اصلاح کرلونگا ۔ کہتے ہیں کہ نوشیرواں اپنے اس وعدے پر قائم رہا ۔

نوشیرواں بہت عاقل تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کیقباد کی وصیت کو مفتی نے پڑھ کر ارا کین سلطنت کو سنایا تو سبھوں نے اس وصیت کو خندہ پیشانی کے ساتھ اور دل سے قبول کیا ۔ اس وقت نوشیرواں نے تاج و تخت قبول کرنے سے اس بنا پر انکار کیا کہ وہ ان اصلاحوں کو نہیں کرسکتا جو اسے مدنظر ہیں اس نے ارا کین سے کہا کہ :-

"سلطنت کے سارے اعلے عہدوں پر ایسے لوگ مامور ہیں جو بالکل نا قابل "و نالایق اور جابر ہیں ۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے کون سا شخص "ہے جو عقل و انصاف کے اصول کے مطابق حکمرانی کرنے کی بیکار "کوشش کریگا ؟ اگر میں اپنا فرض ادا کروں تو مجھے بہت سی اصلاحیں "اور رد و بدل کرنا چاہیئے ۔ جن کا نتیجہ کشت و خون ہوگا ۔ میرے خیالات

"تم میں سے بہتوں کی بابت شاید بدل جائینگے اور خاندان کے خاندان"
"جن کی میں وقعت کرتا ہوں تباہ ہو جائینگے - میری منشا نہیں ہے کہ"
"میں ایسی باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں - وہ نہ تو میری عادت"
"کو پسند ہیں اور نہ میری خواہش کے مطابق ہیں اس لئے میں ان سے دور"
"ہی رہنا چاہتا ہوں" ✣

چونکہ نوشیرواں کی رائے صائب تھی - اس لئے اراکین سلطنت اُن سے انحراف اور انکار نہ کر سکے - انہوں نے نوشیرواں کو یقین دلایا کہ ہم اصلاحوں میں ہارج نہ ہونگے - اس کے لئے انہوں نے حلف اٹھایا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اُس میں ہم مدد دینگے اور تمہارے حکم کی تعمیل کرینگے - اور اپنی جان و مال تمہاری خدمت اور نیز ملک کی خدمت میں صرف کرینگے ✣

جب نوشیرواں کو اراکین سلطنت کے دعاوں سے یقین ہو گیا تو وہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا - اور اس نے آراکین کو مخاطب کر کے یہ تقریر کی :-

"جو اختیار مجھے میرا منصب عطا کرتا ہے اسے میں صرف تمہارے جسموں"
"پر چلا سکتا ہوں - نہ کہ تمہارے دلوں پر - صرف خدا ہی دلوں پر"
"قبضہ کر سکتا اور اثر ڈال سکتا اور اختیار چلا سکتا ہے - وہی لوگوں"
"کے پوشیدہ خیالات کو جان سکتا اور بدل سکتا ہے - میری خواہش"
"ہے کہ میرے اس کلام سے تم یہ سمجھو کہ میری نگہبانی اور میرا اختیار"
"صرف تمہارے افعال پر حاوی ہو سکتا ہے - نہ کہ تمہارے ضمیر پر"
"میرے اصول ہمیشہ سچے انصاف پر مبنی ہونگے - نہ کہ میری ذاتی"
"مرضی یا خواہش یا طمع پر - اور جب میں ان اصول کے ذریعہ"
"سے ان برائیوں کی اصلاح کرونگا جو کہ انتظام حکومت ہیں"

"داخل ہوگئی ہیں تو سلطنت طاقتور ہو جائے گی۔ اور
"آئندہ نسلیں میری تعریف کرینگی"

نوشیرواں کچھ عرصہ تو اپنی ان باتوں پر قائم رہا۔ لیکن بعد میں اُسے ان سے دست بردار ہونا پڑا۔ مگر مجبوراً اور مصلحتاً کیونکہ مُزدک نے جن مذہبی عقاید کی تعلیم دی تھی۔ وہ ملک کے لئے نقصان رسان اور خطرناک تھی۔ یہ تعلیم اول تو ملکی مذہب کے لئے خلاف تھی۔ دوسرے اُس کا منشا یہ تھا۔ کہ ہر شخص کی جان و مال کو غارت کیا جائے۔ اس سے ملک میں جھگڑے فساد ہوتے تھے۔ جب ایک شخص نے نوشیرواں سے یہ فریاد کی کہ مُزدک کے ایک معتقد نے میری بیوی زبردستی چھین لی ہے تو نوشیرواں نے مُزدک سے کہا کہ تم اس شخص کی بیوی کو واپس کرا دو۔ لیکن بجائے اس کے کہ نوشیرواں کا یہ مفید حکم مانا جاتا۔ اُلٹے اس کے حکم کی ہنسی اُڑائی گئی۔ اس پر تو نوشیرواں ناخوش ہو گیا۔ اس نے اول تو مُزدک کو قتل کرایا۔ پھر اس کے بہت سے معتقد ہلاک کرائے۔ اور اس کی تعلیم کو مٹوا دیا۔ اور ملک سے خارج کر دیا۔

نوشیرواں نے اپنے ملک کو آباد و شاد بنانے اور عروج پر پہنچانے کے لئے بڑی تندہی سے کوشش کی۔ تمام شکستہ شدہ پلوں کو مرمت کرایا۔ بہت سی نئی عمارتیں بنوائیں اور ہر ہر اجڑے گاؤں اور شہروں کو از سر نو آباد کرایا۔ بہت سے مدرسے قائم کئے۔ علم و ہنر کی وہ قدر دانی کی کہ اس کا دربار یونان کے حکما و فضلا کا مرکز بن گیا۔ اس نے کل سلطنت کو چار صوبوں میں تقسیم کیا۔ اور اس کے انتظام کے متعلق عمدہ

قوانین جاری کئے۔ تاکہ ان کے حکام اور عمال ظلم و جبر نہ کر سکیں۔ اسے اپنے ارادوں میں زیادہ تر کامیابی لائق فائق وزیر بزرجمہر کی رائے سے حاصل ہوئی ⁂

نوشیرواں کو مورخ اور ایران کے لوگ "عادل" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اس لقب کا مستحق تھا۔ وہ عدل و انصاف میں کبھی کسی کی طرفداری نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا بیٹا نوشزاد جو ایک عیسائی بیوی سے تھا۔ وہ اپنی ماں کی مانند مسیحی مذہب کا قائل تھا۔ مگر وہ نادانی سے مجوسیوں کے مذہب سے اس قدر نفرت کرتا تھا۔ کہ نوشیرواں اس سے ناخوش ہو گیا۔ اور سزا کے طور پر اُسے قید کر دیا ⁂

کچھ عرصہ بعد جب نوشیرواں ملک شام میں تھا تو وہاں وہ بیمار ہو گیا۔ اور اس کی وفات کے متعلق ایک افواہ پھیل گئی۔ نوشزاد افواہ سنتے ہی قید خانہ سے نکل گیا اس نے اور قیدیوں کو بھی رہا کر دیا۔ اور بہت سے عیسائیوں کو جمع کر کے فارس وغیرہ میں حکومت قائم کر لی۔ اس کی خبر نوشیرواں کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ایک سپہ سالار رام برزین کو لکھا کہ "تم نوشزاد سے کہو کہ وہ اطاعت قبول کرے۔ اور قیدیوں کو واپس قید خانہ سے بھیج دے۔ تم ان حکام کو قتل کر دو جنہوں نے نوشزاد کو مدد دی ہے۔ اگر شہزادہ ان باتوں کو مان لے تو میں اسے معافی دے دوں گا۔ لیکن اگر وہ سرکشی سے باز نہ آئے۔ تو تم اس پر فوجکشی کر دو۔ اور اگر وہ مقابلہ میں مارا جائے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ اگر وہ جنگ میں گرفتار کر لیا جائے تو اسے

سلہ یہ شاہزادہ عیسائی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا

اُسے قید خانہ میں قید کردو۔ اور بدستور اُس کی آسایش کا سامان مہیا کردو۔ اگر کوئی شخص اسے برا بھلا کہے تو اس شخص کی اول تو زبان کھنچواؤ اول پھر اسے قتل کراؤ۔ رام برزین نے نوشزاد کے پیغام بھیجا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس لئے اس پر فوج کشی کی گئی۔ اور نوشزاد میدان جنگ میں مارا گیا ؛

نوشیروان کا دربار بڑا شاندار تھا۔ اور نہایت قیمتی چیزوں سے جو جواہرات سے مرصع تھیں آراستہ تھا۔ اس کے دربار میں بہت سے ملکوں کے سفیر رہتے تھے۔ جن میں زیادہ با وقعت ہندوستان اور چین کے سفیر تھے۔ اس نے کئی ملک فتح کئے۔ مگر ان باتوں کا مفصل ذکر بخوف طوالت قلم انداز کردیا گیا ؛

ایک واقعہ سے متاثر ہو کر نوشیروان نے ملک میں جاسوس مقرر کئے۔ ان کی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ باوجود سخت نگرانی کے بہت عمال ظلم کرتے اور رشوت لیتے ہیں۔ اس پر نوشیروان نے تحقیقات کی۔ اور بیس گورنروں کو ہلاک کرایا ؛

نوشیروان نے مقدور بھر اپنی رعایا کی خوشی اور خوشحالی اور ملک کے عروج کو مدنظر رکھا اور جہاں تک اُس کے قبضہ اختیار میں تھا۔ رعایا کی بھلائی کے لئے کوشش کی۔ اگرچہ وہ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس کا ملک بحر روم سے لیکر دریائے انڈس تک۔ بحر احمر سے لے کر بحیرۂ اخضر تک اور لوکسا ین سے لے کر دریائے جیحوں تک چلا گیا تھا۔ لیکن نہ تو اس نے عیش پرستی کو اپنے لئے روا رکھا اور نہ دوسروں کے لئے۔ وہ انصاف اور راستی کا خواہاں تھا۔ اور ملک کا سچا خیر خواہ

اُس نے ملک کا انتظام نہایت عمدہ طور پر کیا - اور ایسے قوانین بنائے جس سے ملک کی آبادی - زرخیزی - دولت - طاقت اور خوشحالی کو ترقی ہوتی ہے - ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے سارا عالم اسے محبّ ملک کہتا ہے - اور بادشاہوں کو ہونا بھی ایسا ہی چاہئیے جیسا کہ نوشیروان عادل تھا +

شاہ عباس اعظم

شاہ عباس اپنے بڑے بھائی حمزہ مرزا کے قتل کئے جانے پر فارس کے تاج و تخت کا مالک قرار دیا گیا - اس نے ۱۵۸۷ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی - جس کے بعد ہی اس نے خراسان کا رخ کیا - عبّاس ایران کا بادشاہ بنائے جانے سے پیشتر خراسان کا گورنر تھا - خراسان سے چلے آنے کے بعد ہی ازبک ترکوں نے خراسان پر حملہ کر دیا ان ترکوں نے ہرات پر قبضہ کر کے اور وہاں کے گورنر کو ہلاک کر کے شہر اور نواحی ملک کو تباہ کر دیا - عبّاس خراسان کے پایہ تخت مشہد کی طرف بڑھا - لیکن چونکہ وہاں اندرونی مشکلات برپا تھیں - اس لئے وہ وہاں تو نہ گیا - بلکہ کنروین چلا گیا +

ترکوں کے سپہ سالار عبدالمنیم خاں نے شہر پر قبضہ کر لیا - اس وقت شاہ عباس پایہ تخت طہران میں بیمار پڑا تھا - اس سے کل ملک میں پریشانی پھیل گئی - ازبک ترکوں کو ملک بدر کرنے کے لئے اسے مغرب کی طرف سے ترکوں کی روک کرنا پڑی - اس نے جارجیہ کے فرمانروا مراد سویم سے

صلح کر لی۔ حالانکہ اس صلح سے طبرستان ایرانیوں کے قبضہ سے جاتا رہا۔ اور بحیرہ کاسپین میں کی ایک یا دو بندرگاہ تھی *

۱۵۹۷ء میں اس نے ازبک ترکوں کو ہرات اور خراسان سے نکال دیا۔ مشرق کی جانب اُس نے بلخ تک اپنی حکومت قائم کر لی جنوب میں بحرین تک اور عرب کی طرف خلیج فارس تک۔ مزید براں کوہستان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے خراسان میں اپنی حکومت کو تقویت دینے کی غرض سے کردوں کی ایک نوآبادی سرحدی پر بسائی۔ ۱۶۰۳ء میں اُس نے سلطنت عثمانیہ سے از سر نو جنگ کا آغاز کیا۔ اور اُن صوبوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ جو ترکوں نے سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لئے تھے۔ ۱۶۲۲ء میں اس نے قندھار کو فتح کر لیا *

شاہ عباس "اعظم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں فرح آباد کے مقام پر ۲۷ جنوری ۱۶۲۹ء میں ہوا۔ وہ ایرانی بادشاہوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے دربار میں انگلستان۔ روس۔ اسپین۔ پرتگال۔ ہالینڈ اور ہندوستان کے سفیر رہتے تھے۔ وہ اپنی عیسائی رعایا پر مہربان تھا۔ اور دیگر مذہب کے لوگوں کے ساتھ تعرض نہیں کرتا تھا *

اگر اس کے فتوحات سے قطع کر کے اس کی خصلات اور ملکی خیر خواہی کو دیکھا جائے۔ تو وہ علاوہ ایک بے نظیر فرمانروا کے ایک محب وطن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے ملکوں کو نہ صرف دشمنوں اور غیر قوموں کی حفاظت ہی سے بچایا بلکہ اُسے ہر طرح پر ترقی دی۔ اور حتے الامکان ترقی کے سارے وسائل بہم پہنچائے۔ ملک کا اندرونی انتظام کر کے امن وامان قائم کرنا۔ غیر ملک والوں کو ملک سے نکالنا۔ عمدہ اور نفع بخش قوانین جاری کرنا۔ رفاہ عام کے

کاموں کو اور باتوں کو ترقی دینا۔ علوم و فنون کو وسعت دینا۔ تہذیب و شائستگی کو پھیلانا۔ انصاف اور رحمدلی کی حکومت کرنا۔ اور اپنے ملک والوں کی بھلائی مدِنظر رکھنا۔ یہی ایسی باتیں ہیں۔ جن کے باعث کوئی شخص یا بادشاہ محب ملک کہلا سکتا ہے۔ اس کے دل میں اپنے ملک اور اپنی رعایا کی خیر خواہی کا ایک سچا شوق اور جوش تھا۔ اہل ایران اُسے ایرانیوں میں سے زبردست اور ملک کا سچا خیر خواہ جانتے اور مانتے ہیں +

ایک قدیم مصری محب وطن

مصر پر مسیح سے کوئی دو ہزار سال قبل ایک قوم نے حملہ کیا۔ یہ قوم گلہ بان تھی۔ اور مویشی چرانے کا پیشہ کرتی تھی۔ اس کا نام ہکسوس تھا۔ وہ عرب سے چل کر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس نے متواتر حملے کر کے تھیبس کے فرمانرواں پر غلبہ حاصل کر لیا +

یہ ایک وحشی قوم تھی۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اُس نے شہروں میں آگ لگا دی۔ عبادت گاہوں کو غارت کر دیا کیونکہ وہ اہل مصر کے مذہب کو حقیر جانتے تھے۔ اور بے رحمی کے ساتھ باشندوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے اہل مصر کا دم ناک میں کر دیا اس وحشی اور ظالم قوم میں سے کئی بادشاہ مصر میں گزرے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا فرمانروا سلاطس تھا۔ جسنے شہر موف کو پایہ تخت قرار دیا +

ہکسوس قوم میں سے مصر میں دو شاہی خاندان گزرے ہیں۔ جو سولھویں اور سترھویں شاہی خاندان کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور ان کی حکومت سوائے تھیبس کے جہاں ایک قدیم شاہی خاندان

حکمران تھا باقی کل مصر پر قائم ہو گئی تھی +
جب مصر کے لوگ اس قوم کی حکومت اور ظلم و ستم سہتے سہتے بالکل تنگ آ گئے تو انہوں نے اس غیر ملکی حکومت کو مٹا دینے کے لئے ارادہ کیا اس خیال کے پیدا ہوتے ہی ملک میں محبان وطن کی ایک خاص جماعت بن گئی۔ جس نے آزادی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کیا۔ اور جب لوگ آزادی کرنے پر تیار تھے تو تھیبس کے بادشاہ نے ان کی مدد کی۔ اور آخر کار آزادی حاصل کرنے کے لئے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ایک خوفناک جنگ کی ابتدا ہوئی جس میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں یہ جنگ مدتوں جاری رہی۔ جس میں کبھی ایک فریق غالب آتا تھا تو کبھی دوسرا فریق۔ محبان وطن اور آزادی کے حامیوں کا سرغنہ آہمس تھا + اس جنگ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مصر نے جو تعداد میں زیادہ تھے ہکسوس قوم کے لوگوں کو قلعہ اوداس میں گھیر لیا محصورین کی تعداد ۲ لاکھ ۴۰ ہزار تھی اور محاصرین کی ۴ لاکھ ۸۰ ہزار۔ محاصرہ مدت تک جاری رہا۔ آخر کار ہکسوس قوم کے لوگوں نے تنگ آ کر صلح کے لئے درخواست پیش کی۔ جس میں یہ التجا تھی کہ اگر محاصرین یہ وعدہ کریں کہ وہ محصورین کو ملک سے بلا تعرض چلا جانے دینگے تو محصورین اطاعت قبول کر لینگے۔ اُن کی یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور ان کو ملک سے چلے جانے کے لئے اجازت دے دی گئی +
جس شاہی خاندان اور جس محب ملک نے ہکسوس قوم کے ساتھ آزادی کی جنگ کی ابتدا کی تھی۔ اس کا خاتمہ دوران جنگ ہی میں ہو چکا تھا۔ اور ہکسوس قوم کے ملک بدر ہونے کے بعد مصر میں ... اٹھارہویں خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کا پہلا بادشاہ آہمس تھا ہکسوس قوم کے جانے کے بعد مصر کی اصل حقیقی اقبالمندی ...

دور شروع ہوا جس کے لئے وہ دنیا میں آج تک مشہور ہے +

مصر کی آزادی کا حامی

موجودہ زمانہ میں مصر کی آزادی کا خیال اہل مصر میں دن بدن بڑی تیزی اور جوش کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ آج کل وہاں ایک نیشنلسٹ پارٹی اپنے آزادی کے پروگرام کو بڑی قابلیت اور تندہی کے ساتھ مکمل کر رہی ہے۔ اس ساری تحریک کا بانی مبانی مرحوم مصطفےٰ کامل پاشا تھا جس کی وفات کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ اس وطن پرست نے اپنے ملک والوں کے دل پر اس بات کو نقش کر دیا کہ مصر مصریوں ہی کے لئے ہے اس کی یہ تعلیم کہ مفتوح قوموں اور ملکوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی پالیسی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ اپنی تمام ہمت کے ساتھ کامل حریت (آزادی) کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں +

جو لوگ حقیقی انسان کا لقب پانے کے حقدار ہیں۔ اور جو ملک و قوم کے لئے ایک رحمت الٰہی اور برکت ایزدی کہے جا سکتے ہیں صدیوں اور قرنوں کے بعد پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اور اس لئے سنز آف سنچوریز یعنی صدیوں کے فرزند کہلاتے ہیں۔ مصطفےٰ کامل اسی قسم کا آدمی تھا۔ وہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور یکم رجب ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۴۔ اگست ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوا۔ ۶ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی اور ۹ سال کے سن میں پوری ہو گئی +

مصطفےٰ کامل کیلئے اگرچہ ذاتی فائدہ کی بہت بڑی بڑی شاہراہیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن اس نے نہ کوئی ملازمت پسند کی۔ نہ کوئی اور دنیاوی کام اختیار کیا۔ بلکہ یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی تمام کوششوں اور

تمام قوتوں کو ملک اور قوم کی خدمت میں صرف کرونگا +

بچپن ہی سے مصطفٰے کامل پالیٹکس سے بہت کچھ دلچسپی رکھتا تھا جس زمانہ میں وہ قانون کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت کم از کم نصف درجن انجمنوں کا ممبر تھا۔ اور ہر ایک میں اسپیچیں اور لیکچر دیا کرتا تھا۔ مزید براں اخبار المؤید اور الاہرام میں مضامین لکھتا اور ساتھ ہی کچھ تصنیف بھی کرتا رہا +

علمی زندگی ختم کرتے ہی مصطفٰے کامل نے پبلک خدمت شروع کر دی۔ اوّل اوّل اس نے ایک رسالہ نکالا جو بڑی وقعت سے دیکھا گیا۔ اور جس کی ۵۰ کاپیاں محکمہ تعلیم نے بھی خریدیں +

اس کا پہلا ملکی کام یہ تھا کہ اس نے ۴ جون ۱۸۹۵ء کو فرانس کے پریزیڈنٹ کے پاس ایک عرضداشت معہ ایک کارٹون یعنی تصویر کے بھیجی جس میں مصر کی حالت زار اور انگریزوں کی مداخلت کا نقشہ پُردرد شکل میں تھا +

اس تصویر میں ایک نازنین کھڑی ہے جس کے سر پر فرانس کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ مصر کی طرف اٹھا کر فریاد کی درخواست لینے کے لئے بڑھا رہی ہے۔ اس کے پیچھے ۴ نازنین کھڑی ہیں جن کو فرانس کی مدد سے نجات ملی تھی۔ یعنی یونان۔ بلجیم۔ اٹلی اور ممالک متحدہ امریکہ یہ چاروں حسینہ اپنے اپنے ملکی لباس میں اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے کھڑی ہوئی ہیں۔ جو ان کی آزادی کا ثبوت ہے +

فرانس کی نازنین کے سامنے نیچے کو مصر ایک نوجوان نازنین کی شکل میں کھڑی ہے۔ لیکن وہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس کے ماتمی بال بڑھ کر اس کے اوپر کے لباس کا کام دے رہے ہیں۔ سوائے سر کے پریشان بالوں کے اس کے جسم پر اور لباس بھی نہیں ہے۔

قید کی سختی سے اس کے چہرے کی رونق و تازگی جاتی رہی ہے۔ زنجیریں جن میں وہ جکڑی ہوئی ہیں ایک سفید شیر کے جنگل میں ہیں جسے ایک نہایت خوفناک شخص لئے ہوئے ہے۔ وہ غضبناک نگاہوں سے مصر کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ اسے نگل جائے۔ یہ تصویر جان بُل کی ہے جو مصر پر زبردستی اپنا چنگل گاڑے ہوئے ہے +

اس خوفناک شخص کی تصویر کے پاس ایک بڈھا آدمی ایک مٹکے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ جس میں سے پانی نکل رہا ہے۔ یہ نیل کی تصویر ہے۔ جان بل ملعون ایک پاؤں اس مٹکے میں ڈالے ہوئے ہے جس سے ایک دقیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ مصر میں مداخلت کر رہا ہے تصویر میں پہلے عربی کے اشعار ہیں اور ان کے مقابل ان کا ترجمہ فرانسیسی میں درج ہے۔ ان اشعار کا مطلب یہ ہے :-

"اے فرانس تو نے کئی قوموں کی مصیبت دور کر دی جس سے تیرا نام نیک ہمیشہ قائم رہیگا مصر کو دیکھ وہ بہت بُری حالت میں ہے اور نیل کو ہلاکت سے بچائے"

تصویر کے ساتھ جو درخواست تھی اس میں نہایت درد کے ساتھ فرانس کی گورنمنٹ سے یہ التجا کی گئی تھی کہ وہ مصر کی آزادی میں مدد دے کیونکہ فرانس نے انسانی حقوق کی حفاظت اور آزادی کی حمایت کا کئی جگہ ثبوت دیا۔ مصر یہ امید لے کر آیا ہے کہ اُس کی مدد فرانس ضرور کریگا +

اس درخواست کے مضمون پر فرانس کے اخباروں میں ایک عرصہ تک بحث چھڑی رہی۔ آخر کار گورنمنٹ فرانس نے مصطفےٰ کامل کو طولون میں بلایا۔ وہاں اس نے ایک لکچر ایسے ہزاروں لوگوں کے مجمع میں دیا جس میں اعیان دار کان جمع تھے۔ یہ پہلا لکچر تھا۔ جو اس نے یورپ میں دیا لکچر فصاحت اور وطن پرستی کا بے مثل نمونہ تھا۔ اس کے اثر سے فرانس کا پولیٹیکل حلقہ بیحد متاثر ہُوا۔ اور فرانس میں مصری پالٹیکس کی صدا گونج

اٹلی اور نوجوان مصطفےٰ کامل کا تمام یورپ میں چرچا پھیل گیا +

اس کے بعد اس نے اسکندریہ اور قاہرہ میں پولیٹیکل اسپیچوں کا تار باندھ دیا اور اپنی پرجوش اور دردمندانہ تقریروں سے ملک کو بیدار کردیا۔ جب کوئی واقعہ یا معاملہ غیر ملکوں کے ساتھ آپڑتا تو وہ نہ صرف ملک وا قوم ہی کو اس کی مداخلت کے لئے آمادہ کرتا۔ بلکہ براہ راست یورپین سلطنتوں سے گفتگو کرتا اور حتے الامکان اپنے ملک کے لئے جان لڑادیتا تھا +

جب آرمینیہ کے معاملہ میں ٹرکی کے خلاف انگریزوں میں ایک جوش پیدا ہوگیا۔ اور خود غرض لوگوں کے خاص کر مسٹر گلیڈ اسٹون کے بھکانے سے سارے انگریز ٹرکی کے خلاف ہوگئے تو مصطفےٰ کامل نے مسٹر گلیڈ اسٹون کو ایک خط مصر کی آزادی کے بارہ میں لکھا۔ اس کے جواب میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے تسلیم کیا کہ تخلیہ مصر کی مدت کو گزرے ہوئے دو سال ہوچکے ہیں +

سلطان ٹرکی نے مصطفےٰ کامل کی صداقت اور سچی کوششوں کے عوض میں خوشی کا اظہار کیا۔ اور ۱۸۹۶ء میں ایک تمغہ خاص سونے کا جس پر سلطان کا دستخطی طغرا تھا اور بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے مصطفےٰ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد دو اور نشان اعزازی عطا کئے +

جب مصطفےٰ کامل کی پولیٹیکل کوششیں بارآور ہونے لگیں تو اس نے ملک و قوم کی خدمت کے لئے ایک روزانہ اخبار ۲۔ جنوری ۱۹۰۰ء کو نکالنا شروع کیا۔ اس سے مصطفےٰ کامل کی وقعت خاص و عام میں اور زیادہ ہوگئی اس اخبار میں اس نے ملکی خدمت اور وطن پرستی کے فرائض خوب عمدگی سے ادا کئے۔ اس اخبار کی ایڈیٹری کے زمانہ میں بھی مصطفےٰ کامل نے اسپیچوں اور تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ان سب کوششوں سے ملک کو بالکل بیدار کردیا +

مصطفےٰ کامل کی صداقت اور قومی جوش کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے

جو یہ ہے کہ ڈنشوائے کا حادثہ ہوا اور برطانیہ کے وزیر خارجہ نے خلاف حق و انصاف سارا الزام اہل مصر کے سر تھوپنا چاہا اور اپنے ہم قوموں کو بری کیا تو مصطفےٰ کامل جوش میں آکر سیدھا لنڈن گیا۔ وہاں اس نے اس معاملہ کے متعلق ایک زبردست لکچر دیا جو دو زبانوں میں ملا۔ اور یہاں تک کر دکھایا کہ اس قانون کو بدلوا دیا ساتھ ہی اپنی کوشش سے بہت سے انگریزوں کو مصر کے حقوق کی حمایت کے لئے آمادہ کر دیا۔

مصطفےٰ کامل نے یورپ کے متعدد سفر کرنے کے بعد اپنے روزانہ اخبار اللوا کو انگریزی اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں نکالنا شروع کیا تاکہ اس کی آواز برطانیہ اور فرانس دونوں ملکوں میں پہنچتی رہے۔ اس کی اس تدبیر سے مصر کو بہت فائدہ پہنچا۔

پھر اس نے ڈنشوائے کے قیدیوں کی رہائی کے لئے بارہ ہزار مصریوں کے دستخطوں سے ایک درخواست سلطان ٹرکی کی خدمت میں روانہ کی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ خدیو مصر کی سالگرہ کے موقع پر رہا کر دئے گئے۔ اس نے کوشش کر کے ایک ایسا مدرسہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۹ء کو قائم کیا جس میں طلبا کو حمایت اسلام اور ملک و قوم کی خدمت کرنے کی تعلیم دی جائے۔ یہ مدرسہ خود اس کے نام پر قائم کیا گیا۔ مصطفےٰ کامل نے اپنے آخری ایام میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے بھی چندہ جمع کرنا شروع کیا تھا۔ اس کے لئے بہت کچھ چندہ جمع ہو چکا ہے اور امید ہے کہ یہ کام جلد درجہ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ مصطفےٰ کامل ۳۴ سال ۶ ماہ ۸ دن زندہ رہا۔ اس نے ۱۳۲۶ھ میں ماہ محرم کی ۹ تاریخ کو وفات پائی۔ اس کی موت موت نہیں بلکہ ملکی زندگی تھی۔ اسکے جنازہ پر ۲ لاکھ آدمیوں کا ہجوم تھا۔ اسکی کوششوں سے نہ صرف مردوں ہی میں بیداری پیدا ہو گئی۔ بلکہ مصری عورتوں میں بھی جو اس کا ثبت اسکندریہ

اور قاہرہ میں نصب کرنے کے لئے چندہ جمع کر رہی ہیں +

مصطفےٰ کامل نے اپنے ملک کے لوگوں کو یہ سبق سکھایا کہ :-

"جو لوگ اپنے ملک کی خدمت میں اپنی عمر بیں فنا کرتے ہیں اور اپنی طاقتوں"
"کو صرف کرتے ہیں وہ وطن پرستی کی تحریک سے اپنے وجود کو علیحدہ نہیں جانتے"
"بلکہ اسی تحریک میں گھل کر فنا ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی قومیں اپنے ہی بل پر ترقی"
"کرتی ہیں - اگر ان کی آزادی چھین لی جائے تو وہ صرف اپنی ہی کوششوں"
"اور سرگرمیوں سے اس نعمت کو واپس لے سکتی ہیں کوئی قوم دنیا میں محفوظ"
"نہیں رہ سکتی اور نہ سلامت - جب تک کہ وہ اپنی ذات سے طاقتور نہ ہو اور"
"اس کے پاس مدافعت کے ایسے کامل سامان موجود نہ ہوں جن سے کہ وہ"
"اپنی عزت اور اپنی دولت اور اپنی زندگی کو بچا سکے - جو قومیں اپنے ہمسایوں"
"اور دوستوں کی مدد سے ترقی کرنا چاہتی ہیں اور اپنی آزادی کی حفاظت میں"
"غیروں کی محتاج ہیں ان کی زندگی نہایت خطرناک ہے اور وہ کبھی ترقی"
"اور کامیابی کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتیں" +

مصطفےٰ کامل پاشا کے آخری الفاظ جو نزع کی حالت سے پہلے اس نے اپنے بھائی علمی فہمی کو مخاطب کر کے کہے تھے وہ یہ تھے :-

"عزیز بھائی! تم دلیر اور ثابت قدم رہنا - اور میرے نقش قدم پر چلنا اور میری"
"طرح کام کرنا اور یقین کرنا کہ تمہارا بھائی مرا نہیں ہے - کل قوم تمہاری مدد"
"مدد اور حمایت پر کمر بستہ ہے - پیارے بھائی! ہم حق پر ہیں - اس لئے کبھی"
"مغلوب نہ ہونگے - دشمن میرے مرنے پر خوش ہونگے مگر آخر کار ان"
"کو بھی ایک دن مرنا ہے - خدا کا شکر ہے کہ میں نے وطن پرستوں کی"
"انجمن کی بنیاد ڈالی اور ایسے لوگوں کو چھوڑے چلا ہوں جو اس بنیاد پر وطن"
"کی شان اور عظمت کی بلند عمارتیں کھڑی کرینگے" +

مصر سے غیر ملک والوں کی حکومت کا اٹھایا جانا

جب مصر میں انیسویں شاہی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو غیر ملک والوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ کیونکہ ایک شامی ارسو نامی نے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ اور مصر کے سارے امرا کو ملک سے نکال باہر کیا۔ اس فرمانروا کے وقت میں ملک میں خانہ جنگی کا زور رہا اور دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں مصر کمزور ہوتا گیا۔ خیر ارسو کو ایک شخص سیت نخت نے ملک سے نکالا اور خود راج پاٹ کرنے لگا۔ اس نے مصر کی طاقت کو بڑھایا۔ سیت نخت نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی +

سیت نخت کے بعد اس کا بیٹا فرمانروا بنایا گیا۔ جس کا نام رامسس تھا۔ اس نے ۳۰ سال کی حکومت میں ملک کی بہت خدمت کی۔ اور ان ایشیائی قوموں کا زور گھٹایا جو مصر کے لئے خوفناک ثابت ہوئیں۔ مزید براں ملک میں بھی امن و امان قایم کیا۔ جس وقت وہ فوت ہوا تو ملک آباد و خوشحال تھا لیکن یہ خوشحالی تھوڑے ہی عرصہ تک رہی +

رامسس کے جانشین عیش پسند تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت تفریح اور آرام میں گذرتا تھا۔ اسلئے وہ ملک کی نگرانی بذات خود نہیں کر سکتے تھے حکام کا زور بڑھتا گیا اور وہ رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے رہے۔ رعایا سے جبریہ خدمت لی جاتی تھی۔ غربا اور پیشہ ور ستائے جاتے تھے۔ پوجاریوں یا دینی پیشواؤں کا ملک میں بڑا رسوخ تھا۔ ان کا اختیار بادشاہوں کی غفلت سے بہت بڑھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تو برائے نام حکمران ہوتا تھا۔ اسلئے حکمران تو یہی پوجاری تھے۔ بادشاہ انکے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلیوں کی مانند تھے + پوجاریوں کا زور یہاں تک ہو گیا کہ شہر تھیبس میں جو مندر آمون دیوتا کا تھا اسکے سردار پوجاری کی عزت و وقعت بادشاہ سے بھی زیادہ ہونے لگی پہلے تو اس سردار پوجاری کا جانشین بادشاہ منتخب کرتے تھے۔ اور جانشین بعض اوقات شاہی خاندان کا خیر اندیش اور خیر خواہ ہوتا تھا۔ لیکن رامسس سوئم کے عہد میں سردار پجاری نے اپنا جانشین خود ہی منتخب کیا اس وقت سے تو یہ انتخاب سردار پوجاری ہی کی رائے اور مرضی پر موقوف

ہوگیا اور اس طرح سردار پوجاری کا منصب موروثی ہوگیا +

پوجاری کا زور خود بادشاہوں نے بڑھایا۔ بادشاہ جو عیش پسند تھے وہ خود اپنے اختیارات پوجاری کے سپرد کردیتے تھے۔ یہ وطیرہ مدتوں جاری رہا اس سے پوجاریوں کا اقتدار اور زیادہ ترقی کرگیا۔ رامسس نام کے تیرھویں بادشاہ کی وفات پر جس سے بیسویں شاہی خاندان کا خاتمہ ہوا۔ ہرحور نامی سردار پوجاری نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اور بادشاہ بن بیٹھا +

ہرحور نے اکیسویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ مگر اسے سارے ملک نے بلا بادشاہ منظور نہیں کیا۔ بلکہ غاصب سمجھتے رہے۔ ہرحور کی حکمرانی کے وقت سے مصر میں دو بادشاہت قائم ہوئیں۔ ایک خود ہرحور کی۔ اور دوسرے تانس کے خاندان کے امیروں کی۔ اگرچہ اس وقت شاہی خاندان کا کوئی وارث نہیں رہا تھا۔ لیکن تانس کے امرا کا خاندان ایک قدیم شاہی خاندان کی یادگار ہونے کے باعث اپنے کو کل ملک کا جایز فرمانروا سمجھتا تھا +

پوجاری بادشاہوں کے عہد میں بڑی بدامنی رہی۔ زراعت کا برا حال ہوگیا لٹریچر نے کوئی ترقی نہیں کی۔ قوم کا اخلاق بگڑ گیا۔ اور لوٹ مار بے حد بڑھ گئی۔ سارا ملک تباہی کا منظر بن گیا۔ اسی ابتر حالت میں پوجاری خاندان اور تانس کے خاندان میں شادی ہوگئی۔ مگر اس سے بھی ملک کو کوئی نفع نہیں ہوا +

جب تانس کے خاندان اور پوجاری خاندان کا خاتمہ ہوا تو فوج کا سپہ سالار کسی دوسرے ملک کا شخص تھا۔ اس نے جھٹ تخت شاہی پر قبضہ کرلیا اسکا نام سیسق تھا۔ اس نے بائیسویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اپنے قوت بازو سے سارے ملک میں امن تو قائم کردیا۔ لیکن اور طرح پر ملک کو کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ سیسق کے بعد کوئی بیس فرمانروا اور گزرے مگر سب عیش پرست تھے۔ اس لئے ملک پر دوسرے ملک والوں نے قبضہ کرلیا +

خاندان سیسق کے بعد مصر میں ایتھوپیہ یعنی زمانہ حال کے سوڈان

کے ایک خاندان نے حکومت شروع کی۔ اسے تخت سے اتار کر اتھوپیہ کے اور بادشاہ شاباتخ نے مصر میں حکومت قائم کی۔ اُسنے ۲۳ ویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی سنہ ۶۸۱ قبل مسیح میں اس خاندان کا بادشاہ ترہاقہ حکمران تھا۔

ترہاقہ کے بعد مصر میں کچھ عرصہ اسوریہ والوں کی حکومت رہی اسوری بادشاہ یاسامتیخ نے اتھوپیہ کے شاہی خاندان میں شادی کی۔ جس کے باعث اتھوپیہ کے شاہی خاندان کا اثر مصر سے بالکل جاتا رہا۔ اسوری خاندان نے مصر میں تھوڑا ہی عرصہ حکومت کی کیونکہ مصری جو مدتوں غیر اقوام کی حکومت سہتے سہتے تنگ آگئے تھے انہوں نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو سکے مصر میں مصر والوں ہی کی حکومت قائم کی جائے۔ ایک شخص سامتک نامی نے حب الوطنی کے جوش میں آکر اپنے ملک والوں کو آمادہ کیا کہ وہ غیر ملک والوں کو نکال باہر کریں۔ جب محبان ملک کا زور بڑھنے لگا تو ان کی خوش قسمتی سے اسوریہ میں بغاوت ہوگئی۔ اسوری شاہی خاندان جو مصر پر حکمران تھا اسکی ساری توجہ اسوریہ کے معاملات کی طرف مبذول ہوگئی۔ اس سے محبان ملک کو اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں بے حد مدد ملی۔ سامتک نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مصر کے بارہ حصوں کے فرمانرواؤں میں اتحاد پیدا کرا دیا اور شاہ لیڈیہ کے ہاں سے ایک فوج منگائی۔ اس فوج کی مدد سے اہل مصر نے اسوریہ والونکو ملک سے باہر کردیا۔ اسکے بعد سامتک ہی کو کل ملک نے اتفاق رائے سے مصر کا فرمانروا تسلیم کرلیا۔ وہ بڑا دور اندیش اور جفاکش تھا اس کے عہد میں ملک میں از سر نو امن و امان اور خوشحالی آگئی۔ اس نے نہریں اور سڑکیں درست کرائیں بنجر زمینوں میں کاشت کرائی۔ مندروں اور شہروں کو از سر نو تعمیر کرایا۔ ملک کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ تجارت کو ترقی دی۔ جب یہ بادشاہ جس نے ۲۶ ویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی فوت ہوا تو سارے ملک نے اس کا ماتم کیا اور اس کی خدمات کا پبلک طور پر اعتراف کرکے باتفاق رائے اُسے ملک کا خیر خواہ اور محب وطن قرار دیا۔

فرانس کا ایک محبِ ملک

یہ محب ملک میرابیو تھا۔ اُسکا پورا نام ہنونور گبریل ریکوٹی میرابیو تھا۔ وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مدبر اور فصیح البیان تھا۔ اور ۱۷۴۹ء میں نوابی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اس مدبر اور فصیح البیان شخص کی ابتدائی زندگی کے حالات جو عشق و عاشقی اور دیگر باتوں سے متعلق تھے۔ اُن کو ہم اسلیئے قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے مدعا سے متعلق نہیں ہے۔ اُسکی ملکی زندگی جسکا آغاز اُسوقت سے ہوا۔ جب کہ شاہ فرانس نے "انقلاب" سے پیشتر اسٹیٹس جنرل کی مجلس منعقد کی تھی۔

میرابیو کی رائے ملکی گورنمنٹ کے بارہ میں یہ تھی۔ کہ "گورنمنٹ کا وجود اس لئے ہوتا ہے۔ کہ عام لوگ یا رعایا اپنے روزمرہ کے کاموں کو امن اور اطمینان کے ساتھ انجام دے سکیں۔ وہی گورنمنٹ کامیاب ہو سکتی ہے۔ جو مضبوط ہوتی ہے۔ اور وہی گورنمنٹ مضبوط ہو سکتی ہے۔ جو عام لوگوں کی خواہش کے مطابق کام کرے۔" چونکہ شاہ لوئی چہاردہم کی گورنمنٹ میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ اسی لیے اُسے زوال ہوتا جاتا تھا۔

میرابیو اس اصول سے خوب واقف تھا۔ کہ "بادشاہ غیر ذمہ وار اور مجلس وزرا مضبوط ہو۔ ملکی انتظام میں رعایا کو قائمقامی کے ذریعہ سے دخل حاصل ہو"۔ میرابیو کی عین خواہش تھی۔ کہ فرانس میں بھی اس قسم کی حکومت قائم ہو جاوے۔ اسٹیٹس جنرل کی تاریخ کا ابتدائی حصہ میرابیو کی کوششوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ اپنی قابلیت کے باعث جلد لیڈر تسلیم کیا گیا۔ اُسی کے باعث "قومی مجلس" کو روز افزوں استواری حاصل ہوئی جب قلعہ بیسٹائل پر لوگوں کا قبضہ ہو جانے سے

"انقلاب" کی کامیابی کا یقین ہوگیا۔ تو میرا بیو ہی نے "قومی مجلس" کو مطلع کیا۔ کہ ایسے قوانین اور احکام جاری کرے جو مضبوط۔ مناسب اور دور اندیشی پر مبنی ہوں اُس نے لوگوں کو بھی سمجھایا۔ کہ وحشیانہ کارروائی سے آزادی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اُس نے "قومی مجلس" سے یہ بھی کہا۔ کہ فیوڈل سسٹم یعنی جاگیرداری بعوض خدمات فوجی" کے مٹ جانے سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اُن کو جلد دور کیا جائے۔ لیکن چونکہ مجلس میں زیادہ تر ناتجربہ کار لوگ شامل تھے۔ اس لئے اُس نے دو ماہ لگا دئے۔ اور کچھ بھی کام نہ کیا۔ اس عرصہ بھر ملک میں کشت وخون ہوتا رہا اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ پھر پیرس میں آگیا۔ اور معاملات کی صورت دگرگوں ہونے لگی اُسوقت میرابیو نے خیال کیا۔ کہ وہ کسی دوسرے زبردست لیڈر کے ساتھ ملکر کام کرے۔ اُس نے اول لیفایٹ سپہ سالار کو ملانا چاہا۔ مگر اُس کے خیالات نے اُس سے میل نہ ہونے دیا۔ پھر اُس نے نیکر کے ساتھ میل کرنا چاہا۔ اس عرصہ میں ملکہ فرانس نے رشوت کے ذریعہ میرابیو کو اپنا طرفدار بنانا چاہا مگر اُس نے ملکہ کی استدعا قبول نہ کی ◆

میرابیو کا ایک دوست "کولٹ ڈی لی مارک" تھا۔ اُس نے اُسوقت جبکہ فرانس میں کشت وخون ہو رہا تھا۔ میرابیو سے دریافت کیا۔ کہ "اب بادشاہ کو کونسی تدبیر سے کام لینا چاہئے"۔ میرابیو نے اس سوال کے جواب میں ایک "صلاح نامہ" تیار کیا۔ جس میں یہ تدبیر بتائی کہ "بادشاہ پیرس میں محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے اُسے پیرس چھوڑکر کسی صوبہ کے پایہ تخت میں مثلاً روئن میں چلا جانا چاہئے۔ اور اُمرا سے نہیں۔ جیسا کہ ملکہ نے مشورہ دیا بلکہ عام لوگوں سے اپیل کرنی چاہئے جب پارلیمنٹ منعقد ہو تو بادشاہ کو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرنی چاہئے۔ کہ ملک میں بہت تبدیلیاں واقعہ ہوچکی ہیں فیوڈل سسٹم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوچکا۔ اور یہ کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان نئے تعلقات پیدا ہوگئے ہیں۔ جن کو آئندہ طرفین کو وفاداری کے ساتھ

بٹھانا اور عمل میں لانا چاہیئے ✣

افسوس کہ یہ تدبیر جو عاقلانہ اور مدّبرانہ تھی بادشاہ کی عقل سے باہر تھی۔ "قومی مجلس" کے سرغنہ اپنے اپنے خیالات کے مطابق ایک نیا نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے یہ قاعدہ منظور کر لیا کہ "قومی مجلس" کا کوئی ممبر وزیر نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس سے میرابو کی آئندہ امیدوں پر پانی سا پھر گیا۔ کیونکہ اُس کے ذریعہ سے وزرا اور عوام النّاس میں اتفاق نہیں رہ سکتا تھا۔ ملکہ نے بھی مرابو کی صلاح پر عمل کرنے سے انکار کر دیا ✣

اُس کے بعد میرابو کو دولت کا لالچ دیکر بادشاہ کا طرفدار بنانے کے لئے کوشش کی گئی۔ مگر اُس پر اس لالچ کا مطلق اثر نہ ہو سکا۔ میرابو جس خیال کا آدمی تھا۔ اُس خیال کا ایک ممبر بھی نہ تھا۔ اُس نے اپنے دوست رومیلی سے انگلستان کے ہاؤس آف کامنز کے فرائض اور قواعد لکھوائے۔ اُن کو فرنچ زبان میں ترجمہ کیا۔ اور قومی مجلس میں بطور تجویز پیش کیا۔ لیکن مجلس نے اُنہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا ✣

فارن پالٹیکس یعنی غیر ملک کے ساتھ ملکی تعلقات کے بارے میں میرابو کی رائے بہت درست تھی۔ اُسکا خیال تھا۔ کہ اگرچہ فرانس کے بادشاہ اور ملکہ نے غیر ممالک سے مدد مانگی ہے۔ لیکن غیر ممالک کو مدد نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ اُن کو دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ وہ وزیر خارجہ کو ہر معاملہ میں رائے دیتا تھا۔ اور اُس رائے کی تائید فرانس کی "قومی مجلس" میں کرتا تھا۔ اُس سے وزیر خارجہ اور دیگر وزرا کے ساتھ کچھ عرصہ تک "قومی مجلس" اتفاق رکھ سکے ✣

۱۷۹۱ء میں میرابو جس کی جوانی کی بے ضوابطیوں نے جسم کو کمزور کر دیا تھا اور ملکی تفکرات اور کوششوں نے دماغ پر بُرا اثر کیا تھا۔ سخت بیمار ہو گیا۔ فرانس کے لوگوں کو یقین تھا۔ کہ میرابو ہی ملک فرانس کو آفت سے بچا سکتا تھا۔ وہ اسکی

علالت کے زمانہ میں بڑے متفکر تھے - وہ اُسکے گھر کے سامنے والے راستہ میں کسی قسم کا شور و شر نہیں ہونے دیتے تھے - اُنہوں نے اُسکا علاج اور تیمارداری خوب ہی کی - لیکن موت کے سامنے کسی کی کب پیش آتی ہے - آخر کار ۲ اپریل ۱۷۹۱ء کو فرانس کا خیرخواہ اور سچا محب وطن میرابیو فوت ہو ہی گیا +

میرابیو کی وفات کے ساتھ ہی فرانس سے ایک قانونی بادشاہ کا وجود جو ملکی پارلیمنٹ کا تابع ہوکر رہے مٹ گیا - لعدہ جس انقلاب سے متعلق واقعات کا ظہور ہُوا - ان سب کی بابت میرابیو کی پیشین گوئی درست نکلی - کیونکہ بادشاہ اور اُس کے خاندان کو پیرس سے بھاگنا پڑا - اُسے فرانس والوں نے شاہی خاندان کو دغاباز اور غدّار قرار دیا - اور اُن کو آخر کار قتل کرایا - غیر ملک کے امرا اور فرمانرواکی مدد بیکار ثابت ہوئی - ملک کے امرا فوج کا کام نہیں دے سکے غیر ملک کے دخل سے "انقلاب" کو ترقی ہوئی - اور ملک پر آفات کی بھرمار رہی قومی مجلس نے اگرچہ عمدہ نظام حکومت بنایا - لیکن اُسکے ممبر دل میں میرابیو کی رائے کے مطابق عملی قابلیت نہ تھی - اسلئے وہ نظام بیکار ثابت ہُوا +

میرابیو کی حب الوطنی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ "نہ تو ملکہ کی دولت کا لالچ اور نہ کسی اور شخص کی رشوت - میرابیو سے ایسی بات کرایا کھلوا سکی جس پر اُسے اعتبار اور یقین نہ تھا - اور جسے وہ درست نہیں سمجھتا تھا +

لیجئے حب الوطنی کی حد ہو گئی

جب تھیبس کے اُن محبان ملک کو کہ جو جلا وطنی کے ایام
ایتھنس میں گذار رہے تھے اپنے ملک کو اسپارٹا والوں کے ظلم
سے ۳۷۸ مسیح میں رہائی دلانے میں کامیابی حاصل ہو گئی تو
اسپارٹا کے بادشاہ نے بیوٹیشیہ پر فوج کشی کر کے اہل ایتھنس
سے یہ جواب طلب کیا کہ انہوں نے اسپارٹا کے دشمنوں کو اپنے
ہاں کیوں پناہ دی۔ اُس وقت اہل ایتھنس میں اسپارٹا کا مقابلہ
کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے دو
سپہ سالاروں کو تاوان میں اسپارٹا کے حوالے کرنے کا ارادہ
کر لیا۔ اُن میں سے ایک قتل کر دیا گیا۔ مگر دوسرا بھاگ گیا
اس لئے اُس کے لئے جلا وطنی کا حکم صادر کیا۔ ان دونوں سپہ سالاروں
نے اہل تھیبس کی مدد کی تھی +

اب تو اہل تھیبس کو یہ خوف دامنگیر ہوا۔ کہ کہیں وہ بے
یار و مددگار نہ رہ جائیں۔ اس لئے انہوں نے اہل ایتھنس کو
اپنا مددگار بنانے کے لئے اسپارٹا کے سپہ سالار اسفوڈریاس کو
رشوت دے کر ایتھنس پر فوج کشی کرنے کے لئے آمادہ کیا
یہ سپہ سالار چپکے سے رات کو ایتھنس کے شہر اٹیکا میں فوج لیکر
داخل ہوا اور کشت و خون کر کے واپس چلا گیا۔ جب اسپارٹا
سے شکایت کی گئی تو وہاں کی گورنمنٹ نے کہا کہ اُسے اس بات
کا مطلق علم نہیں۔ مگر گورنمنٹ اسپارٹا نے اسفوڈریاس پر مقدمہ
قائم کر دیا۔ لیکن وہ ایگیسی لاؤس کی کوشش سے بری کر دیا

گیا۔ اس پر ایتھنس نے فی الفور تھیبس سے دوستی کر کے اسپارٹا سے جو اُن کا قدیمی رقیب اور دشمن تھا جنگ چھیڑ دی +

اُس وقت یونان کی ریاستوں میں اسپارٹا کے خلاف ایک نئے اتحاد کی بنیاد پڑی۔ جس میں ۷۰ زرخیز اور دولتمند شہر داخل ہوگئے۔ ایتھنس ان سب کا سرغنہ قرار دیا گیا۔ کل متحدہ ریاستوں کی آزادی کی بڑی احتیاط سے حفاظت کی گئی۔ ایتھنس کی کانگرس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ کل ریاستوں سے بحصّہ رسدی صرفہ جنگ کا لیا کرے۔ ایک جنگی بیڑہ بنایا گیا۔ پیریئوس کے مورچے اور قلعہ مضبوط کیا گیا۔ تمام متحدہ ریاستوں کی فوج وہاں پہنچ گئی۔ تھیبس نے تین سو چیدہ جانباز جوانوں کی ایک جماعت "گروہ مقدس" کے نام سے جنگ کے لئے منتخب کی۔ یہ سب لوگ عالی خاندان تھے۔ اور آپس میں رشتہ دار۔ تھیبس میں دو بڑے زبردست سرغنہ تھے۔ ایک پیلوپیڈس جس نے تھیبس کو اسپارٹا کے ظلم سے رہائی دلائی تھی۔ دوسرا اُس کا دلی دوست ایپامینونڈس۔ اگر اول الذکر بڑی قابلیتوں اور استوار خصلت کا شخص تھا۔ تو آخر الذکر قدرتی طور پر اور تعلیم کے ذریعہ سے نہایت نیکدل — یہ فوج کو فن حرب کی تعلیم دینے اور قواعد پریڈ سکھلانے میں بڑا ماہر تھا +

ایپامینونڈس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ اگرچہ وہ واجب طریقہ میں عزت و شہرت و دولت کو حاصل کرنے سے متنفر نہیں تھا۔ تاہم وہ اُن کا لالچ بھی نہیں کرتا تھا۔ وہ ملکی

زندگی کو اس لئے پسند کرتا تھا کہ اُس کے ملک کو اُس کی خدمات کی ضرورت تھی۔ وہ اپنی خوبی خدمت کو اس شان اور عمدگی کے ساتھ انجام دیتا تھا کہ اُس خدمت کی وقعت نہ زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ مگر جب اُس کی خدمات کی ضرورت نہیں رہتی تھی تو وہ خلوت کی زندگی بسر کرتا اور فلسفیانہ کتابوں کے مطالعہ میں لگا رہتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنے ہم رتبہ اور ہم مرتبہ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح البیان تھا لیکن تقریر بہت ہی کم کرتا تھا۔ وہ اپنے زمانہ میں نہ صرف ایک نہایت قابل سپہ سالار ہی تھا۔ بلکہ نہایت عقلمند مدبر اور نہایت عمدہ فرد ملک *

یہ دونوں سرغنہ ایک دوسرے کے ساتھ نہایت کامل اور اعلےٰ درجے کی مگر بے غرض دوستی اور محبت رکھتے تھے۔ اگرچہ ملکی خدمت میں ایک دوسرے کے رقیب اور مدمقابل تھے۔ لیکن ایک دوسرے کا بہت لحاظ کرتا تھا اور حفظ مراتب کا بڑا پابند تھا۔ ایگیسی لاؤس جو اسپارٹا کی کونسلوں کا پیشوا تھا اُسے ان دونوں کے مقابلہ میں زیادہ جدوجہد اور کوشش کرنے کا خیال ہوا۔ وہ بذاتِ خود میدان جنگ میں آیا اور اپنے ہمراہ ۱۸ ہزار پیادہ فوج اور ۱۵سو سوار لایا۔ اور بیوٹیہ پر دوبارہ یورش کر کے اُسے تاخت و تاراج کر دیا۔ اور تھیبس اور اُس کے رفیق شہروں پر دھاک بٹھا دی۔ لیکن پیلوپیڈس اور اپامینونڈس اور اُن کے دوست چابیرس (یہ ایتھنس کا سپہ سالار تھا) کی کوشش کے مقابلہ میں ایگیسی لاؤس کو کوئی بڑی معرکتہ الآرا فتح حاصل نہیں

ہوئی۔ یہ ۳۷۶-۷۸ قبل مسیح کے واقعات ہیں *

جنگ جاری رہی۔ کبھی اسپارٹا والے غالب رہے اور کبھی مغلوب۔ آخر کار ۳۷۲ قبل مسیح میں وہ بیوٹیشہ سے بالکل نکال دیئے گئے۔ اس کے بعد اہل تھیبس نے اہل فوکیہ کو اس لئے سزا دینا چاہی کہ اُس نے میں سال پیشتر اہل اسپارٹا کو وسطی یونان میں آنے کے لئے راستہ دیا تھا۔ اہل تھیبس نے اس کے عوض ڈیلفی کے مندر پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر شاہ اسپارٹا کی مدد سے فوکیہ محفوظ رہ گیا *

اس کے بعد اہل ایتھنس نے اہل اسپارٹا سے صلح کرنا چاہی۔ یہ صلح ایک وجہ خاص سے نہ ہو سکی۔ بلکہ صلح کی جگہ دونوں میں جنگ چھڑ گئی اور اسپارٹا کو دو بحری جنگوں میں شکست فاش دی گئی *

اب تھیبس کو وہ عروج حاصل ہو گیا کہ اُس سے شاہ فارس نے مصر میں بغاوت فرو کرنے کے لئے مدد مانگی۔ لیکن تھیبس نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ مزید براں اُس نے بیوٹیشہ کے چند مخالف شہروں کو مسمار کرا دیا۔ اس پر دوست ریاستیں ناخوش ہو گئیں۔ تھیبس نے سب سے صلح کرنا چاہی یہ ۳۷۱ قبل مسیح کا واقعہ ہے *

صلح کی کانگریس میں ایتھنس کا ایلچی کالیکس تھا اسپارٹا کا ایگیسی لاؤس اور تھیبس کا ایپامینونڈس۔ اسپارٹا اور ایتھنس جنگ و جدل سے دل برداشتہ تھے۔ دونوں نے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ ایتھنس اور اُس کی دوست ریاستوں نے جدا جدا دستخط کئے۔ اسپارٹا نے اپنی اور دوست ریاستوں کی

طرف سے - یہ عہد نامہ ہی تھیبس اور اسپارٹا میں از سر نو نزاع کا موجب ہوُا - ایپا مینونڈس نے کہا کہ میں اس وقت دستخط کرونگا جب کہ بیوٹیئہ کی مجلس میں شرکت رکھنے والی ساری ریاستیں مجھے اپنی طرف سے دستخط کا مجاز بنائینگی - اُس نے ایک تقریر میں کہا کہ جس طرح اسپارٹا سرزمین لاکونیہ میں سرغنہ ہے اُسی طرح سرزمین بیوٹیئہ میں تھیبس ہے - مگر اسپارٹا نے اس بات کو منظور نہیں کیا - ایپامینونڈس حق بجانب ہونے کے باعث اپنی بات پر اڑا رہا - انجام یہ ہوُا کہ کانگریس برخاست ہو گئی اور اسپارٹا اور تھیبس میں جنگ شروع ہو گئی - مگر اور ریاستوں میں باہم صلح ہو گئی *

تھیبس کا ساتھ کسی ریاست نے نہ دیا مگر اسپارٹا کا ساتھ اُس کی دوست ریاستوں نے دیا - سارے یونان کو امید تھی کہ اسپارٹا اپنی فوج سے تھیبس کو تباہ کر ڈالیگا - مگر ایپامینونڈس کی بہادری اور فوجی قابلیت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی - اسپارٹا کے سپہ سالار کے پاس ۲۴ ہزار پیادے اور ۱۶ سو سوار تھے مگر ایپامینونڈس کے پاس اس سے نصف فوج بھی نہیں تھی - تاہم اُس نے کامل فتح حاصل کی خود ایگیسی لاؤس سخت زخمی ہوا - ایپامینونڈس کی اس فتح نے ثابت کر دیا کہ اُس جیسا دوسرا سپہ سالار یونان میں پیدا نہیں ہوُا *

تھیبس کو یہ بے نظیر فتح لیوکٹرا کی جنگ میں حاصل ہوئی تھی - اس فتح سے اسپارٹا کا زور بالکل گھٹ گیا اُس کے کچھ شہر تھیبس نے فتح کر لئے - اور کچھ تھسلی کے بادشاہ جیسن

نے۔ تھیبس نے ایتھنس سے مدد مانگی۔ مگر حسد کے مارے اُس نے مدد نہیں دی۔ پھر تھیبس نے جیسن سے مدد مانگی۔ مگر اُس نے دونوں میں صلح کرادی۔ یہ سنہ ۳۷۰ قبل مسیح کا واقعہ ہے ؞

اہل مانٹینیا جن پر اسپارٹا نے ظلم کیا تھا اب اس ظلم کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوئے اُنہوں نے ایپامینونڈس سے مدد مانگی وہ فوج لیکر گیا۔ اور اسپارٹا کے شہروں پر تباہی لایا۔ پھر اُس نے ارکیڈیہ کے لوگوں کو دوست بنانے کے لئے ایک عہد نامہ کیا اور میسانیہ کے لوگوں کی مدد کی جن کو تین سو سال جلاوطنی میں ہو گئے تھے۔ اور اہل اسپارٹا اُن کے ملک پر قابض تھے اُس نے جلاوطنوں کو بلایا۔ اور مدد دی۔ اُس وقت اسپارٹا نے ایتھنس سے مدد حاصل کی۔ اور اسپارٹا کا نصف ملک چھین لیا گیا ؞

دوسرے سال اہل تھیبس نے اسپارٹا اور ایتھنس کی متفقہ فوج کا مقابلہ کیا۔ مگر خفیف سی شکست کھا کر ایپامینونڈس تھیبس کو واپس چلا آیا۔ اس کے بعد ارکیڈیہ کو اسپارٹا نے شکست دی اس کے بعد تھیبس نے تھسلی کے ظالم بادشاہ پر فوج کشی کی۔ بادشاہ نے خوف سے میل کر لیا۔ پھر شاہ فارس کی کوشش سے یونانی ریاستوں میں صلح ہوگئی ؞

پھر پیلوپیڈس شاہ مقدونیہ کو دشمنوں کے مقابلہ میں تخت پر بٹھانے گیا راستہ میں اُسے تھسلی کے بادشاہ نے جو مخالف تھا چال سے قید کر لیا۔ اُس وقت جو فوج اُسے چھڑانے گئی اُسے اس لئے شکست ہوئی کہ ایپامینونڈس اُس کا سپہ سالار نہیں تھا جب سپہ سالاری اُسے دی گئی تو اُس نے دشمن کو پامال کیا مگر اُس کے بعد ہی اُس نے پیلوپیڈس کو قید سے چھڑایا ؞

شاہ تھسلی نے صلح کر لی۔ مگر پھر کچھ عرصہ بعد ظلم شروع کیا۔ پیلوپیڈس نے اُسے شکست تو دی مگر خود بھی مارا گیا۔ لیکن تھسلی میں تھیبس کی فوج کے سپرد انتظام کیا گیا۔ مگر اب حسد کے باعث تعصب سے ریاستیں تھیبس کی مخالف ہو گئیں۔ ایپامینونڈس ۳۶۲ قبل مسیح میں تھسلی۔ ہیو ٹیہ اور ہیو ٹیئہ کے خلاف تھسلی میں فوج لیکر گیا۔ راستہ میں سنا کہ رسپارٹا والے دشمن کی مدد کو آرہے ہیں۔ پس اُس نے اسپارٹا کی سپاہ پر رات کو چھاپا مارنا چاہا۔ مگر کسی دغاباز نے خبر دی اور پوری کامیابی نہ ہوئی۔

اس پر اُس نے ارکیڈیٹہ اور اٹلینیا پر یورش کی۔ مگر ایتھنس کی فوج کی مدد سے اُنہوں نے ایپامینونڈس کو غالب نہ آنے دیا۔ اب تو ایپامینونڈس کو یہ خواہش ہوئی کہ کسی طرح دشمنوں کو مغلوب کر کے دم لے۔ پس اُس نے ٹیگییئہ اور مانیٹیا کے درمیان مان مارنے چاہیے۔ جب اُس کی فوج میدان جنگ میں پہنچی تو اُس نے اُنہیں سے ہتھیار رکھوا دئیے۔ دشمن سمجھے کہ وہ قیام کی فکر کر رہا ہے۔ اس لئے تتر بتر ہو گئے۔ اُس نے جلدی سے فوج کو اُسی طریقہ میں کھڑا کیا۔ جس طریقہ میں کہ لیوکٹرا کے مقام پر کیا تھا اور حملہ آور ہو کر اسپارٹا کی فوج پر جا پڑا۔ دشمن نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن تھیبس کی فوج غالب رہی۔ مگر جنگ میں ایپامینونڈس کے سینہ میں کسی کی برچھی گھس گئی۔ اُس کی فوج نے اہل اسپارٹا کو شکست دیدی۔ یہ سنہ ۳۶۲ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ لوگ اُسے علیحدہ لے گئے۔ جنگ اب بھی جاری رہی۔ لوگ برچھی کو اس خیال سے نکالنے میں ڈرتے تھے کہ کہیں اُس کے ساتھ ہی اُس کی جان

نہ نکل جائے وہ اُس وقت تک تکلیف سہتا رہا جب تک کہ اُسے یہ اطمینان نہیں دلایا گیا کہ اُس کی فوج نے دشمن پر کامل اور بے نظیر فتح حاصل کرلی۔ تب اُس نے اپنے ہاتھ سے برچھی نکالی اور خون کا فوارہ جاری ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں اُس کا مرغِ روح جسم خاکی سے پرواز کرگیا +

سارے مورخ جانتے ہیں کہ وہ نیک دل راستباز۔ حق پرست اور بے غرض محب ملک تھا۔ وہ بڑا فیاض اور مجسّم اخلاق تھا۔ یونان نے اُس کا نظیر پیدا نہیں کیا۔ وہ یونان کا سب سے بڑا سپہ سالار اور سب سے بڑا محب ملک تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا تب تھیبس کا عروج قائم رہا۔ مگر اس کی وفات کے ساتھ ہی تھیبس کی عظمت مٹ گئی +

ہم لکھ چکے ہیں کہ ایپامینونڈس میدان جنگ میں سپہ سالاری کی خاطر نہیں۔ بلکہ محض حب وطن کی خاطر داخل ہوا۔ جب پیلوپیڈس کے چھڑانے کے لئے ایک فوج روانہ کی گئی تو اُس وقت اُسے سپہ سالاری سے برطرف کردیا گیا۔ مگر وہ اُس فوج کی ہمراہ ایک سپاہی کی حیثیت سے گیا۔ ایپامینونڈس کی حبّ الوطنی کے ثبوت میں علاوہ اُن کاموں کے جن کا ذکر ہوچکا ہے دو باتیں اور نذر ناظرین کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں :۔

(۱) جب شاہ فارس کو معلوم ہوا کہ اُسے سپہ سالاری سے برطرف کردیا گیا ہے تو اُس نے اُسے اپنے مدعا کی تکمیل کے لئے اپنا طرفدار بنانا چاہا۔ اور بہت سی دولت اُس کے لئے ایک قاصد کی معرفت روانہ کی قاصد نے اُس کے ایک عزیز مسمی ٹفس نامی

سے اپنی تجویز بیان کی۔ اُس کے ذریعہ سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ ملاقات کے بعد دولت ایپامینونڈس کو نذر کی گئی۔ وہ اُسے دیکھتے ہی غصہ کے مارے بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا کہ:-

"ایپامینونڈس وطن اور وطن کی بہتری کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت کو ہیچ سمجھتا ہے"۔

جب ایرانی قاصد ناکام رخصت ہوا تو ایپامینونڈس نے کہا کہ:-

"تمہارے ارادے سے صاف ظاہر ہے کہ تم مجھ سے واقف نہ تھے۔ لیکن سنو میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم میرے کسی ہم وطن کو بہکانے کی ناپاک کوشش نہ کرو۔ بلکہ بہتری اسی میں ہے کہ سیدھی اپنے وطن کی راہ لو"۔

(۲) جب ایک موقع پر دشمن جنگ سے عاجز آ کر ایپامینونڈس سے صلح کرنے لگے تو تھسلی کے بادشاہ جیسن نے جو سردار تھیبس صلح کے لئے روانہ کیا اُس کے ہاتھ ایپامینونڈس کے لئے جواہرات بھی بھیجے۔ جب جواہرات اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو تنگ حال محب وطن کو طیش آ گیا اور وہ چشم نمائی کے ساتھ کہنے لگا کہ:-

"تم میرے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ میری ہتک عزت ہے۔ میری رائے میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تم جنگ کا اعلان دیتے ہو۔ میں زر کا بندہ نہیں۔ بلکہ وطن کا غلام ہوں۔ مجھے تھیبس کی آزاد سرزمین میں پیدا ہونے کا فخر ہے میں اپنے وطن کی آزادی کو فروخت نہیں کروں گا بلکہ اُس کے حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لئے جان تک

لڑا دونگا"۔

حب الوطنی کی پوٹ

جس وقت طیمولیئن کو سسلی (سقالیہ) میں فوج کا کمانیر بنا کر بھیجا گیا تو اس وقت سیراکوسہ کے معاملات میں بڑی ابتری تھی۔ ڈیئون نے ڈیئونیس ظالم کو ملک بدر کر دیا تھا۔ مگر اُسے دشمنوں نے قتل کر دیا۔ اس وقت اُس کے حامیوں میں دو فریق ہو گئے۔ ایک ظالم ملک کا سرغنہ بنایا جاتا۔ وہ معزول یا قتل کیا جاتا۔ اور دوسرا ظالم سرغنہ بن بیٹھتا۔ یہ سلسلہ عزل و نصب کا یوں ہی جاری رہا۔ شہر پر مصائب کی بھرمار رہی یہاں تک کہ شہر بربادی کا منتظر بن گیا۔ سسلی کے باقی شہروں کی بھی حالت ظالموں کے باعث خراب تھی۔

ڈیئونیس نے ملک بدر کئے جانے کے دس سال بعد غیر ملک والوں کی ایک جماعت فراہم کر کے سیراکوسہ کے سرغنہ نیسیئس کو ملک بدر کیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ گویا جو لوگ ملک بدر کئے گئے وہ پھر ملک کے مالک بن گئے۔ جو لوگ ظالم کے ماتحت بنکر نہیں رہنا چاہتے تھے وہ لیون ٹائنز کے فرمانروا اکیٹس کے ہاں چلے گئے محض اس خیال سے کہ اگرچہ وہ بھی ستمگر تھا۔ تاہم ڈیئونیس سے اچھا تھا۔

جب ملک کی حالت ایسی ابتر تھی تو کارتھیج والوں نے سسلی پر چڑھائی کی۔ اس وقت اہل سسلی نے کورنتھ سے اس خیال سے مدد مانگی کہ وہ آزادی کا حامی تھا اور ظالموں کا دشمن گو

پس بظاہر تو کوُرنتھ کی مدد لینے کے لئے راضی تھا مگر درپردہ نہیں۔ بلکہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کوُرنتھ سے مدد نہ آئے۔ اور وہ قرتھیج والوں سے میل کر کے سیراکوسہ پر قبضہ کر لے۔ اُس نے بھی قاصد بھی اور قاصدوں کے ساتھ کوُرنتھ کو روانہ کئے۔ لیکن ان سے کہدیا کہ جہاں تک ہو سکے وہ ایسی چال چلیں کہ کوُرنتھ مدد نہ دے +

قاصد کوُرنتھ گئے۔ کوُرنتھ نے جو اپنی نوآبادیوں کا خیرخواہ تھا مدد دینا منظور کر لیا۔ اس وقت ایک سپہ سالار کی بھی ضرورت ہوئی۔ مجسٹریٹوں نے اُن لوگوں کے نام پیش کئے جو ملک کی خدمت میں ناموری حاصل کر چکے تھے۔ لیکن ایک غریب نے اٹھکر کہا کہ اس منصب کے لئے سب سے بہتر شخص نوجوان طیمولین ہے۔ یہ شخص نجیب الطرفین تھا۔ ملک کا سچا خیرخواہ۔ ظالم کا دشمن ہمیشہ جوانمرد اور فن حرب میں قابل۔ اس کا بڑا بھائی اگرچہ کسی طرح پر اس کا ہم پلہ نہیں تھا۔ مگر حکومت کا خواہاں۔ سپہ سالاری بڑے بھائی طیموفینس کو دی گئی اور طیمولین کو فوج میں ایک عہدہ مگر اس نے ہرطرح بھائی کی خدمت کی اور اُس کی عزت افزائی کی کے لئے کوشش کی +

ایک جنگ میں ایک طرف کوُرنتھ والے تھے۔ اور دوسری طرف ارگوس اور کلیونی والے۔ طیمولین پیدل پلاٹن میں تھا۔ اس کا بھائی جو رسالہ کا کمانیر تھا دشمنوں میں گھر گیا۔ اُس کا گھوڑا سخت زخمی ہو گیا۔ اور اُس کی جان معرض خطر میں پڑ گئی۔ اس وقت طیمولین اس کی مدد کو گیا۔ اس نے بھائی کو ڈھال کے نیچے پناہ دی۔ اگرچہ جسم پر کئی زخم کاری کھائے۔ لیکن جان پر کھیل

بھائی کو بچا لیا ۔

اس کے کچھ ہی دنوں بعد اہل کورنتھ جن کو یہ کھٹکا لگا ہوا تھا
کہ اُن کے دوست شہر سازش کر کے اُن کے شہر پر کوئی آفت نہ ڈھائیں
سیراکوسہ کی فوج کی کمان طیموفینس کو دے کر چلے گئے۔ اُس نے
خود بادشاہ بننا چاہا۔ بہت سے لوگوں کو بلا مقدمہ قتل کرایا۔ طیمولین
نے اُسے سمجھایا اور ستمرانی سے باز رکھنا چاہا۔ مگر وہ نہ مانا۔ اس پر
طیمولین مع طیموفینس کے سالے اور ایک نجومی کے طیموفینس کے
پاس گیا۔ اور دست بستہ عرض کی کہ وہ ظلم سے باز آ جائے۔ اس پر
طیموفینس اُس پر غصہ ہو گیا۔ وہ علیحدہ کھڑا ہو کر رونے لگا مگر اُس
کے دونوں ہمراہیوں نے ظالم طیموفینس کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ
قتل خود طیمولین کی رائے سے ہوا تھا ۔

طیموفینس کے قتل کی خبر کل ملک میں پھیل گئی۔ کورنتھ کے بہت
لوگوں نے طیمولین کی حب الوطنی کی تعریف کی۔ مگر زیادہ تر نے
اُسے بھائی کا قاتل بتایا۔ خود اُس کی ماں اُس سے ناخوش ہو
گئی۔ طیمولین کو ان واقعات سے بڑا افسوس ہوا۔ اُس نے فاقہ
کشی کے ذریعہ خودکشی کرنی چاہی۔ مگر دوستوں کے اصرار سے باز
رہا۔ تاہم وہ ملکی خدمت سے بالکل علیحدہ ہو گیا۔ اُس نے شہر
چھوڑ دیا اور جنگلوں میں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ ۲۰ سال اسی
حالت میں گذار دیئے ۔

آخر کار اُس کی خدمت کی ضرورت پڑی اور اُسے فوج کا
سپہ سالار بنایا گیا۔ اس وقت ٹیلی کلائیڈس نے کہا کہ وہ اگر اس
منصب پر مامور ہو کر تمہارا چال چلن اچھا رہا تو ہم تمہیں ظالم
کا فنا کرنے والا سمجھیں گے۔ ورنہ اپنے بھائی کا قاتل۔ جب

طیمولین فوج فراہم کر رہا تھا تو اکیٹس کا ایک خط آگیا۔ اُس نے ڈینیونیس کو محصور کر کے اہل کارتھیج کی مدد سے خود سیراکوسہ کا مالک و فرمانروا بننا چاہا تھا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ اب کورنتھ والوں کا آنا فضول ہے۔ اور اُن کا آنا ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ کارتھیج والے اُن کے خلاف ہیں۔ اور بڑے جنگی بیڑے کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرینگے۔ چونکہ کورنتھ والوں نے آنے میں دیر کی۔ اس لئے میں نے کارتھیج والوں کی مدد سے ظالم کو نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور جو کام مقصود تھا وہ ہو گیا"۔

اگرچہ کورنتھ کے کچھ لوگ سیراکوسہ کو فوجی مہم روانہ کرنے کے خلاف تھے۔ لیکن خط کا مضمون معلوم کرتے ہی وہ سب اکیٹس کے خلاف ہو گئے۔ اور سب نے حتی المقدور مہم کے جلد روانہ کرنے کے لئے مدد دی۔ غیب سے بھی کچھ ایسے آثار نمایاں ہوئے جو طیمولین کی فتح اور کامیابی کی علامات سمجھے گئے مختصر یہ کہ کورنتھ کے سات جہاز۔ کورکیرا کے دو اور لیوکیڈیہ کے دس جہاز۔ کل ۱۹ جہاز تیار ہو کر رات کے وقت طیمولین روانہ ہوا اور منزل مقصود پر جلد تر پہنچ گیا۔ جہاں اُسے بہت بری خبر ملی۔

وہ منحوس خبر یہ تھی کہ اکیٹس نے ڈینیونیس کو جنگ میں شکست دیکر سیراکوسہ کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اُسے قلعہ میں محصور کر دیا ہے اور کارتھیج کی فوج کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ وہ طیمولین کو سسلی میں قدم نہ رکھنے دیں اس کے بعد ہی اکیٹس کے قاصد طیمولین کے پاس یہ پیغام لیکر

حاضر ہوئے کہ "اگر طیمولین چاہے تو میرے پاس آکر میری کامیابی میں حصہ دار ہو جائے۔ مگر فوج کو واپس کر دے۔ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ کارنتھ والے اُس کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں" +

کارنتھ والوں کے پاس جہاز تعداد میں دُگنے تھے۔ فوج زیادہ تھی۔ اس لئے طیمولین نے چال سے کام لیا۔ وہ ریجیئم کے مقام ایلچیوں سے اور ایک مجلس منعقد کرائی۔ اُس نے ایسی باتیں کارنتھ والوں سے کیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ مگر یہ اُس کی چال ہی چال تھی۔ ریجیئم کے مجسٹریٹ دل سے طیمولین کے طرفدار تھے۔ اور چاہتے تھے کہ سسلی کے معاملات کورنتھ والوں کے ہاتھ میں رہیں مجلس میں تجاویز پیش ہوئیں۔ اُن پر تقریریں شروع ہوئیں۔ کارنتھ کے سپہ سالار مجلس میں موجود تھے۔ مگر کورنتھ کے جہاز ایک ایک کرکے تیز چال سے سسلی کی طرف روانہ ہونے لگے۔ کارنتھ والے اس انتظار میں تھے کہ طیمولین کی تقریر سنیں۔ جب سب جہاز چلے گئے تو صرف طیمولین کا جہاز رہ گیا۔ تو وہ آنکھ بچا کر مجلس میں سے نکل گیا اور جہاز میں سوار ہو کر چل دیا +

جب مجلس برخاست ہوئی اور طیمولین نظر نہ آیا تو کارنتھ والوں کو یقین ہو گیا وہ سسلی پہنچ گیا۔ وہ بھی جہاز لیکر اس کے پیچھے لگ گئے۔ مگر اتنی دیر میں تو وہ مینیئم پہنچ گیا۔ جہاں کہ فرمانروا انڈروماکس نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ وہ سیراکوسہ میں ظالم کی حکومت کے خلاف تھا۔ اور اپنی

فوج اُس کے سپرد کر دی۔ کارتھیج والوں نے انڈرو ماکس کو دھمکی دی کہ وہ یا تو کورنتھ والوں کو اپنے ہاں سے نکال دے ورنہ اُس کا شہر زمین سے ملا دیا جائیگا۔ لیکن اُس نے دھمکی کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ سسلی کے لوگ جو کالیپس اور فارآکس سے ڈرے ہوئے تھے سمجھے کہ کورنتھ والے بھی اُن کے ساتھ بعد میں ہاتھ کھیلینگے۔ اس لئے وہ طیمولین کی مدد سے باز رہے۔ صرف ایک اور شہر ایڈرانم نے مدد دی +

کارتھیج والوں کی فوج جو ہزاروں کی تعداد میں تھی طیمولین کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھی۔ طیمولین کے پاس صرف بارہ ہزار نوجوان تھے۔ مگر وہ ایڈرانم کے نزدیک بعجلت تمام پہنچ گیا۔ اور کارتھیج کی سپاہ پر جو ٹھہرنے کا سامان کر رہی تھی جا پڑا۔ اُس فوج پر خوف غالب آیا۔ اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ تین سو جوان مارے گئے اور اس سے دو چند طیمولین نے گرفتار کر لئے۔ ایڈرانم کے لوگوں نے شہر کے پھاٹک کھول کر طیمولین اور اُس کی فوج کو اندر داخل کر لیا۔ اس فتح کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے شہروں نے طیمولین سے میل کر لیا۔ شہر کٹانہ کا فرمانروا امیمیریکوس بھی جو بڑا جنگجو اور دولتمند تھا اُس نے بھی طیمولین سے اتحاد کر لیا +

اِدھر طیمولین کو فتح نصیب ہوئی۔ اُدھر ڈیونیسس نے اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اُسے طیمولین نے قید کر کے کورنتھ بھیجدیا۔ مگر سیراکوسہ پر طیمولین کا قبضہ نہیں ہو سکا۔ بلکہ وہ اکیٹس کے قبضہ میں رہا۔ کیونکہ ڈیونیسس چھپ کر طیمولین

کے پاس چلا گیا تھا۔ اکیتس نے دو قاتل اندر انیم طیمو لین کے
قتل کے لئے روانہ کئے مگر یہ دونوں گرفتار کئے گئے۔ اکیتس ناکام
رہا۔ اس نے کارتھیج کے ۵۰ جہازوں کا قبضہ بندرگاہ سیراکوسہ
پر کرا دیا۔ اور قلعہ میں جو کورنتھی فوج محصور تھی اس کا خوب محاصرہ
کر لیا۔ محصورین کے پاس سامان، رسد ختم ہو گیا تو طیمولین نے
کتانہ سے چالاکی سے خفیہ طور پر رسد بھجوا دی۔ اس کا حال
اکیتس کو بھی معلوم ہو گیا +

اکیتس کتانہ کی طرف فوج لیکر گیا اس کی غیر حاضری میں
محصورین نے کرنتھی قلعہ کے پیچھے جو گارد تھا اس کو شکست دے
کر خالی کر دیا اور ایک مضبوط مقام میں جہاں کافی رسد اور
روپیہ تھا قبضہ کر لیا۔ اس خبر کو سنتے ہی اکیتس واپس آیا۔
اس عرصہ میں کرنتھی فوج جو تھیوریم میں تھی وہ ریجیم پہنچ گئی
اکیتس نے سیراکوسہ واپس آکر اپنی سپاہ کو ہار پہنائے اور
اُن سے فتح کے جھوٹے نعرے بلند کرائے۔ تاکہ محصور کرنتھی
فوج پر رعب جما اور خوف بٹھا سکے۔ مگر اس جانباز فوج
پر مطلق اثر نہ ہوا +

طیمولین نے فوج لیکر اول تو میانہ کو فتح کیا اور پھر
سیراکوسہ جا پہنچا۔ اس وقت اُس کے پاس ۲ ہزار فوج تھی
لیگو کو جو کارتھیج کا سپہ سالار تھا کچھ شبہ یونان کی طرف سے ہوا
وہ اپنی فوج لیکر کارتھیج کو چلا گیا۔ حالانکہ اکیتس اُسے روکتا
رہا اُس کے جانے کے بعد دوسرے ہی دن طیمولین اپنی فوج
میدان جنگ میں لے گیا۔ اس وقت کارتھیج کی فوج کو جو
شہر میں تھی معلوم ہوا کہ اُن کا سپہ سالار جنگی بیڑے لیکر

چلا گیا۔ وہ سمجھے کہ خوف کے مارے چلا گیا ہوگا۔ اُنھوں نے سارے شہر میں منادی کرائی کہ جو کوئی یہ بتلائے کہ سپہ سالار کہاں چلا گیا اُسے انعام ملیگا۔ اب تو اکیٹس کی ہمت ٹوٹ گئی تاہم اُس نے شہر کے ایک حصّہ پر سے قبضہ نہیں اُٹھایا طیمولین نے اپنی فوج کے کئی حصّے کئے۔ اُن پر ایک ایک سپہ سالار مقرر کیا۔ اور کئی طرف سے دشمن کی فوج پر حملہ کر کے اُسے شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ اکیٹس کسی ترکیب سے نکل کر بھاگ گیا +

طیمولین نے قلعہ مسمار کرایا۔ مگر شہر میں باشندے کم تھے۔ کیونکہ بہت سے ظلم سے تنگ آ کر شہر چھوڑ گئے تھے۔ بہت سے جنگ میں مارے گئے۔ اس لئے نہ صرف سیرآکوسہ بلکہ کئی اور شہر غیر آباد تھے۔ طیمولین نے مختلف مقامات سے لوگ بلا کر اُن شہروں کو آباد کیا اور اُن میں اراضی کو بانٹ دیا اور شہروں میں جمہوری سلطنت قائم کی۔ اور کورنتھ سے عقلمندوں کو بلا کر اُن کے لئے عمدہ قوانین مقرر کئے +

کارتھیج والوں کو میگو کی واپسی پر بڑی شرم اور بڑا غصّہ آیا۔ اُنھوں نے اسدربال اور حاملکار جیسے مشہور سپہ سالاروں کی ماتحتی میں ۷۰ ہزار بری فوج۔ دو سو جہاز بڑے جہاز چھوٹے جہاز۔ رتھ اور لڑائی کی کلیں سسلی سے یونانیوں کو نکال دینے کے لئے روانہ کئے۔ اُس وقت طیمولین نے صرف پانچ ہزار فوج لی۔ اُس میں کرنتھ کی فوج کم تھی۔ باقی اور شہروں کی زیادہ فوج کارتھیج کی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ کے لئے آمادہ نہ تھی۔ مگر طیمولین نے اُس کا دل

بڑھایا۔ اُسے دریائے کرمیسس پر لے پہنچا جب وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا جو دریا کے اس طرف تھی تو آندھی پانی کا طوفان نمودار ہوا۔ گہر چھا گیا۔ اُس کی فوج کو کارتھیج کی فوج دیکھ نہیں سکی۔ مگر اُس نے اور اُس کی فوج نے کارتھیج کی فوج کو دریا پار کرتے دیکھا۔ اس نے نصف فوج پر جو دریا کے اس پار آ گئی تھی حملہ کر دیا۔ طوفان میں کارتھیج والے جو ہتھیاروں سے لدے ہوئے تھے بھیگ گئے اور اچھی طرح نہ لڑ سکے۔ اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے جان بچانے اور بیتر کر دوسری طرف جانے کے لئے دریا میں کود پڑے۔ وہ غرق ہو گئے کچھ پناہ لینے کے لئے پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ اُنہیں طیمولین کی پیادہ فوج نے جو پہاڑی کی چوٹی پر تھی قتل کر دیا۔ بہت سے گرفتار کر لئے گئے۔ کارتھیج والوں کا بُرا حشر ہوا۔ اس جنگ میں کارتھیج والوں کا سخت نقصان ہوا۔ اور طیمولین نے وہ فتح حاصل کی جو تاریخ عالم میں بے نظیر قرار دی گئی۔ طیمولین کی فوج کے ہاتھ بہت سا سامان حرب اور بے شمار مال غنیمت آیا +

اس پر بھی اکیٹس اور ہیمیریوس شرارت سے باز نہ آئے اُنہوں نے کارتھیج والوں کو پھر سسلی پر فوج کشی کے لئے آمادہ کیا۔ کارتھیج سے گسکو سپہ سالار کے زیر کمان ۷۰ جہاز اور یونانیوں کی ایک فوج آ گئی۔ لیکن کچھ بھی نہ کر سکی آخرکار اکیٹس گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کیا گیا۔ پھر طیمولین نے ہیمیریوس پر چڑھائی کی کچھ عرصہ بعد اُس نے اپنے کو طیمولین کے

حوالے کر دیا۔ اُسے چوروں اور ڈاکوؤں کی سی سزا دی گئی +

طیموکلین نے تباہ شدہ شہروں کو آباد کیا۔ اُن کے لیئے قوانین بنائے۔ اُن کی مدد کرتا رہا۔ اور حب الوطنی کے جوش میں آکر اُن کی راحت اور ترقی کے لیئے بہت سی فکریں اور تدابیریں کیں۔ یونان میں اُس کے ہمعصروں میں بہت سے مشہور محب ملک اور سپہ سالار تھے۔ مثلاً طیموتھینس اور ایگیسی لاؤس۔ پیلوپیڈس اور اپامینونڈس۔ مگر ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی وقت ناکامی رہی۔ اُن پہ الزام بھی لگائے گئے۔ لیکن طیمولین ان باتوں سے بری رہا۔ طیمولین نے اپنی ساری کامیابیوں اور فتوحات کو اپنی ذاتی کوشش۔ قابلیت اور سپہ سالاری کا نتیجہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ وہ اس قدر منکسر مزاج تھا کہ اُن کو اُس نے محض دیوتاؤں کے فضل کا نتیجہ بتایا +

طیموکلین اپنے وطن میں اس لیئے واپس نہیں آیا۔ کہ وہاں حسد کا شکار ہو سکتا تھا۔ بلکہ سسلی ہی میں رہ گیا۔ وہیں اُس نے بیوی بچوں کو بلا لیا۔ اُس نے سیراکوسہ میں سکونت اختیار کی۔ آخری عمر میں اُس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھا ہو گیا۔ اُس کے خاندان میں اکثر لوگ بڑھاپے میں اس مصیبت کا شکار ہو چکے تھے۔ مگر اس سے اُس کی مسرت میں فرق نہ آیا +

اہل سیراکوسہ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب وہ اندھا تھا تو اُس کے پاس آتے اور اہم معاملات میں اس کی رائے

لیتے۔ غیر ملک کے جو لوگ سیراکوسہ آ لیتے اُن کو لوگ اُس کے گھر ضرور لاتے۔ اہل سیراکوسہ اُسے اپنا باپ سمجھتے تھے۔ جب وہ تھوڑے دن بیمار رہ کر فوت ہو گیا تو سیراکوسہ اور نواح کے شہر کے لوگ جمع ہوئے۔ جنازہ بڑی دھوم سے اُٹھایا گیا۔ بے شمار آدمی جنازے کے ساتھ روتے اور مرحوم کی صفات بیان کرتے جاتے تھے۔ ہر شخص کے چہرے سے عیاں تھا کہ ملک کا سچا خیر خواہ اُن سے جدا ہو گیا ٭

جنازہ دفن کرکے اور "جنازے کی تقریر" کر کے جس میں اُس کی خدمات اور حب الوطنی کا ذکر کیا گیا تھا۔ اُس کی یادگار سر بازار قائم کی گئی۔ اُس کا بت نصب کیا گیا اور اُس پر چھتری بنائی گئی۔ اس یادگار کا نام طیمولین تھیئم رکھا گیا۔ وہاں سیراکوسہ کے نوجوان فن حرب کی مشق کرتے تھے۔ جو قوانین اور جو طرز حکومت اس نے سیراکوسہ کے لئے مقرر کئے تھے لوگ اُن پر عمل کرتے رہے اور اسی لئے خوش حال رہے ٭

بے نظیر حبّ الوطنی

سقراط کے نام سے دُنیا واقف ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ اُسے صرف ایک فلسفی اور معلّم اخلاق ہی سمجھتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کا مطالعہ وسیع ہے وہ زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس سے بھی بڑھکر تھا۔ یعنی وہ پکّا اور سچّا محبِ ملک تھا۔ اُس کی زندگی کے حالات اور اُس کی ملکی خدمات زبان حال سے اُس کے محبِ ملک ہونے کا اٹل ثبوت دے رہی ہیں۔

سقراط حضرت عیسٰےؑ سے ۴۷۰ سال پہلے پیدا ہوُا تھا۔ اس کا باپ معمولی درجہ کا سنگتراش تھا۔ اور ماں دائی کا پیشہ کرتی تھی۔ بچپن میں سقراط اپنے باپ کو سنگتراشی کے کام میں مدد دیتا رہا۔ لیکن جوان ہو کر اُس نے اس پیشہ کو ترک کر دیا اور معلّم اخلاق کا پیشہ اختیار کیا۔ اگرچہ اُس کے باپ کی آمدنی محدود تھی۔ لیکن اُس نے عمدہ تعلیم حاصل کی۔

اُس زمانہ میں یونان کے معلّم کچھ اسرار اور نمائش کے ساتھ بڑی فصاحت و بلاغت سے کام لیکر لوگوں سے اپنی عزت کراتے تھے۔ لیکن سقراط کا طرز بیان اور طرز تعلیم اس قدر سادہ اور تصنّع سے اس قدر مبرا تھا کہ اُسے بلا وقت ہر شخص سمجھ سکتا تھا۔ اسی لئے بحیثیت ایک معلّم کے اس کی شہرت دن بدن ترقی کرتی گئی۔ وہ ہر فصل پر ننگے پاؤں اور ایک معمولی لباس پہنکر جاتا اور بڑی بڑی عمارتوں کے اندر وعظ و نصیحت کرنے کی جگہ گذر گاہوں پر کھڑا ہو کر

وعظ کرتا تھا۔ کبھی سیرگاہوں میں۔ کبھی سر بازار جہاں لوگ خرید فروخت کے لئے جاتے تھے۔ کبھی عدالتوں کے صحن میں اور کبھی کسی اور مقام پر جہاں جہاں لوگوں کی آمد رفت بکثرت رہتی تھی۔ جاکر وعظ سُناتا جس میں حکمت و دانش کی بیش قیمت اور لازوال باتیں ہوتی تھیں۔ وہ امیر غریب سب سے جن سے اُس کا واسطہ پڑتا تھا اخلاق اور فلسفہ کے مسائل متانت اور سنجیدگی اور خوش بیانی سے بیان کرتا تھا +

بہت سے لوگ اُس کی شاگردی کے حلقہ میں داخل ہوگئے تھے۔ اُن میں سے اکثر ہر وقت اس کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور جہاں کہیں وہ جاتا اس کے ساتھ چلتے تھے۔ اُس سے شاگردوں نے آزادانہ تحقیقات کا شوق حاصل کیا۔ اور اُس کی اُس سچی سرگرمی سے بہرہ اندوز ہوئے جو مذہب نیکی۔ حق اور راستبازی کے لئے بیحد مفید تھی۔ اُس کے زیادہ مشہور شاگرد یہ تھے۔ کریٹو۔ السیبیاڈس۔ زینوفن۔ افلاطون۔ ارس ٹپس۔ فاٹدون۔ سیبس۔ اقلیدس اُس نے انہیں اِن باتوں کی تعلیم دی :۔ علم اخلاق یا نیتی ودیا۔ علم سیاست مدن یعنی ملکی باتوں کا علم یا راج نیتی۔ منطق۔ علم فصاحت و بلاغت علم حساب۔ علم ہندسہ۔ مزید براں وہ انہیں چوٹی کے شاعروں کا کلام سُناتا اور اُن میں جو نکات ہوتے تھے وہ بھی سمجھاتا تھا +

سقراط نے مذہب اور دینداری کو فرقہ بندی یا تمدنی سے ... دیا۔ اُس نے یہ بھی سکھایا کہ نقصان کیا ہے اور بے انصافی

کیا۔ دانش کیا ہے اور بیوقوفی کیا۔ ہمت کیا ہے اور بزدلی کیا۔ شرافت کیا ہے اور رذالت کیا۔ اُس نے یہ بھی تعلیم دی کہ گورنمنٹ یعنی نظام حکومت کیا اور کیسی ہونی چاہئے اور یہ کہ اس کے لئے کون کون سے اوصاف لازمی ہیں۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ذی عزت اور نیک لوگوں کو کن باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے ٭

وہ ایک قادر مطلق (سرو شکتی مان) عالم الغیب (سرو گیانی) ہمہ حاضر و ناظر (سرو بیاپک) اور مہربان (کرپالو) خدا کا جو کل کائنات یا دنیا کا سبب اول اور حکمران ہے ایمان او دل سے قائل تھا۔ مظاہر قدرت اور خاصکر انسان کا جسم اُسے ایک ذی فہم خالق کا کافی سے زیادہ ثبوت دیتے تھے۔ وہ اس خیال میں دماغ پچانے کو کہ اُس عظیم ہستی کی جو کائنات کا خالق و مالک ہے نوعیت کیا ہے یا یہ کہ وہ کن اجزا سے بنی ہے داخل حماقت سمجھتا تھا۔ بلکہ صرف اسی بات کو کافی سمجھتا تھا کہ اُس کے روحانی پرتو کو ایک قابل فہم یا سمجھ میں آنے والی روشنی میں ظاہر کیا جائے ٭

اگرچہ وہ ایک واحد خدا کا قائل تھا جو کل کائنات کا حاکم ہے تاہم وہ اور اور معبودوں کی ہستی کا بھی معتقد تھا۔ جن کو وہ خدا سے کمتر ذی فہم ہستیاں خیال کرتا تھا۔ اور اُن کی نسبت اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ انسان کے معاملات پر کچھ اثر و اختیار رکھتے ہیں اور اس لئے عزت اور عبادت کے حقدار ہیں۔ وہ یونان کے قومی مذہب یعنی راج دھرم کا ہمیشہ ادب کے ساتھ ذکر کرتا اور اس کے مقررہ شدہ رسم

کو باقاعدہ طور پر مانا اور انجام دیا کرتا تھا۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ اُس پر جو الزامات اس کے دشمنوں نے لگائے وہ بالکل بے بنیاد تھے *

سقراط بڑا حلیم الطبع تھا۔ اُسے سخت سے سخت مصیبت کے وقت بھی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کی طبیعت میں قدرتی طور پر بڑا اطمینان وسکون تھا۔ مگر اُس کی بیوی بڑی تند خو اور تنک مزاج تھی۔ تاہم سقراط اُس کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح اس کے مزاج کی سختی کو دور کر سکے *

سقراط میں ایک بڑی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے جسم کو اپنا آقا نہیں۔ بلکہ خادم اور غلام سمجھتا تھا۔ اور ریاضت اور فاقہ کشی کی تکلیف دیا کرتا تھا۔ وہ کھانے پینے اور بات چیت میں اعتدال کا زیادہ لحاظ رکھتا تھا۔ اسی لئے بڑھاپے میں اُس کا جسم اور جسمانی طاقت سے نوجوانی کے آثار پائے جاتے تھے۔ وہ ملکی خدمت کو نہایت خوشی اور مستعدی سے انجام دیتا تھا۔ چاہے ایسا کرنے میں اس کی معلم گری اور کتب بینی میں کیوں نہ ہرج ہوتا ہو *

سقراط کی ساری زندگی ملک کی خدمت میں صرف ہوئی جس کی۔ اسکی پند و نصائح۔ اُس کے اخلاق اور علوم۔ حق پرستی اور راستبازی کی تعلیم یہ سب ملک کے نفع کی خاطر سے تھیں۔ مزید براں اُس نے اُس طریقہ میں بھی ملکی خدمت بڑے پیمانے پر ادا کی۔ جو بظاہر اور عام طور پر ملکی خدمت کہلاتی ہے۔

چنانچہ اُس نے اپنے ملک کی بہبودی کی خاطر فوج میں شریک ہوکر تین بار جانبازی کے جوہر اسی طرح دکھلائے جس طرح کہ کسی دلاور سے دلاور اور مشہور سے مشہور نبرد آزما سپہ سالار اور محب ملک نے دکھلائے تھے ÷

اوّل بار اُس نے ۳۹ سال کی عمر میں پوٹیڈیہ کے محاصرہ میں ہتھیار اُٹھائے - اور جاڑے کی سختی برداشت کرنے اور لڑنے میں اپنے رفیقوں پر سبقت لے گیا - اپنی بہادری سے بہت نام پیدا کیا - اپنی جوانمردی کا سکّہ بٹھا دیا - اپنے نوجوان شاگرد السیبیاڈس کی جان بچائی - اور جب انعام کا وہ اپنی بہادری کے صلہ میں حقدار ثابت ہوا اُسے اُس نے لینے سے انکار کر دیا ÷

دوسری بار اس جنگ کے کوئی سات سال بعد یعنی ۴۶ سال کی عمر میں اُس نے ڈیلیئم کے خونریز جنگ میں ہتھیار اُٹھائے اور میدان جنگ سے سب کے پیچھے واپس آیا - واپسی کے وقت اُس نے زینفن کی جان بچائی جو دشمنوں کے مقابلہ میں زخموں سے چُور چُور ہو گیا تھا - اس شاگرد نے اس خدمت کے صلہ میں سقراط کی زندگی اور تعلیمات کا حال لکھکر آیندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے چھوڑا - اس جنگ سے واپسی کے وقت خود سقراط دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہوتا مگر اتفاق سے السیبیاڈیس نے اُس کی جان بچا لی اور اُس مہربانی کا بدلہ دیا جس کے ساتھ سقراط نے اس کی جان بچائی تھی ÷

اپنی عمر کے آخری ایام میں سقراط نے ایتھنس کی جمہوری

سلطنت کی ایک سول حاکم کی حیثیت سے خدمت کی۔ چنانچہ ۶۵ سال کی عمر میں وہ "پالسنو کی مجلس" کا ممبر اور آخرکار اُس کا میر مجلس بنایا گیا۔ اس مجلس کی میر مجلسی ایسا اہم اور سخت کام تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُسے ایک دن بھی نہیں چلا سکتا۔ اس منصب پر مامور ہونے کے ایام میں اُس نے ایک دن اپنا فرض منصبی بڑی جرأت اور انصاف کے ساتھ انجام دیا۔ چنانچہ اُس نے ۱۰ بے گناہوں کو جن پر شہریوں کی ایک جماعت نے ناخوش ہو کر جھوٹا الزام لگایا تھا اور جو عدالت میں اُن کی قتل کے لئے شور و شر کرتے رہے صاف چھوڑ دیا۔ الزام لگانے والوں کی دھمکیوں اور زبان درازیوں کا سقراط کے سچے انصاف پر مطلق اثر نہیں ہوا +

سقراط کے زمانہ میں یونان میں معلّموں کا ایک اور فرقہ تھا جو سوفسطائی کہلاتا تھا۔ جو غلط دعووں سے صحیح نتائج نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور جو راستبازی اور ناراستی دونوں کی حمایت کرنے کے لئے آمادہ رہتا تھا۔ اُن کی تعلیم سے اہل ملک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے سقراط نے ایتھنس کی سڑکوں پر وعظ کہنا شروع کیا۔ اور بارہا اس فرقہ کے ہٹ دھرم لوگوں کو قائل کر کے اُن کی زبان سے یہ اقرار کرا لیا کہ واقعی اُن کی تعلیم نادرست ہے۔ اگرچہ سقراط نے کسی قسم کے فلسفہ کی تعلیم نہیں دی۔ لیکن اس نے اس مسئلہ پر زیادہ زور دیا کہ "اپنی ذات کو پہچانو"۔ اس

سے اُس کی مراد یہ ہے کہ حق کا پتہ لگاؤ۔ اور اُسے دریافت کر کے اس پر کاربند ہو جاؤ +

سقراط کی زندگی کے آخری ایام میں سوفسطائی اُس کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور چونکہ خود ملک کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ کیونکہ مظالم اور بد افعالیوں کا زور ہو گیا تھا اس لئے اُن کی دشمنی رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی۔ ستمرانی کی خواہش نے لوگوں میں باہم حسد اور نفرت کو بڑھا دیا۔ اور ایک شخص کی ماتحتی میں بہت سے لوگوں نے سقراط پر جھوٹی تہمتیں لگائیں۔ جو یہ تھیں کہ:-

(۱) وہ ملک میں نئے دیوتاؤں کی پرستش کو رواج دینے کے لئے کوشش کرتا ہے +

(۲) وہ پرانے دیوتاؤں اور ملکی مذہب کا انکار اور توہین کرتا ہے +

(۳) ان باتوں اور نیز دیگر خراب باتوں کے ذریعے سے وہ ملک کے نوجوانوں کو بگاڑتا ہے +

دشمنوں نے سقراط پر بڑے زور شور سے ملکی مجلس کے سامنے الزام لگائے۔ مگر سقراط نے ان سے بریت کے لئے کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ مرنے سے ڈرتا نہیں تھا۔ جب اُسے ملکی عدالت میں جواب دہی کے لئے بلایا گیا تو اُس نے ایسی دلیری۔ بیباکی اور آزادی سے تقریر کی کہ منصف صاحبان دنگ رہ گئے مگر اُن کی یہی باتیں اس کے اَور زیادہ خلاف پڑیں۔ جاہل۔ نادان اور متعصب منصف اس سے ناخوش ہو گئے۔ اور کثرت رائے سے عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ اُسے زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا جائے +

لوگ عدالت سے اُسے قید خانہ میں لے گئے۔ جہاں اُسے اُس دن تک محبوس رہنا پڑا جس دن کہ اُسے "جام ہلاہل" پلایا گیا۔ لیکن سقراط کو مطلق فکر نہیں ہوئی۔ اس کے مذہبی اور اخلاقی خیالات اور اُس کا پاک وصاف ضمیر اِس کے اطمینان کا باعث ہوا۔ اُس کی موت ایک وجہ سے تیس دن کے لئے ملتوی کردی گئی۔ اُس کے دوست اور شاگرد قید خانے میں اُس کے پاس جاتے رہے۔ وہ اُن سے بدستور سابق ملتا اور باتیں کرتا رہا۔ اُس نے نہ کبھی سزائے موت کا ذکر کیا اور نہ کبھی پریشان نظر آیا۔ بلکہ اُن باتوں پر جن کی اُس نے تحقیقات کی تھی لوگوں سے گفتگو کرتا تھا۔ اور لازوال اور بیش قیمت باتوں کے خزانے لوگوں کو حصّہ دیتا تھا +

اس قید کے ایام میں اُس نے اپولو دیوتا کے نام پر اور اُس کی تعریف میں ایک راگ تصنیف کیا۔ اور حکیم لقمان کی بہت سی کہانیوں کو نظم کا لباس پہنایا۔ اُس کے دوست اور شاگرد دن بدن اُس کی جدائی کے خیال سے زیادہ مغموم ہوتے جاتے تھے۔ لیکن اُس کے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ نہ اُس کے پاس غم تھا نہ فکر اور نہ کسی قسم کی پریشانی +

اُس کے مغموم دوستوں اور شاگردوں نے اُسے یہ ترغیب دینا چاہی کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے قید خانے سے بھاگ جائے لیکن جب اُسے یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایسا کرنا اُس کے اپنے وضع کردہ اصول کے خلاف اور اُس کے لئے باعث ہتک تھا +

آخر کار وہ منحوس دن بھی آ گیا جس کا دوستوں کو کھٹکا

لگا ہُوا تھا۔ اُس کے دوست۔ شاگرد۔ رشتہ دار اور بیوی صبح ہی اُس کے پاس پہنچ گئے۔ بیوی غم کے مارے زار و قطار رونے لگی۔ سقراط نے اپنے شاگرد کریٹو سے کہا کہ اُسے میرے سامنے سے دور کر دو۔ کیونکہ میں اپنا آخری وقت اطمینان کے ساتھ گذارنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ دوستوں سے باتیں کرنے لگا۔ اپنے اشعار پڑھتا رہا۔ پھر اُس نے خودکشی پر تقریر کی جس میں خودکشی کی سخت مذمت کی۔ سب کے بعد میں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ روح غیر فانی ہے اور وہ اُس کے غیر فانی ہونے کا قائل ہے۔ پھر وہ لوگوں سے اس امر پر گفتگو کرتا رہا۔ کہ وہ بہت خوش و مسرور ہے۔ اُسے یہ امید ہے کہ آئندہ دُنیا یعنی عقبےٰ میں اُسے نیکوں کی صحبت نصیب ہوگی *

آخر کار آفتاب کا شانہ مشرق سے جلوہ گر ہوا۔ اور اُس کے زہر کا پیالہ پینے کا وقت آگیا۔ اُس نے دریافت کیا کہ کیا پیالہ تیار ہے۔ افسر قید خانہ نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے آبدیدہ ہو کر مہلک پیالہ اُس کے حوالہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کے دوست وغیرہ چیخیں مار کر رونے لگے۔ لیکن سقراط کا سکون طبع غیر متاثر رہا۔ اور وہ زہر کا پیالہ غٹ غٹ چڑھا گیا اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اور دوستوں وغیرہ کو تسلی دینے لگا۔ لیکن جب زہر کے اثر سے اُس میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور دم نکلنے سے پیشتر اُس نے کہا کہ "دوستو۔ ہم پر ایک مرغ قرضہ کا فرض۔ مرغ زندگی کی علامت ہے۔ یہ قرضہ ایسکیولاپیئس کو دینا ہے" ایسکیولاپیئس یونانیوں میں مداودیہ کا دیوتا تھا۔ اس آخری بات سے سقراط

کی مراد یہ تھی کہ وہ اپنے ملک کی مذہبی رسوم کی عزت کا خواہشمند تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنا منہ لیا وہ سے ڈھانک لیا۔ اور اس کا مُرغ روح قفس تن سے پرواز کر گیا۔ یہ ۳۹۹ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ سقراط نے ۷۰ سال کی عمر پائی +

سقراط کی وفات کے بعد ہی اس کے ملک کے لوگوں کو جو متلون مزاج تھے معلوم ہو گیا کہ اُنہوں نے سقراط کے ساتھ نہایت بدسلوکی اور ظلم کیا۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ سقراط بے گناہ تھا۔ اور یہ کہ اُنہوں نے اُسے خلاف انصاف ہلاک کیا۔ اور یہ کہ اُن پر کوئی مصیبت نازل ہوگی۔ انہوں نے حکم سزا کو خارج کر دیا۔ جن لوگوں نے اُس پر الزام لگایا تھا اُنہیں قتل کرایا۔ اور جن لوگوں نے اُس کی ہلاکت کے لئے سازش کی تھی اُن کو جلاوطن کیا۔ اور اُس کی یادگار میں اور اُس کی عزت کے اظہار میں اُس کا ایک بت پیتل کا کھڑا کیا۔ اس کے بعد جس قدر فلسفی فرقے ملک یونان میں ہوئے وہ اپنے کو اُسی کی تعلیم کا پیرو اور اُسی کا شاگرد سمجھتے تھے۔ اور اُس کا نام لینے والوں میں شمار کیا جانا عزت سمجھی جاتی تھی۔ جو لوگ اُس کی تعلیم۔ اصول و مسائل کے خلاف تھے وہ بھی اس کی عزت کرتے اور اپنے کو اس کا شاگرد بتلاتے تھے۔ لوگوں کا یہ خیال کہ سقراط کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اُس سے ملک پر کوئی مصیبت نازل ہوگی سچا نکلا۔ کیونکہ اس کی وفات کے بعد ایک جنگ چھڑ گئی جس میں اتھنس سے وہ برتری و عزت جو اُسے یونان کی کل ریاستوں میں حاصل تھی اسپارٹا کے ہاتھ میں چلی گئی +

سقراط کی زندگی اور موت اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ وہ

حق کا طالب اور حامی تھا۔ بڑا ہی مستقل مزاج تھا۔ اُسمیں اخلاقی جرأت ایسی تھی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ حق کی حمایت میں جان دیدینا فخر سمجھتا تھا۔ اُس کی زندگی کی ایک ایک بات زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ

"وہ سچا محب ملک تھا"۔

جھوٹے اور سچے محب ملک کی داستان

تاریخ یونان میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ یونانیوں اور ایرانیوں میں سالہا سال تک بڑی خونریز جنگ وجدل جاری رہی۔ ابتدا میں تو ایرانی غالب آئے اور اُنہوں نے خشکی اور تری دونوں میں یونانیوں کو پے در پے شکست دی۔ لیکن جب یونان کی وطن پرست اور محب ملک جماعت نے زور مارا تو حالت دگرگوں ہوگئی۔ یہاں تک کہ یونان کے جن مقامات یا نوآبادیوں اور جزیروں پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا وہ سب ایک ایک کرکے یونانیوں نے فتح کر لئے۔ یونانیوں نے جو ازل سے آزادی اور خودمختاری پسند ہیں نہ صرف اسی پر اکتفا کی۔ بلکہ اب ایرانیوں کی نوآبادیوں اور جزیروں پر جو بحر روم کے ساحل پر اور اُس کے اندر واقع تھے فتوحات کے ذریعہ قدم جمانا شروع کردئے گئے۔

اس جنگ میں اگرچہ بہت سے محب ملک یونانیوں نے اپنے ملک اور قوم کی آزادی کے لئے جانیں لڑادیں۔ لیکن ان میں سے ہم صرف ایک نہایت نامور، مشہور اور سچے محب

وطن اور ساتھ ہی ایک جھوٹے محبّ ملک کے حالات بدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ سچی حبّ وطن کیا ہے +

جب جنگ یونان و ایران میں یونانیوں کو متعدد لڑائیوں اور معرکوں میں کامیابی رہی تو یونان کے صوبوں میں جن کا انتظام جدا جدا تھا اور جو ایک اتحاد میں شریک تھے ایتھنس کی شان و شوکت زیادہ بڑھ گئی۔ اور اسپارٹا جو کل یونان کا رہنما تھا اُس کی وقعت گھٹنے لگی۔ اس ترقی اور تنزّل کا لابدی نتیجہ یہ ہُوا کہ یونان میں جمہوری خیال اور جمہوری طرز حکومت کو زیادہ تقویت حاصل ہو گئی۔ جمہوری فریق کا سرغنہ ارسٹیڈس تھا۔ اُس نے ملکی مجلس میں جو اُس زمانہ میں موجودہ زمانہ کی پارلیمنٹوں کی قائم مقام تھی ایک قانون منظور کرایا جس کا منشا یہ تھا کہ "ہر باشندے کو جو سمجھ اور اخلاق سے بہرہ ور ہو بلالحاظ اس بات کے کہ کسی منصب پر مامور ہے یا یہ کہ وہ صاحب جائداد ہے جمہوری سلطنت میں دخل حاصل ہو اور اُس کی رائے غور سے سُنی جائے"

اس قانون کا نتیجہ جمہوری سلطنت کے حامیوں کے حسب منشا نکلا۔ کیونکہ آرکن (حاکم اعلےٰ) کا عہدہ ہر قابل شخص کے لئے قابل حصول ہو گیا +

اسی زمانہ میں یونانیوں میں ایک اور مشہور محبّ ملک تھمسٹوکلس تھا۔ وہ اپنے کارہائے نمایاں اور ملکی خدمتوں کے باعث بہت ہردلعزیز تھا۔ اُس نے اُن جزیروں پر ایک ٹیکس لگایا جنہوں نے جنگ ایران و یونان میں ایرانیوں

کو مدد دی تھی۔ اور اس ٹیکس کی آمدنی سے شہر ایتھنس کی
شہر پناہ کو درست کرایا۔ چونکہ تھمسٹو کلیس کی تجویز سے ایتھنس
کی طاقت اور زیادہ بڑھ جاتی۔ اس لئے اہل اسپارٹا تھمسٹو کلیس
سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے اہل ایتھنس کے پاس یہ پیغام
بھیجا کہ تم اپنے شہر اور صوبہ کو یونان کے دوسرے شہروں اور
صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور بنانا چاہتے ہو۔ شہر پناہ
کے مضبوط کرنے سے ایرانیوں کو جنگ کے وقت ایک مضبوط جگہ
ہاتھ آسکتی ہے۔ جہاں مقام کر کے وہ کل یونانیوں کے دانت
کھٹے کر سکتے اور دلاوروں کے مان مار سکتے ہیں ؁

اہل ایتھنس نہیں چاہتے تھے کہ وہ اہل اسپارٹا سے جھگڑا کریں
یا اُن کے خیال کی مخالفت کریں۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح
اُن کا شہر نہایت مضبوط ہو جائے ؁

اس لئے انہوں نے پیغام بر کے ہاتھ جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری
غرض شہر پناہ بنانے سے صرف اس قدر ہے کہ ساحل سمندر کی
طرف سے بحری ڈاکوؤں یا غنیم کی روک ہو جائے۔ ساتھ ہی انہوں
نے تین ایلچی اہل اسپارٹا کو اطمینان دلانے کے لئے بھیجے۔
ان تینوں کے نام یہ ہیں :۔ تھمسٹو کلیس۔ ارسٹیڈس اور
ابرونیکس ؁

اہل ایتھنس کا مقصد یہ تھا کہ ان کو قاصدوں کے روانہ
کرنے سے اتنا وقت مل جائیگا کہ وہ شہر پناہ کو مکمل کر سکینگے۔
سب سے اول تھمسٹو کلیس اسپارٹا گیا۔ اور اُس نے بیان کیا
کہ جو پیغام مجھے دیا گیا ہے اُسے میں اُس وقت بیان کرونگا جبکہ
میرے دوسرے دونوں ساتھی آجائینگے۔ اُدھر تھمسٹو کلیس۔

اسپارٹا میں مقیم رہا۔ ادھر دونوں ساتھیوں نے جلنے میں قصداً دیر کر دی۔ اور اہل ایتھنس بڑی محنت و سرگرمی سے شہر پناہ کو بناتے رہے ٭

جب اہل اسپارٹا کو اہل ایتھنس کی اس کوشش کی خبر ملی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ تھمسٹوکلس نے جو سچا محبِّ ملک تھا اور ایتھنس کو یونان میں سب سے مستحکم اور زبردست بنانا چاہتا تھا اہل اسپارٹا سے کہا کہ تم افواہوں پر یقین نہ کرو۔ بلکہ چند معتبر لوگوں کو بھیجکر معلوم کرو کہ کیا واقعی اہل ایتھنس شہر پناہ بنا رہے ہیں۔ جب چند لوگ اسپارٹا سے اس بات کے معلوم کرنے کے لئے روانہ کئے گئے تو تھمسٹوکلس نے ایک معتمد کے ذریعہ اہل ایتھنس کو خبر کر دی اور جب یہ اسپارٹا کے قاصد ایتھنس کے قریب پہنچے تو اُن کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ اہل اسپارٹا کو اصلیت کا پتہ لگانے میں دیر ہو جائے اور شہر پناہ مکمّل ہو جائے۔ الغرض یہ کہ شہر پناہ اور مورچے مکمّل ہو گئے۔ اُس وقت تھمسٹوکلس نے اہل اسپارٹا سے اصل غرض بیان کر دی۔ اہل اسپارٹا بیحد غضبناک ہوئے مگر کر کیا سکتے تھے؟ پس اُنھوں نے تھمسٹوکلس اور اُس کے ساتھیوں کو بلا تعرض ایتھنس واپس چلا جانے دیا۔ تاہم دل ہیں وہ اہل ایتھنس اور خاصکر تھمسٹوکلس کے جانی دشمن ہو گئے ٭

اس کے بعد تھمسٹوکلس نے اہل ایتھنس کو بحری تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے یہ صلاح دی کہ ایتھنس سے ۵ میل کے فاصلہ پر ایک مضبوط شہر اور بندر بنایا جائے۔ لوگوں نے

اس صلاح پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک شہر جس کے چاروں طرف مورچے تھے بنا دیا گیا اور ایک بڑی وسیع اور مستحکم بندرگاہ بھی بنا دی گئی +

انسان میں حسد کا مادہ فطری ہے۔ تھمسٹوکلس نے اپنی تجاویز کے ذریعہ جن سے ایتھنس کی طاقت اور شان و شوکت کو ترقی ہوئی ایک طرف کو اہل اسپارٹا کو اپنا دشمن جانی بنا لیا۔ اور دوسری طرف چند حاسد اپنے ہی شہر میں پیدا کر لئے۔ اگرچہ وہ اپنے ملک میں بیحد ہر دلعزیز ہو گیا۔ لیکن اُس کی یہی ہر دلعزیزی اُس کی بربادی کا پیش خیمہ تھی۔ اہل اسپارٹا جن کی نگاہوں میں تھمسٹوکلس خار کی مانند کھٹکتا رہتا تھا۔ ہر دم اسی فکر میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو جلاوطن کرائیں۔ ایسا کرنے سے وہ ایتھنس کی طاقت و عظمت کو ضعف پہنچا سکتے تھے +

اہل اسپارٹا نے تھمسٹوکلس کے حاسدوں سے میل کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانی شروع کی کہ تھمسٹوکلس جمہوریہ سلطنت کو مٹا کر خود یونان کا مالک و مختار بننا چاہتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "انسان کا شیطان انسان"۔ اُس کے بدخواہوں کی کوششیں رنگ لائیں اور نادان لوگ اُس سے بدظن ہو گئے اور خوف کھانے لگے +

ایک طرف تو اہل اسپارٹا اور حاسدوں کی کوششیں تھمسٹوکلس کے خلاف پڑیں۔ دوسری طرف اہل ایتھنس جن کے سامنے ہیسٹرا اسٹوس کی مثال تھی۔ (یہ شخص ارکن تھا مگر جب اُس کی ہر دلعزیزی اور طاقت انتہا درجہ پر پہنچ گئی تو ایتھنس کا مالک

و مختار بن گیا۔ اور لوگوں کی آزادی و حقوق کو پامال کرنے لگا۔ اپنی آزادی کے تلف ہو جانے کے خیال سے اپنے سچے خیرخواہ تھمسٹوکلس سے سخت بدظن ہو گئے۔ اور اگرچہ ارسٹیڈس نے جو تھمسٹوکلس کا رقیب تھا لوگوں کی رائے کی سخت مخالفت کی۔ لیکن ایک بھی پیش نہ گئی اور محب ملک تھمسٹوکلس کو جلاوطنی کا منہ دیکھنا پڑا +

تھمسٹوکلس کے جلاوطن کئے جانے کے بعد ایتھنز کا سرغنہ ارسٹیڈس بنایا گیا۔ اُس نے ہر طرح ملک کو ترقی دی۔ اگرچہ وہ اپنے زمانہ میں مختار کل رہا۔ اور ملک کے بہت سے معزز منصبوں کے فرائض انجام دیتا رہا۔ لیکن اُس نے کبھی لوگوں کو اس بات کے شبہ کرنے تک کا موقع نہیں دیا کہ وہ ملک کا بدخواہ ہے۔ وہ غریبی کی حالت میں فوت ہوا۔ لیکن ایتھنز کو یونان کا سرتاج چھوڑ گیا۔ اہل ملک نے اُس کی خدمات کی قدر کی۔ اُس کی تجہیز و تکفین ملک کے روپیہ سے کی گئی۔ اور فھالیرم کے مقام پر اُس کی یادگار قائم کی گئی۔ اُس کی بیٹیوں میں سے ہر ایک کو زمین عطا کی گئی۔ اور اُس کے بیٹے لیسیماخس کو پنشن +

ارسٹیڈس کی وفات کے بعد ایتھنز کا سرغنہ سیمون بنایا گیا۔ یہ ایک بڑا قابل شخص تھا۔ اُس کے باپ نے ایک بڑی آمدنی والی جائداد چھوڑی تھی۔ لیکن وہ اُس ساری آمدنی کو ملک کی ترقی کے کاموں میں صرف کر دیتا تھا۔ اُس نے ایرانیوں کے خلاف جنگ شروع کی۔ اُس نے اول تو ای دن فتح کیا۔ بعد سکیرس۔ خشکی پر کئی جنگوں کے فتح کرنے کے بعد

سیمون نے تھمسٹوکلس کی حکمت عملی پر عمل کیا۔ اور جنگی جہازوں کے بیڑے کو مضبوط کر کے بحری لڑائیوں میں ایرانی سپاہ کو زک پر زک دی اور بہت سے مقامات فتح کر لئے۔ اُس نے شہر ایتھنس میں بہت سی ترقیاں اور اصلاحیں کیں۔ یہ شخص اُس دولت کو جو مال غنیمت میں سے بہ حیثیت ایک سپہ سالار کے اُس کے حصّے میں آتی تھی نہیں لیتا۔ بلکہ رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرتا تھا۔ اُس نے ایتھنس میں سایہ دار سڑکیں بنوائیں ایک بازار کو درست کرایا۔ سیر گاہیں بنوائیں۔ عالی شان نفرحجی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ تھیٹروں کو درست کرایا۔ میوے کے باغ لگوائے۔ وہ بڑا افیاض تھا۔ حاجتمندوں کی حاجتروائی میں ہردم کوشاں رہتا تھا۔ اُس کا دسترخوان وسیع تھا +

اب ہم تھمسٹوکلس کی طرف پھرتے ہیں جو جلاوطنی میں دن گذار رہا ہے اور اگرچہ اُسے بہت سی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور بہت سے لالچ دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اُس کی حب الوطنی میں سرمو فرق نہیں آتا +

تھمسٹوکلس کی بربادی میں سب سے زیادہ حصہ پوسانیس نے لیا تھا۔ خفیہ طور پر یہ بیوفا شخص اسپارٹا کا ایک سرغنہ تھا تھمسٹوکلس کی جلاوطنی کے حالات بیان کرنے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بیوفا اور جھوٹے محبّ ملک کے مختصر حالات نذر ناظرین کیے جائیں تاکہ ناظرین جھوٹے اور سچے محبّ وطن میں تمیز کر سکیں +

جب جنگ یونان و فارس (ایران) میں بائزنٹیئم موجودہ (قسطنطنیہ) کو ایرانیوں سے فتح کر لیا گیا تو پوسانیس کے پایہ

کو فتح کیا اور اس فتح کے حالات ایک سنہری تختی پر کندہ کرا کر اپولو دیوتا کے مندر میں رکھوا دیئے۔ ان حالات میں پوسانیئس نے اپنے آپ کو فاتح قرار دیا۔ اسپارٹا کی گورنمنٹ کو یہ بات بری لگی۔ اُس نے اس کتبہ کو برباد کرا کر دوسرا کتبہ بنوایا جس میں یونان کی متحدہ ریاستوں کو فتح کا باعث قرار دیا۔

پوسانیئس گو جوانمرد تھا لیکن ناموری کا دلدادہ اور مغرور۔ جب اُس نے اپنی ناموری کو اس طریقہ میں مٹتے دیکھا تو اور طریقہ میں حاصل کرنا چاہا۔ وہ اسپارٹا کا بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک سرغنہ اور لیونیڈس مشہور محبّ ملک کے بیٹے کا اطالیق تھا۔ اس نے اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے ان ایرانیوں سے جو جنگ میں قید کر کے لائے گئے تھے باتیں کیں۔ اُن میں سے چند خود شاہ ایران کے رشتہ دار تھے۔ اُس نے شاہی رشتہ داروں کو رہا کرا دیا اور اُن کی معرفت زرکسس شاہ ایران کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ "اگر شاہ ایران اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دے اور مجھے اس قدر روپیہ اور ایسا اعلےٰ منصب عطا کرے کہ میں شاہانہ شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ زندگی بسر کروں تو میں اسپارٹا اور کل یونان پر اُس کا قبضہ کرا دوں۔" شاہ ایران نے یہ درخواست بخوشی قبول کر کے فیصلہ کے لئے پوسانیئس کے پاس قاصد روانہ کئے۔ اب تو اس بیوفا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اُس نے ایرانی سپہ سالار کا لباس زیب تن کیا اور مشرقی شان و شوکت کے ساتھ تھریس کا دورہ کیا۔ اپنی ہمراہ ایرانیوں اور مصریوں کا حفاظتی بدرقہ رکھنے لگا۔ اور یونانی سپاہیوں کو دُرّے سے لگوانے لگا۔ اس

وقت ارسٹیڈس زندہ تھا۔ جب اُس نے پوسانیئس سے اس بری روش کی وجہ دریافت کی تو پوسانیئس نے اُس کی تحقیر کی۔ شدہ شدہ گورنمنٹ اسپارٹا کو بھی پوسانیئس کے بُرے ارادے کی کچھ خبر لگ گئی۔ بقول حافظ شیرازی

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

گورنمنٹ نے اُسے طلب کیا۔ اُس پر عدالت میں الزام لگایا اور مقدمہ چلایا گیا۔

اُسے جسمانی اور دیگر قسم کی تکالیف دی گئیں۔ لیکن بغاوت اور بیوفائی کا جرم اُس پر ٹھیک ٹھیک ثابت نہ ہو سکا۔ اسپارٹا سے وہ بلا اجازت پھر قسطنطنیہ چلا گیا اس پر یونان کی متحدہ ریاستوں نے اُس پر بغاوت و بیوفائی کا الزام لگا کر جلا وطنی کا حکم صادر کیا۔ اُسے پھر اسپارٹا بلایا گیا۔ اور مقدمہ چلا کر اور جرم ثابت کر کے قید خانے میں بھیجدیا گیا۔ مگر جیل سے وہ کسی حکمت سے نکل کر بھاگ گیا۔ اور شاہ ایران اور اسپارٹا کے غلاموں سے سازش شروع کی۔ غلاموں کو اُس نے اُمّید دلائی کہ اگر وہ اُسے اسپارٹا کی گورنمنٹ کے مٹانے اور اُس کے اسپارٹا کے فرمانروا بنانے میں مدد دیں تو وہ اُنہیں یونانی شہریوں کے سے حقوق عطا کر دیگا۔

پوسانیئس کی یہ سازش ظاہر ہو گئی۔ اُس نے ایک شخص ارگیلیس کی معرفت ایرانی سپہ سالار ارطا بازش کے پاس ایک خط روانہ کیا۔ وہ پہلے بھی کئی خط روانہ کر چکا تھا۔ جن میں قاصد کے ہلاک کر دینے کی اس لئے ہدایت تھی کہ راز فاش نہ ہو سکے۔ اس لئے قاصد واپس ہی نہیں

آتے تھے۔ اس خط میں بھی یہ ہدایت درج تھی۔ ارگیلیئس کو قاصدوں کے واپس نہ آنے پر کچھ شبہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اُس نے خط کھولکر پڑھوایا۔ اور حالات سے واقف ہو کر خط اسپارٹا کی ملکی مجلس میں پیش کر دیا۔ اب تو پوسانیئس کی بیوفائی کا حال بالکل آشکارا ہو گیا۔ ملکی مجلس نے اُس کی گرفتاری کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ جس کی اُسے بھی کسی طرح خبر ہو گئی اور اُس نے ایتھنی دیوی کے ایک مندر میں پناہ لی مگر لوگوں نے مندر کی چھت توڑ کر اُسے باہر نکالا۔ لوگوں نے اُس پر پتھراؤ کیا۔ سب سے پہلا پتھر خود اُس کی ماں نے مارا۔ شاباش ہے ایسی ماں پر جس نے ملک کی طرفداری کی اور بیٹے کی نہیں۔ الغرض یہ کہ مندر کے باہر نکالکر اُسے زمین پر ڈالدیا گیا۔ جہاں وہ فوت ہو گیا+

ہم لکھ چکے ہیں کہ تھمسٹوکلس محبِّ وطن کی جلاوطنی کا خاص باعث بھی دغاباز پوسانیئس تھا۔ جب ایام جلاوطنی میں تھمسٹوکلس شہر ارگوس میں مقیم تھا تو پوسانیئس اُس سے ملنے کے لئے گیا۔ اور اُس سے کہا کہ وہ بھی سازش میں شریک ہو جائے۔ لیکن اُس نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مثل مشہور ہے کہ "ہمسایہ ضرور رنگ لاتی ہے"۔ اس لئے پوسانیئس کی بدنیتی سے تھمسٹوکلس بیچارے پر بھی مفت مصیبت نازل ہوئی+

پوسانیئس کی وفات کے بعد کچھ کاغذات برآمد ہوئے۔ جن سے تھمسٹوکلس کی نسبت یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ بھی سازش میں شریک تھا۔ پس اہل اسپارٹا نے جو تھمسٹوکلس کے خون کے پیاسے تھے ایتھنس میں قاصد اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ تھمسٹوکلس کو

جلاوطنی سے واپس بُلا کر اُس پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جائے اس وقت چونکہ ایتھنس اور اسپارٹا میں گہری دوستی تھی۔ اس لئے اس پیغام کو قبول کر لیا گیا۔ تھمسٹوکلس کو بلایا گیا۔ لیکن وہ نہیں آیا۔ اور آرگوس سے بھاگ کر ایپیرس چلا گیا۔ لیکن وہاں بھی خطرے میں پڑ کر وہ شاہ مولسالیہ کے ملک میں داخل ہوا جو اُس کا جانی دشمن تھا۔ اور شاہی محل میں ملکہ کے پاس پہنچ کر اُس سے اصلی حال بیان کر دیا۔ ملکہ کی رائے کے مطابق اُس نے اُس کے ایک بچے کو اپنی گود میں لیا اور بادشاہ کے خانگی دیوتا کے آگے سرنگوں ہوا۔ بادشاہ نے جب اُسے اس حالت میں دیکھا تو اُس کے حالِ زار پر بڑا ہی رحم آیا اور اُس نے اُسے اپنے ہاں پناہ دی +

ابھی مصیبت زدہ تھمسٹوکلس کو اطمینان بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ ایتھنس اور اسپارٹا سے پیغامبر آ گئے۔ جو یہ پیغام لائے کہ تھمسٹوکلس کو اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے اُس کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تھمسٹوکلس نے یہ سوچ کر کہ کہیں اُس کے باعث شاہ اڈمیٹس اور یونان میں جنگ نہ چھڑ جائے بادشاہ سے رخصت چاہی اور مقدونیہ کی راہ سے بندرگاہ پدنہ پر پہنچا اور وہاں سے نام بدل کر ایک تجارتی جہاز کے ذریعہ شاہ ایران کی سلطنت میں داخل ہوا اور ناکسوس کے مقام سے شاہ ارتخششتا کو اطلاع دی کہ میں نے سابق بادشاہ ایران کی خدمت کی ہے۔ اس لئے مجھے پناہ دی جائے۔ شاہ ایران اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور اپنی بارگاہ واقع سوسہ میں طلب کر کے اُسے دو سو ٹیلنٹ (یہ ایک سکہ ہے جو امریکہ

کے موجودہ سکہ دو ہزار ڈالر کے برابر ہوتے ہیں۔ ایک ڈالر چار روپے سکہ ہندوستانی کی برابر ہے) اُس کے نذر یہ کہکر کئے کہ یہ تمہارے سر کی قیمت ہیں اور تمہارے سر کے لانے والے کے لئے انعام تجویز کئے گئے تھے۔ چونکہ تم خود میرے ملک میں چلے آئے ہو اس لئے یہ رقم تم ہی کو نذر کی جاتی ہے +

تھمسٹوکلس پہلے بھی شاہ ایران کے دربار میں رہ چکا تھا۔ اس لئے ایرانی زبان سے خوب واقف تھا۔ اُس نے بادشاہ سے ایسے پر اثر پیرایہ اور لہجہ میں گفتگو کی کہ بادشاہ کو مہربان کر لیا۔ بادشاہ نے اُسے ایشیائے کوچک کی سپاہ کا سپہ سالار بنا دیا اور تین شہروں کی آمدنی اُس کے گذارے کے لئے مقرر کر دی۔ اُس نے شہر مگنیشیہ میں قیام کیا اور شاہانہ طرز پر اپنی زندگی بڑے آرام سے گذارنے لگا۔ لیکن اُسے اس بات کا قلق ہر دم رہتا تھا کہ اُس کے اہل ملک نے اُس کے ساتھ بُرا اور ظالمانہ سلوک کیا +

جب مصر نے ایران کے خلاف بغاوت کی اور یونان نے مصر کی طرفداری کی تو شاہ ارتخششتا نے تھمسٹوکلیس سے کہا کہ تم یونان کے خلاف جنگ کرو۔ بھلا یہ بات تھمسٹوکلیس جیسے محب ملک کو کب گوارا ہو سکتی تھی کہ وہ ایتھنس کے خلاف جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے اس قدر عروج پر پہنچا دیا تھا اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اُس کی ترقی کے لئے صرف کر دیا تھا۔ محض ایک غیر قوم اور غیر ملک کے بادشاہ کے فائدے کی غرض سے اُس کی تباہی کے درپے ہو سکے۔ اُس کے نزدیک یونان پر جو اُس کا مولد و مسکن تھا فوج کشی کرنا مرجانے سے بدتر اور سخت بیوفائی

میں داخل تھا۔ اُس نے اس ذلت سے بچنے کے لئے تدبیر کی یعنی اپنے دیوتاؤں کو قربانی چڑھائی اور دوستوں سے رخصت ہو کر زہر کا پیالہ پی لیا اور جان دیدی ۔

ایسے ہوتے ہیں سچے محب ملک۔ اور جھوٹے محب ملک ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ بدذات پوسانیئس تھا۔ جو دُنیوی عزت اور دولت کی خاطر اپنے ملک کو دشمن کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اگر تھمسٹوکلیس شاہ ایران کی رائے پر عمل کرتا تو اُسے بڑی سے بڑی دُنیوی عزت دولت اور راحت نصیب ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ ناموس فروش نہ تھا۔ بیوفا نہ تھا۔ بلکہ اپنے ملک کا سچا خیر خواہ۔ اُس کی غیرت کب قبول کر سکتی تھی کہ دشمن کی خاطر اپنوں کو نقصان پہنچائے۔ اگرچہ اُسے اپنی زندگی میں ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے اہل ملک پر اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا۔ لیکن اس کی موت کا واقعہ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ بے گناہ تھا۔ اُس پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔ وہ حاسدوں اور دشمنوں کا شکار ہو گیا تھا۔ اور درحقیقت سچا اور بے نظیر محب ملک تھا۔ اس بات کو ساری دُنیا تسلیم کرتی ہے ۔

ہر ہندوستانی پر واجب ہے کہ وہ حب الوطنی میں تھمسٹوکلیس کی پیروی کرے ۔

ملک کی خاطر قربانی

جب ایران کے بادشاہ زرکسیز نے یونان پر فوج کشی کی تو یونانیوں کو اپنے ملک کے بچانے کی فکر پڑی۔ اور کرنتھ کے مقام پر یونانیوں کی متحدہ سلطنتوں کی ایک کانگریس جمع ہوئی تا کہ جو تجاویز یونان کے بچانے کے متعلق قرار پائیں اُن پر عمل کیا جائے۔ ابھی کانگریس اپنا اجلاس ختم نہ کرنے پائی تھی کہ تھسلی سے پیغامبر امداد مانگنے کے لئے آ گئے۔ مقدونیہ سے ایک راستہ تھسلی کو ایک تنگ پہاڑی درّے میں سے ہو کر آتا تھا۔ اگر سپاہ فارس کا اس پر قبضہ ہو جاتا یونان کا فتح کرنا ایک آسان بات ہو جاتی۔ یونانیوں نے ایک فوج اہل تھسلی کی امداد کے لئے روانہ کی جس نے وادی ٹیمپی میں مقیم ہو کر فارسی لشکر کو روکنا چاہا۔ لیکن فارسی لشکر نے سمندر کی طرف سے آگے بڑھ کر اُن کو آ لیا۔ اور درّے سے تھرماپلی کا رخ کیا۔ اس درّے پر ایرانی فوج کا قبضہ ہو جاتا ہے تو یونان کی فتح کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا +

تھرماپلی کا درّہ صرف اس قدر کشادہ تھا کہ اُس میں ہو کر ایک سار تھ گذر سکے۔ پس یونانیوں کو اس درّے کی حفاظت کی فکر لاحق ہوئی اور صلاح و مشورہ کے بعد قرار پایا کہ اسپارٹا کا سورما لیونیڈس معہ ایک جانباز فوج کے اُسی درّے پر جائے اور ایرانی ٹڈی دل لشکر کو روکے۔ یہ شخص بڑا جانباز اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا۔ ملک کی بہبودی کی خاطر

وہ جان قربان کرنا ایک ادنےٰ سی بات سمجھتا تھا۔ اُس نے اسپارٹا کے تین سو بے جگر اور جانباز بہادر اپنے ساتھ لئے اور درّے پر ڈیرہ جمایا۔ اور چوکی پہرہ مقرر کرکے ایرانی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ سات ہزار جرار یونانی درّے کے پیچھے گھات میں لگے رہے۔

جب زرکسیس کو معلوم ہوا کہ درّے پر صرف چند سو جانباز یونانی ہیں تو اُسے مطلق فکر نہ ہوئی۔ اُس نے خیال کیا کہ اُن کو تو ایک حملہ ہی میں پیس ڈالونگا۔ مگر اُس نے ایک جاسوس یہ معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جاسوس نے جاکر بیان کیا کہ یونانیوں نے اپنی ڈھالیں زمین پر گاڑ دی ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں۔

زرکسیس کو کھیل کود پر بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ غنیم کی یورش کے وقت کسی ملک کے باشندے کھیل کود کو روا نہیں رکھ سکتے تھے۔ اُس نے خیال کیا کہ یہ لوگ بیوقوف ہیں۔ جو تھوڑی ہی سی جماعت کے ساتھ ایرانی سپاہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا خون کرنا اچھا نہیں۔ جب وہ ایرانی فوج کی طاقت اور شمار سے واقف ہو نگے تو خوف کھاکر خود ہی چلے جائینگے۔ اس خیال سے زرکسیس چار دن تک ایک مقام پر مقیم رہا۔ مگر جب کچھ مایوسی ہوئی تو اُس نے پیش قدمی کی۔ اور اپنی فوج کو یونانیوں کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ الغرض ایرانی فوج بڑھی اور جانباز یونانیوں سے مقابل ہوئی۔ دونوں میں مقابلہ ڈٹا اور دو دن تک خونریز جنگ رہی۔ ایرانیوں کا زور شور سے حملہ کرنا اور یونانیوں کا اُن کو پسپا کر دینا ایک عجیب سماں تھا۔ جانبین سے

تک سورما لڑتے۔ کٹتے اور مرتے رہے۔ لیکن یونانیوں نے
ایرانیوں کو درّے کے پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔

تیسرے دن ایک دغاباز یونانی کی مدد سے ایرانی سپاہ
کو درّے تھرماپلی پر قبضہ کرنے موقع ہاتھ آگیا۔ اُس سے معلوم ہُوا
کہ درّے سے فوکیا کو عبور کرکے درّے تھرماپلی پر قبضہ ہو سکتا
ہے۔ چنانچہ ایک مضبوط فوج فوکیا کی طرف روانہ کی گئی۔ اہل فوکیا
نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھاکر بھاگ نکلے۔ اور ایرانی لشکر آگے
بڑھا تاکہ پیچھے سے جانباز یونانیوں پر حملہ کرے۔ چنانچہ دونوں
طرف سے جانباز یونانی ایرانی فوج میں گھر گئے۔ اُن کی وہی
مثل ہوئی کہ "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"۔ مگر اس کی
خبر لیونیڈس کو بھی مل گئی۔ اس وقت یونانی فوج پر بڑا خوف
غالب آیا۔ مشورے کے بعد قرار پایا کہ اہل اسپارٹا اپنے ملکی
قانون کے مطابق واپس نہیں جاسکتے ہیں۔ البتہ دیگر یونانی
اگر چاہیں تو واپس چلے جائیں۔ اس لئے سات ہزار یونانی
سپاہ ایک طرف چلتی بنی۔

اسپارٹا والے بڑے غیرتمند اور باحمیت تھے۔ اُن کے
ہاں یہ قانون تھا کہ میدان جنگ میں جاکر واپس نہیں
آنا چاہیئے۔ اور نہ دشمن کو پیٹھ دکھانی چاہیئے۔ بلکہ مقابلہ
میں کٹ کر مرجانا چاہیئے۔ اُن پر سعدی کا یہ شعر بالکل صادق
آتا ہے۔ کہ

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
ایں منم کندر میان خاک و خوں بینی سرے

جب ایرانی سپاہ درّے کے نزدیک پہنچی تو لیونیڈس نے

کھُلے میدان میں اُن کا مقابلہ کیا۔ اور حملہ آور ہو کر ایرانیوں کی پہلی صف ہلاک کر دی اور باقی صفوں کو پراگندہ کر دیا۔ اہل فارس کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر اُن میں جانباز بہت ہی کم تھے۔ برخلاف اس کے ایک ایک یونانی اپنے ملک کی آزادی کے لئے جان دینے پر تُلا ہوا تھا۔ لڑائی جاری رہی سینکڑوں ایرانی کام آئے یونانی بھی مارے گئے۔ مگر لیونیڈس کی جماعت کے دم خم میں فرق نہ آیا۔ آخر کار جنگ میں لیونیڈس بھی مارا گیا۔ مگر یونانیوں کی ہمت فسخ نہ ہوئی۔ بلکہ مقابلہ پر ڈٹے رہے اور پہلے کی نسبت زیادہ جانبازی دکھائی۔ اور چار مرتبہ سپاہ فارس کا مُنہ موڑ دیا۔ مگر جب لڑتے لڑتے اور مرتے مرتے ان کی تعداد بہت ہی کم رہ گئی تو وہ لیونیڈس کی لاش کو بیچ میں لے کر ایک ٹیلہ پر جا بیٹھے۔ جہاں سپاہ فارس نے اُنہیں چاروں طرف سے گھیر کر تہ تیغ کر دیا۔

یہ ہے سچّی حب الوطنی کی مثال۔ درّے تھرما پلی پر ایک سنگین کتبہ ہے جس میں لیونیڈس اور اُس کے ہمراہیوں کے بہادرانہ کارناموں کے حالات کندہ ہیں۔ جو اہل یونان کو اب تک حبّ الوطنی کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔

محبّ ملک لکرگس

بہت سے انقلابات دیکھنے کے بعد یونان میں آرگوس۔ ایتھنز اور اسپارٹا کی ریاستیں بڑے عروج پر پہنچ گئیں۔ اُن میں سے اسپارٹا زیادہ عروج پر تھا۔ اُس کی عظمت و عروج اور ترقی کا باعث شاہی خاندان کا ایک نیک دل اور محب ملک شخص لکرگس تھا۔

زمانہ دراز سے اسپارٹا کا شاہی خاندان لوگوں پر دن بدن زیادہ سختیاں کرتا گیا۔ اور رعایا ظلم و ستم کے باعث سخت تکلیف اور حکمرانوں سے بیزار رہنے لگی۔ جب لکرگس کے باپ نے انتقال کیا تو تاج و تخت کا وارث لکرگس کا بڑا بھائی پولی ڈیکٹس ہوا۔ لیکن وہ بھی تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہو گیا۔ اور لوگوں نے ایک دل ہو کر لکرگس کو بادشاہ بنانا چاہا۔ اُس نے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ لیکن بادشاہت کرنے کی نیت سے نہیں۔ بلکہ اس نیت سے کہ جب تک اُس کی بیوہ بھاوج جو حاملہ تھی کوئی بچہ نہ جن لے تب تک ملک کا انتظام کرے۔

یہ ارادہ کر کے لکرگس نے اعلان کر دیا کہ اگر اُس کے بھائی کی بیوہ بیوی کے بیٹا پیدا ہو تو وہ وارث تاج و تخت سمجھا جائیگا۔ اور اس کے ایام نابالغی ختم ہونے تک میں ملک کا نظم و نسق کرتا رہونگا۔ اسی لئے لکرگس نے شاہی اتالیق کا لقب اختیار کیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد بیوہ ملکہ نے لکرگس

سے کہا کہ اگر تُو میرے ساتھ شادی کرے تو میں اپنے بچے کو ہلاک کر دونگی۔ لکرگس کے لئے یہ بڑی آزمائش تھی۔ اگر وہ بادشاہی کا خواہاں ہوتا یا کمزور طبیعت کا شخص تو اس تجویز کو فی الفور قبول کر لیتا*

لکرگس نے اُس وقت چال سے کام لینا چاہا۔ اُس نے بظاہر ملکہ سے وعدہ کر لیا کہ وہ اُس کے ساتھ شادی کر لیگا۔ لیکن ساتھ ہی ملکہ سے یہ بھی کہا کہ تم حمل گرانے کی غرض سے کوئی دوا وغیرہ نہ کھانا۔ کیونکہ اس سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائیگی۔ جس وقت بچہ پیدا ہوگا تو میں اُسے خود کسی ترکیب سے ہلاک کر دونگا۔ بیوقوف ملکہ لکرگس کا جواب سنکر بہت خوش ہوئی۔ لکرگس نے ملکہ کو صرف دھوکا دیا۔ ورنہ اُس کا دلی ارادہ تو یہ تھا کہ جب بچہ پیدا ہو تو وہ اُس کی بڑی حفاظت کے ساتھ پرورش کرے اور اُس کے بالغ ہونے پر تاج و تخت اُس کے حوالے کر دے۔ جب لکرگس کو معلوم ہُوا کہ ملکہ دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اُس کے بچہ پیدا ہونے کو ہے تو اُس نے کئی آدمی تعینات کر کے اُن کو یہ فہمائش کی کہ دیکھو بچہ ہلاک ہونے نہ پائے۔ اگر لڑکی پیدا ہو تو اُسے ملکہ کے حوالے کر دو اور لڑکا ہو تو اُسے فی الفور میرے پاس لاؤ۔ اور میں چاہے کیسے ہی کام میں مصروف ہوں اور چاہے کوئی وقت ہو تم لڑکے کو مجھ تک پہنچا دو۔ کہتے ہیں کہ جب وہ شہر کے حاکموں کے ساتھ شب کا کھانا کھا رہا تھا تو لوگ لڑکے کو لائے۔ لکرگس نے اُسے ہاتھوں میں لیا لے کر حاکموں سے کہا کہ "دیکھئے یہ آپ کا نیا بادشاہ ہے" اُس نے اُسی وقت بچے کو تختِ سلطنت پر رکھکر اُس کا نام

چار برس اُس رکھ دیا۔ حاضرین اُس کی عالی حوصلگی اور بے غرضی کو دیکھ کر عش عش کرنے لگے۔ اور اس طرح لکرگس کی حکمرانی کا زمانہ صرف ۸ ماہ تک رہا +

رعایا لکرگس کے نیک اوصاف کی دلدادہ تھی۔ اور اسی لئے اُس کی بڑی قدر و وقعت کرتی تھی۔ وہ اُس کے اشاروں پر چلتی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو نئے بادشاہ کو ہلاک کرا دیتا۔ اور لوگ اُسے بخوشی بادشاہ قبول کر لیتے۔ لیکن وہ غاصب فرمانروا نہیں بننا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ حکمرانی سے نفرت رکھتا تھا کیونکہ وہ ایک اور ہی خدمت کو انجام دینا چاہتا تھا جس میں کل ملک کی بہتری ہو سکتی تھی +

جب ملکہ نے دیکھا کہ لکرگس نے بچے کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اُس کی پرورش بڑی حفاظت کے ساتھ ہونے لگی۔ لکرگس اُس کا اتالیق رہنا چاہتا ہے۔ اور جب لڑکا بالغ ہو گا تو لکرگس اُسے بادشاہ بنا دیگا۔ تو اُس کی اپنی اُمیدوں پر پانی سا پھر گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ لکرگس اُسے نہ اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے اور نہ خود بادشاہ بننا۔ پس اُسے بے حد ملال ہوا۔ اور اب اُس نے اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر یہ بات نقش کرنا چاہی کہ لکرگس اُس کے بیٹے کے خون کا پیاسا ہے۔ اُس نے لوگوں سے کھلم کھلا کہا کہ اگر اُس کے بیٹے پر کوئی حادثہ گذر ا یا اُس کی جان پر کوئی آفت آئی تو یہی سمجھا جائے کہ اُس کا باعث لکرگس ہے +

جب نیک دل اور خدا ترس لکرگس نے سمجھ لیا کہ اُس کی شہرت معرض خطر میں ہے اور اُس کی نیک نامی اور نیک

ہی پر حرف آنے والا ہے۔ تو اُس نے اپنے کو الزامات سے بچانے کے لئے یہ تجویز نکالی کہ وہ نئے بادشاہ کو قابل اعتبار لوگوں کی ایک جماعت کی حفاظت میں چھوڑ کر غیر ممالک کو اُس وقت تک کے لئے چلا جائے جب تک کہ نیا بادشاہ بالغ ہو کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لے لے اور اُس کے ایک فرزند بھی پیدا نہ ہو جائے۔ الغرض یہ کہ وہ سیر و سیاحت کی غرض سے اسپارٹا کو خیر باد کہکر چلتا بنا +

اسپارٹا سے روانہ ہو کر وہ کریٹ پہنچا۔ جہاں کے ملکی قوانین کی خوبی۔ لوگوں کی سخت جانی اور جانفشانی۔ طرز معاشرت کی سادگی دیکھ کر اُسے بڑی ہی حیرت ہوئی۔ اُس نے اُن کے بہت سے قوانین کو اپنے ملک میں جاری کرنا چاہا۔ کچھ عرصہ کریٹ میں قیام کر کے لکرگس ایشیا کو گیا۔ جہاں کے باشندوں کو اس نے عیش پرست اور فضول خرچ پایا۔ پھر وہ مصر کو گیا جہاں اُس نے علم و فنون سیکھے۔ اس ملک میں انتظام سلطنت عمدہ تھا۔ پیشوں کے مطابق لوگوں کی تقسیم فرقوں اور ذاتوں میں تھی۔ یہ دونوں باتیں لکرگس کو پسند آئیں +

لکرگس کی غیر حاضری میں اہل اسپارٹا کو اُس کے جاری کردہ قوانین کی خوبی محسوس ہوئی۔ اور انہوں نے اسپارٹا کے دونوں بادشاہوں کی منظوری سے اُسے واپس بلانے کے لئے اُس کے پاس پیغامبر روانہ کئے۔ واضح رہے کہ اسپارٹا کے تخت پر ایک ہی وقت میں دو بادشاہ حکمرانی کرتے تھے۔ لکرگس واپس آیا اور اُس نے ملکی قوانین محض ملک کے

لوگوں کی بہتری کے لئے ترمیم کرنا شروع کئے +
سب سے اول اُس نے بادشاہوں کے باہمی تنزاع کو مٹانا چاہا۔ اور اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے اُس نے اُن کے اختیارات محدود کئے۔ اور مملکت کی تکمیل کے لئے اُس نے تیس بزرگوں کی ایک مجلس مقرر کی۔ جس میں دونوں بادشاہ اور ۶۰ برس سے زیادہ عمر کے ۲۸ باشندے انتخاب کے ذریعہ داخل کئے جاتے تھے۔ یہ شاہی مجلس کہلاتی تھی۔ ان ۲۸ لوگوں کا انتخاب اس طریقہ میں کیا جاتا تھا کہ جن لوگوں کی رائے سے انتخاب کیا جاتا تھا وہ ایک مکان میں اجلاس کرتے تھے۔ اُس کے پاس ہی ایک مکان میں وہ لوگ جمع ہوتے تھے جو اُس مجلس میں اپنا انتخاب چاہتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک ایک کر کے یہ سارے لوگ انتخاب کرنے والی جماعت کے سامنے سے گذرتے تھے۔ لوگ اُن کی تعریف میں نعرے بلند کرتے تھے۔ جن کو کچھ مقرر شدہ لوگ درج کرتے جاتے تھے۔ جس کی تعریف میں سب سے زیادہ نعرے یا مقررہ تعداد نعروں کی نکلتی تھی وہی منتخب کر لئے جاتے تھے۔ یہ ۲۸ ممبر بادشاہوں اور رعایا کی طاقت کو ایک برابر یعنی ایک ہی پیمانے پر رکھتے تھے۔ جب وہ رعایا کو زیادتی کرتے دیکھتے تو بادشاہ کی طرفداری کرتے اور جب بادشاہ کو زیادتی کرتے دیکھتے تو رعایا کی طرفداری +

لکرگس نے ایک اور مجلس مقرر کی جس میں تیس سال کی عمر تک کے اصلی شہری شامل کئے جاتے تھے۔ اس کا اجلاس ہر ماہ میں ایک بار کھلے میدان میں ہوا کرتا تھا۔ اس

مجلس کو مجلس شاہی کے فیصل کیئے معاملات پر بحث کرنے کا اختیار نہیں حاصل تھا۔ بلکہ اُن کی بابت صرف "ہاں"، یا "نہیں"، یا "منظوری"، یا "نامنظوری" کی رائے دینے کا۔ اس مجلس کے متعلق یہ بھی قرار پایا کہ اگر عام لوگ کسی قانون کے خراب کرنے کے لیئے کوشش کریں تو شاہی مجلس اور بادشاہ اُن کا اجلاس چھوڑ کر چلے جائینگے۔ گویا اجلاس برخاست کر دیا جائیگا +

پھر لکرگس نے لوگوں میں مساوات کا درجہ قائم کرنا چاہا۔ اُس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ بالکل غریب ہیں اور بہت سے دولت مند۔ پس اُس نے اسپارٹا کی اراضی کو نو ہزار حصوں میں تقسیم کیا۔ جسے اُس نے نو ہزار شہریوں میں تقسیم کر دیا۔ لاکونیہ کی باقی اراضی کو اُس نے ۳۰ ہزار حصوں میں تقسیم کر کے اُسے ۳۰ ہزار لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر حصے میں اس قدر اراضی شامل تھی کہ اُس میں مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہو سکتی تھیں:۔ ۷۰ بُشل (ایک بُشل برابر ۳۲ سیر کے) گندم ایک مرد کے لیئے۔ اور ۱۲ بُشل گندم ہر عورت کے لیئے۔ مزید براں ایک خاص مقدار تیل اور اُن چیزوں کی بھی پیدا ہوتی تھی جن سے شراب بنائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قید لگا دی کہ کوئی شخص اس سے زیادہ اراضی نہ رکھ سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے سے زیادہ مالدار نہ ہو سکے +

پھر لکرگس نے مساوات قائم رکھنے کی غرض سے ایک اور تدبیر یہ نکالی کہ سونے چاندی کے سکہ کا رواج ملک سے

اُٹھا دیا۔ اس سے لوگوں میں بیحد سادگی آگئی۔ کیونکہ وہ اس سکّہ کے ذریعہ سے ساز و سامان بہم نہیں پہنچا سکتے تھے آہنی سکّہ کے رواج سے ملک سے نا انصافی بہت کچھ دور ہو گئی +

پھر لکرگس نے مساوات کے اصول کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے یہ قانون جاری کیا کہ سوائے خاص حالتوں کے سارے لوگ خواہ بادشاہ ہو یا رعایا۔ حاکم ہو یا معمولی شہری ایک ہی جگہ اور ہی سا کھانا کھائیں۔ صرف بادشاہ کو دُہرا حصہ اعزازی طور پر دیا جاتا تھا۔ ہر دستر خوان پر ۱۵ شخص کھانا کھاتے تھے۔ کھانے پینے کے لئے ہر شخص کو مسکوٹ میں ہر ماہ ۲۲ سیر غلہ۔ آٹھ گیلن شراب۔ ڈھائی سیر پنیر سولہ سیر انجیر اور گوشت مچھلی کے لئے کچھ دام دینا ہوتے تھے۔ کھانے کے لئے یہ چیزیں ملتی تھیں :۔ دلیا۔ شوربا۔ روٹی۔ پنیر۔ شراب۔ شکاری اور قربانی چڑھانے والے گوشت کا ایک حصّہ مسکوٹ میں بھیج دیتے تھے۔ مسکوٹ میں بچّوں کو بھی کھانا پڑتا تھا۔ اس تجویز پر امیر لکرگس سے ناخوش ہو گئے۔ اور انہوں نے اُسے مار اپیٹا۔ اور اُس کی آنکھ میں ضرب آئی +

پھر لکرگس نے یہ قانون جاری کیا کہ نہ رات کو یہاں تک کہ اندھیری رات کو بھی سڑکوں پر روشنی کی جائے اور نہ کسی کو مشعل یا لالٹین رکھنے کی اجازت ہو۔ اس میں یہ نفع تھا کہ لوگوں کو جنگ کے وقت چلنے میں دقت نہ ہو۔ اور یہ کہ اُن کو اندھیرے میں چلنے کی عادت پڑ جائے +

ایک مفید قانون لکرگس نے یہ جاری کیا کہ اہل اسپارٹا کسی ایک ہی قوم سے بار بار جنگ نہ کریں۔ کیونکہ اس سے اُس قوم میں فن حرب کی قابلیت۔ سپاہیانہ اطوار اور سخت جانی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک جنگجو قوم بنکر خوب مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس سے اہل اسپارٹا اُس قوم کو مغلوب نہیں کر سکینگے۔ اس کی سچی مثال اہل بوئیٹیہ ہیں۔ جو مسلسل جنگ وجدل کے ذریعہ اچھے سپاہی بن گئے۔ یہانتک کہ اسپارٹا والوں پر بھی سبقت لے گئے +

لکرگس نے یہ قانون بھی جاری کیا کہ لڑکیوں کو بھی ناچنے کودنے۔ کشتی گیری اور دیگر ورزشوں کی مشق کرنی چاہیئے۔ تاکہ اُن کی جسمانی طاقت عمدہ ہونے کے باعث وہ اچھی اولاد پیدا کر سکیں۔ نیز اپنی اولاد میں جوانمردی کا جذبہ پیدا کر سکیں۔ اس لیئے لڑکیاں سرکاری نگران کی نگرانی میں رکھی جاتی تھیں۔ اور مائیں جبکہ اُن کے بیٹے جنگ میں شریک ہونے جاتے تھے تو یہ کہتی تھیں کہ یا تو ڈھال واپس لانا یا اُس پر پڑکر آنا۔ ڈھال اس قدر بھاری ہوتی تھی کہ اُس سے خلاصی حاصل کرنا دشوار تھا۔ اور اُسے چھوڑ کر بھاگنا نامردی سمجھی جاتی تھی۔ جو لوگ جنگ میں مارے جاتے تھے وہ گھروں کو ڈھالوں پر ڈال کر بھیجے جاتے تھے۔ عورتیں مردوں کو شریفانہ اور حب الوطنی کے کاموں کے لیئے تحریک دلاتی تھیں +

لکرگس کا قانون لڑکوں کے حق میں نہایت سخت تھا۔ چنانچہ لڑکوں کی تعلیم اس طریقہ میں کی جاتی تھی کہ وہ بُرے

ہو کر سخت جان اور جنگجو سپاہی۔ وفادار شہری اور محب وطن نکلیں۔ بچے پیدا ہوتے ہی ایک مجلس میں حاضر کئے جاتے۔ جہاں اُن کی جسمانی صحت کا امتحان کرایا جاتا تھا۔ جو کمزور ہوتے وہ ہلاک کر دیئے جاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نہ اپنی ذات کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے تھے اور نہ ملک کو۔ پیدا ہوتے ہی اُن کو پانی کی جگہ شراب میں غسل دیا جاتا تھا کہ وہ سخت جان اور مضبوط ہو جائیں۔ سات سال تک لڑکے اور لڑکیاں گھروں میں عورتوں کی نگرانی میں رہتے تھے جو ان کو ورزشوں کی مشق کراتی تھیں۔ اس کے بعد سرکار کے مقرر کردہ نگرانوں کی نگرانی میں۔ اُن کو جماعتوں میں تقسیم کر کے ان سے ورزش کرائی جاتی تھی۔ سات سے ۱۸ سال تک لڑکے لڑکے۔ ۱۸ سے ۲۰ تک کے نوجوان ۲۰ سے ۳۰ تک کے جوان۔ اور تیس کے اوپر کے شہری کہلاتے تھے لڑکوں کو ہر طرح سخت جانی سکھائی جاتی تھی۔ سادہ غذا اور سخت ترین ورزش۔ جاڑوں میں تن ڈھکنے کے لئے ذرا سا کپڑا۔ جوتے ندارد۔ ہر سال بڑے لڑکوں کو کوڑوں کی مار لگائی جاتی تھی۔ بچوں کو تھوڑا سا لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ مگر یہ تعلیم اُن کی اصلی تعلیم و تربیت کا کوئی لازمی جزو نہیں تھا۔ البتہ دوڑ بھاگ۔ تمہ بازی۔ کشتی۔ کود۔ پھاند وغیرہ کی ورزش خوب کرائی جاتی تھی۔ الغرض یہ کہ لڑکے والدین کی ملکیت نہیں سمجھے جاتے تھے بلکہ سلطنت اور ملک کی ملکیت۔

لکرگس کے ایک قانون کی رو سے نہ اسپارٹا والوں کو غیر

ممالک میں جانے اور رہنے کی اجازت تھی اور نہ غیر ممالک والوں کو اسپارٹا میں آنے اور رہنے کی اجازت۔ کیونکہ اس سے اسپارٹا والے دوسری قوموں کی عادات سیکھ کر بگڑ سکتے تھے۔ اور دوسری اقوام کے لوگ اُن کی عادات سیکھ کر سُدھر سکتے تھے +

مختصر یہ کہ لکرگس نے اپنے ملک والوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنی ذات پر بھروسہ رکھیں اور شہد کی مکھیوں کی مانند ملکی مجلس اور بادشاہ کی رائے پر چلیں۔ اور کل ملک کو نفع پہنچائیں۔ وہ عزت کے دلدادہ ہوں۔ وہ سرگرم ہوں اور اپنے ملک کا فائدہ مدنظر رکھیں۔ اور سچی حب الوطنی سیکھیں اور اُس پر عمل کریں +

جب لکرگس کو اطمینان ہو گیا کہ لوگ اُس کے قوانین پر عمل کرنے لگے تو اُس نے اُن کو لازوال بنانے کی فکر کی۔ اور ایک مجلس میں درخواست کی کہ ابھی اصلی بات جسے وہ انجام دینا چاہتا ہے نامکمل ہے۔ اس لئے یہ وعدہ کرو کہ میری عارضی غیر حاضری میں میرے قوانین کی خلاف ورزی نہ کرو گے۔ انھوں نے وعدہ کیا۔ اور ڈیلفی کے مندر میں لکرگس مکاشفہ لینے کے لئے حاضر ہوا کہ آیا اُس کے قوانین جاری رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ مکاشفہ کا یہ جواب ملا کہ رہ سکتے ہیں۔ پس اُس نے واپس آکر لوگوں کو مکاشفہ سنا کر کہا کہ میری اصلی غرض پوری ہو گئی۔ جب تک تم ان قوانین پر عمل کرتے رہو گے۔ جب تک دُنیا میں خوش حال اور فاتح رہو گے۔ اُس کی یہ رائے بالکل درست نکلی۔ کیونکہ جب تک اسپارٹا

والے اُس کے قوانین پر عمل کرتے رہے۔ تب تک یونان بھر میں سب سے زیادہ خوشحال اور زوردار رہے +

اس کے بعد لکرگس نے یہ سمجھ کر کہ کسی وقت اسپارٹا والے اُسے اُس کے جاری کردہ قوانین کو منسوخ کرنے کے لئے مجبور نہ کریں وہ اسپارٹا سے چلا گیا اور اُس نے اپنی زندگی کا اپنے ہاتھوں سے خاتمہ کر دیا +

"مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے محبّ وطن کے نقش قدم پر چلنا اپنا فخر سمجھتے ہیں" +

محبِّ مُلک سولن

سولن ایتھنس کے ایک نہایت معزز و شریف خاندان سے اور شاہ کوڈرس کی نسل سے تھا۔ چونکہ اُس کا باپ اپنا سارا مال و دولت لُٹا چکا تھا اور سولن نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی کا دست نگر بنکر رہے۔ اس لئے اُس نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس پیشہ کے باعث اُسے مختلف ملکوں کا سفر کرنا پڑا۔ سفر میں اُسے بہت سے فلاسفروں مدبّروں اور عقلمندوں سے ملنے جُلنے اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا خوب ہی موقع ملا۔ اُس نے علوم کی تحصیل کی اور خاصکر فلسفہ اخلاق کی۔ یہاں تک کہ یونان نے سات بڑے عقلمندوں میں شمار کیا گیا +

اہل ایتھنس نے نواحی ریاستوں سے جنگ و جدال کی

جس میں اُنہیں بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔ اول تو ملک میں اُمرا کی حکومت نے غضب ڈھایا۔ اُنہوں نے ایسے قوانین بنائے جن سے اُن ہی کا نفع ہو سکتا تھا۔ رعایا کی گویا عام لوگوں کی بھلائی مطلق نہ ہو سکتی تھی۔ انجام یہ ہوُا کہ ملک میں فتنہ و فساد اور جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ پھر غیر ملک والوں سے جنگ و جدل میں سخت ناکامی اور نقصان اُٹھانا پڑا۔ جس وقت ایتھنس اس کشمکش اور جان کنی کی حالت میں تھا تو سولن نے ان آفت خیز باتوں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا +

ایتھنس کو میگیرا کی چھوٹی سی ریاست سے جزیرۂ سلامس پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے جنگ کرنی پڑی۔ مگر متواتر ناکامی رہی۔ اس لئے اہل ایتھنس نے یہ قانون بنایا کہ جو کوئی آیندہ سلامس کو فتح کرنے کے لئے جنگ کی رائے دیگا اُسے سزائے موت دی جائیگی۔ اگرچہ ہزاروں دلاوروں کو یہ قانون پسند نہ آیا لیکن جان کے خوف سے چپ رہے۔ تاہم سولن نے ہمّت باندھکر اس معاملہ کو ایک دن لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ وہ پرانی وضع کا لباس پہنکر سر بازار کھڑا ہو گیا۔ اور جب لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ تو اُس نے اپنے طبع زاد اشعار پڑھے۔ جن سے لوگوں میں نہ رکنے والا جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ اُس کی سپہ سالاری میں جہازوں پر روانہ ہو کر سلامس جا پہنچے۔ اور اہل میگیرا کو شکست فاش دے کر جزیرہ پر پھر قبضہ کر لیا +

اس واقعہ سے لوگوں کو سولن کی ذات پر بڑا اعتبار ہو گیا۔ وہ اُس سے ہر بات میں رائے لینے لگے۔ سولن نے

ملک کے اندرونی جھگڑوں کو طے کرنے کی غرض سے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ الکمیئن کے طرفداروں کا مقدمہ "وو تین سو کی مجلس" سے طے کرایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُسے اور اُس کے طرفداروں کو جلا وطن کیا گیا۔ اس خاندان کے جو لوگ فوت ہو چکے تھے اُن کی لاشیں سر زمین اٹیکا سے کھدوا کر ملک کے باہر پھنکوائی گئیں۔ اور اس طرح ملک میں کچھ عرصہ کے لئے امن و آمان ہو گیا۔

اس کے بعد سولن کی رائے کے مطابق ایتھنس ایک مقدس جنگ میں شریک ہوا۔ جس میں سولن نے کامیابی حاصل کی۔ اب تو سولن کی ملک میں سب سے زیادہ عزت ہونے لگی۔ اگر وہ چاہتا تو لوگ اُسے بادشاہ بنا دیتے لیکن اُسے یہ منظور نہ تھا۔ بلکہ اُس کی دلی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح ایتھنس کو امن و امان اور خوشحالی نصیب ہو۔ جب لوگوں نے اُس پر بہت زور دیا تو مجبوراً آرکن یعنی حاکم اعلےٰ کا عہدہ قبول کر لیا۔

اس زمانہ میں ملک اٹیکا کی حالت بہت خراب تھی۔ زرخیز زمینیں امیروں کے قبضہ میں تھیں۔ اور بنجر غریبوں کے پاس۔ غریب امیروں سے قرض لئے بغیر کاشتکاری نہیں کر سکتے تھے۔ مگر انہیں قرض پر بڑا بھاری سود دینا پڑتا تھا۔ فصل اچھی نہ ہونے کی حالت میں وہ قرضخواہ کو قرضہ کے عوض میں زمین دے دیتے تھے۔ اور اس طرح بہت سے لوگوں کو نئے حاکموں کا دست نگر بنکر گذارہ کرنا پڑتا تھا۔ جن لوگوں کے پاس زمین نہ تھی اُن کی حالت بہت ہی

ابتر تھی - اگر وہ قرض لیتے تو کفالت میں اپنے جسم و جان رکھ دیتے تھے - اس طرح بہت سے غربا اپنے دولتمند مالکوں کی ملکیت ہو گئے - جن کو وہ غلاموں کی طرح بیچ ڈالتے تھے - بعض وقت غربا اپنی اولاد کو بیچ دیتے تھے - اور بہت سے غیر ملکوں کو چلے جاتے تھے - جب لوگ جان سے تنگ آ گئے تو اُنہوں نے ظالموں کا مقابلہ کرنا چاہا - اور سولن کو اپنا سرغنہ بنایا *

اگر کوئی اور شخص ہوتا تو لوگ اُسے ملکی جھگڑوں کے طے کرنے کے لئے مقرر نہ کرتے - لیکن سولن کو سارے لوگوں نے سرغنہ قبول کر لیا - امرا نے اس خیال سے کہ وہ اُن میں سے ہے - غربا نے اس خیال سے کہ وہ اُن کا حامی ہے - تیسرے فریق نے اس خیال سے کہ وہ راستباز اور منصف ہے - اُس وقت بھی اُس کے دوستوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ بادشاہ بن بیٹھے - لیکن اُس نے قبول نہ کیا - جب سب لوگ اُسے سرغنہ تسلیم کر چکے تو اُس نے بڑی ہمّت دکھائی - کسی فریق کی بھی طرفداری نہ کی - بلکہ انصاف کی جو قوانین مناسب تھے اُن کو بحال رکھا - اور جو غیر مناسب تھے اُن میں ترمیم کی *

اُس نے اس قانون کو منسوخ کیا کہ لوگوں کو خفیف چوری کے جرم میں سزائے موت دی جائے - اُس نے امیر خاندانوں کا زور توڑا - دولتمندوں کی طاقت کو کم کیا - اہل ایتھنس میں سے کوئی شخص دوسرے کا غلام نہ بنایا جائے - جو لوگ غلام بن چکے تھے اُنہیں رہائی دلوائی گئی - اگر کوئی شخص قرضہ کی کفالت میں اپنا جسم و جان رکھے تو عدالت اُسے ناجائز قرار دے - نیز غریب والدین بچّوں کو غلامی میں فروخت نہ کریں -

سود کی ایک مناسب شرح مقرر کی گئی۔ اس وقت تک دولت کے لحاظ سے لوگوں کی قسم بندی تین درجوں میں تھی۔ مگر سولن نے ایک چوتھا درجہ بڑھایا۔ جسے اُس نے چند حقوق عطا کئے +

سولن نے جن چار درجوں میں لوگوں کو تقسیم کیا تھا وہ قسم بندی خاندانی اعزاز پر منحصر نہیں تھی۔ بلکہ دولت پر۔ اس کے ذریعہ بعض کفایت شعار غریب دولتمند بنکر امیر درجہ کے لوگوں میں شریک ہو جاتے تھے۔ اور کاہل وجود اور ناعاقبت اندیش امرا تنزل کر کے ادنےٰ درجہ کے لوگوں میں مل جاتے تھے۔ اول درجہ کے لوگ جن کو زیادہ حقوق حاصل تھے وہ ٹیکس بھی زیادہ دیتے تھے۔ اس درجہ میں آرکن اور بڑے حکّام شامل تھے۔ دوم درجہ میں فوجی سوار۔ سوم میں پیدل فوج۔ چہارم درجہ والے ٹیکس سے بری تھے۔ نہ وہ سرکاری ملازمت میں داخل کئے جاتے تھے۔ مگر جنگ کے وقت اُن سے پیادہ فوج یا فوجی قلیوں کا کام لیا جاتا تھا۔ وہ مجلس ملکی میں شریک ہوتے تھے۔ اور ملکی مجلس میں اُن قوانین کی منظوری یا منظوری کے متعلق اُن کو رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ جن پر "مجلس چہار صد" میں بحث ہو چکی تھی۔ تمام جوان شہری ملکی مجلس میں شریک ہو کر رائے دے سکتے تھے۔ عام لوگوں کو اُن امرا کے خلاف جو اُن کو ستاتے چارہ جوئی کا حق حاصل تھا +

اس کے بعد سولن نے مجلس ایریوپیگس کی اصلاح کی تمام آرکن اپنی خدمات سے سبکدوش ہونے پر اسی مجلس کے اراکین سمجھے جاتے تھے۔ اس مجلس کو کسی ایسے قانون کو نامنظور کرنے کا کلی اختیار حاصل تھا۔ جو ملک کے لئے مضر ہو۔ وہ ہر شہری کی

پرائیویٹ زندگی کی تحقیقات بھی کر سکتی تھی۔ اور کاہل الوجودوں اور اپنی اولاد کو تعلیم نہ دلانے والوں کو چشم نمائی کرتی تھی +

سولن نے یہ قانون بھی جاری کیا کہ چاروں درجہ کے لوگوں میں سے سو سو آدمی منتخب کر کے اُن کی ایک مجلس منعقد کی۔ اُس مجلس میں تمام مُلکی معاملات پر غور و خوض کیا جاتا تھا۔ تب کہیں وہ ملکی مجلس میں پیش ہوتے تھے۔ سب مجالس کے اوپر ایریئوپیگس تھی جو جملہ قطعات زمین کی نگہداشت کرتی تھی +

سولن نے ایک قانون یہ بھی جاری کیا کہ لوگ مُردوں کی بُرائی نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنا تقدس کے خلاف تھا۔ اور نزاع کی جڑ۔ مزید براں لوگ کسی مندر۔ عدالت انصاف۔ کسی مجلس ملکی کھیلوں کے جلسے میں ایک دوسرے کی برائی نہ کریں کیونکہ یہ جگہیں سرکاری سمجھیں جاتی تھیں۔ اور اُن میں بُرائی کرنے والا مجرم۔ اُس کو دو درہم عدالت میں جرمانہ دینا ہوتا تھا اور وہ بھی اُس شخص کو جس کی کہ وہ بُرائی کرتا تھا۔ اس قانون کا منشاء یہ تھا کہ لوگ برادرانہ محبت سے مل جل کر رہیں +

پھر سولن نے شادی اور غمی کی رسومات۔ سفر اور جہیز کے قوانین اور رسوم میں بہت کچھ اصلاحیں کر کے لوگوں کی فضول خرچی کو کم کیا۔ اور اُن کو کفایت شعاری کا پابند بنایا +

سولن نے لوگوں کی سستی اور کاہل الوجودی دور کرنے کے لئے یہ قانون جاری کیا کہ ایریئوپیگس مجلس لوگوں کے گذر اوقات کے ذرایع اور اُن کے اشغال اور طرز زندگی کی نگرانی کرے۔ تاکہ لوگ محنتی بنے رہیں۔ اور

کالعدم الوجود نہ ہوسکیں *
سولن نے ایک قانون کے ذریعہ سے تجارت اور صنعت وحرفت کے رواج کو ترقی دی اور ایک اور قانون کے ذریعہ سے غیر ملک والوں کو سرزمین اٹیکا میں آباد ہونے اور یونان کے شہریوں کے حقوق کے حقدار ہونے کو بھی رواج دیا *

سولن نے ایک اور قانون جاری کیا کہ اگر کسی بات پر دو فریق ہوں تو کوئی شخص دونوں سے علیحدہ نہ رہ سکے بلکہ کسی ایک فریق کے ساتھ شامل ہو جائے۔ جو شخص ایسا نہ کرے اُسے سزا دی جائے۔ وہ۔ وہ جائداد نہ رکھ سکے۔ کیونکہ ایسا شخص ملک کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا تھا *

جب سولن قوانین مرتب کر چکا اور اُنہیں ملک میں رواج بھی دے چکا اور ستونوں پر کندہ کرا کر عام راستوں اور گذرگاہوں پر نصب بھی کرا چکا تو اُس نے اہل ایتھنس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ اُس کی غیر حاضری میں دس سال تک اُس کے قوانین پر عمل کرینگے۔ اس کے بعد وہ اس خیال سے غیر ممالک کے سفر کے لئے چلا گیا کہ کہیں اہل ایتھنس اُسے اُس کے مقرر کردہ قوانین کی ترمیم کے لئے مجبور نہ کریں۔ دس سال تک وہ مصر ایشیائے کوچک اور دیگر ممالک کی سیر کرتا اور وہاں کے عالموں۔ فاضلوں اور مصنفوں وغیرہ کی صحبت سے فائدہ اُٹھاتا رہا۔ دس سال گذرنے پر وہ ایتھنس میں واپس آیا *

سولن کی دس سال کی غیر حاضری میں خود امرا نے غربا

کو دام فریب میں پھانس لیا۔ اور اُن پر ظلم و ستم کرنے لگے
اور ملک سے آزادی کافور ہونے لگی۔ ملک کے تین حصّوں
کے تین سرغنہ بن گئے۔ اُن میں سے ایک پیسٹراٹیوس بھی
تھا۔ جو غاصب فرمانروا بن گیا۔ اُس نے دونوں رقیبوں پر
ہر طرح غلبہ حاصل کر لیا۔ جب سولن ایتھنس واپس آیا۔ تو
اُسے ملک کی ابتر حالت دیکھ کر بے حد افسوس ہؤا۔ اُس نے
لوگوں کو آزادی کی طرف مائل کرنے کے لئے سر بازار ایک
تقریر کی۔ اگرچہ وہ اُس وقت بہت بوڑھا تھا۔ اور کوئی شخص
اُس کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ لیکن اُس نے اپنے فرض حب
الوطنی کو ادا کرنے میں دریغ نہ کیا۔ اُس کی تقریر کے آخری جملے
جو یہ ہیں قابل یادگار ہیں :۔

"لوگو! تمہارے لئے یہ آسان تھا کہ ظلم و ستم کی ترقی
کو روک دیتے۔ اور اُسے ملک میں قدم نہ جمانے دیتے۔
لیکن چونکہ اب اُس کے قدم خوب جم چکے ہیں اور اُس نے ملک
پر تسلط کر لیا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اُسے ملک سے
اُکھاڑ کر پھینک دو" +

اس کے بعد سولن گھر چلا آیا۔ اُس نے اپنے ہتھیار
اپنے دروازے کے باہر لٹکا دیئے۔ یہ اس امر کی علامت
تھی کہ وہ ظالم کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔ ہتھیار لٹکاتے وقت
اُس نے یہ بات کہی تھی :۔

"میں اپنے ملک کی آزادی اور اُس کے قوانین کی حمایت
حتے الامکان کر چکا" +

اگرچہ لوگوں نے اُس سے کہا کہ پیسٹراٹیوس تمہارا مددگار

ہے۔ اس لئے تم کو ایتھنس سے چلا جانا چاہئے۔ لیکن اُس نے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ بلکہ زندگی کے آخری ایام نظمیں کہنے میں صرف کئے۔ اور جن لوگوں نے اُسے پیسسٹراٹیوس کا خوف دلانا چاہا تھا اُن سے کہدیا کہ "اب میں بوڑھا ہوں مجھے ظالم کا کوئی خوف نہیں ہے"۔ الغرض زندگی کے باقی ایام گذار کر سولن فوت ہوگیا۔ اُس وقت لوگوں کو اُس کی حب الوطنی کی قدر معلوم ہوئی۔ بقول شخصیکہ:-

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے
یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد

فرانس کا محبِ مُلک سائیز

جوزف سائیز۔ یہ شخص ۱۷۴۸ء میں پیدا ہُوا۔ اور ۱۸۳۶ء میں فوت
وہ اُنقلاب فرانس کے زمانہ میں ایک مدبّر۔ مصنّف اور محبِ مُلک گذرا ہے۔
وہ ایک پادری تھا۔ جب فرانس میں انقلاب کی ابتدا ہونے سے پیشتر ملکی معاملا
میں خرابی واقع ہوئی۔ تو اُس نے اُن لوگوں کی طرفداری کی جو اصلاح چاہتے تھے
جب وزیر اعظم نیکر نے فرانس کے مصنفوں سے اسٹیٹس جنرل کے انعقاد
سے متعلق رائے دریافت کی تو سائیز نے یہی رائے دی۔ اُس نے پے درپے
کئی رسالے ملکی حالت پر شائع کئے۔ اور اُس اصول سے کہ ملک میں تین گروہ
ہیں۔ ملک کو چونکا دیا۔ اور اپنا طرفدار اور ہوا خواہ بنا لیا۔ اس اصول سے
متعلّق اُس نے تین سوال قائم کئے۔ جو یہ تھے۔ کہ:۔
سوال۔ تیسرا گروہ کیا ہے؟۔ جواب۔ سب کچھ ہے۔
سوال۔ اب تک وہ ملکی حیثیت سے کیا رہا ہے؟ جواب کچھ بھی نہیں۔
سوال۔ وہ کیا چاہتا ہے؟۔ جواب۔ کچھ ہو جانا (باوقعت ہو جانے)؛
ان سوالات اور اصول کی بدولت وہ حقوق مانگنے اور اصلاح چاہنے والوں
میں بےحد ہردلعزیز ہو گیا؛

اگرچہ فرانس میں انقلاب سے پیشتر بادشاہ۔ امرا۔ اور دینی پیشوا ہی ملک کے
مالک تھے۔ اور اگرچہ خود سائیز دینی پیشوا تھا۔ لیکن جب حقوق [illegible] کا موقع
پیش آیا۔ تو سائیز نے اپنے فرقہ کی طرفداری نہیں کی۔ بلکہ اُن پر سخت [illegible]
عوام الناس یعنی تیسرے گروہ کے حقوق کی حمایت کی۔ اور انتخابات سے متعلق ایک
پروگرام تجویز کیا۔ اس سے اُسکی ہردلعزیزی زیادہ ترقی کر گئی؛

سنہ ۱۷۸۹ء میں اسٹیٹس جنرل کے انتخاب کے موقع پر لوگوں نے اُسے پیرس کی طرف سے اپنا قائمقام منتخب کیا - اُسوقت اُس نے اسٹیٹس جنرل کے اجلاس میں یہ رائے دی - کہ تینوں گروہ یا طبقہ کے قائمقام اس مجلس میں شریک ہوں - لیکن جب اُس کی یہ تجویز نامنظور کی گئی تو اُس نے یہ تجویز پیش کی - کہ "فرانس کے قائمقاموں کی ایک قومی مجلس منعقد کیجائے" اس کے بعد اُس نے ایک رسالہ اس امر پر شائع کیا کہ بادشاہ مختار کل نہیں ہونا چاہئے - سنہ ۱۷۹۳ء میں اُس نے ملکی مجلس کے روبرو جو اظہار دیا - وہ اُسکی حق پسندی - ملکی خیر خواہی اور حب الوطنی کا سچا ثبوت ہے - وہ یہ ہے کہ "اُس نے اپنے عقیدہ سے (جیسویٹ عقیدہ رکھتا تھا) انکار کر دیا - اور کہا کہ میں تو آزادی اور برابری و مساوات کی خاطر وظیفہ سے جو مجھے سلطنت سے ملتا ہے دست بردار ہوتا ہوں"۔

ملک اور قوم کے سچے خیر خواہ اور محب وطن ایسے ہی ہوتے ہیں - جیسے کہ سائیز تھا - ایسے لوگوں کے نقش قوم پر چلنا بہبودی کی رونمائی کرتا ہے - چونکہ سائیز کے باقی حالات ہمارے مدعا سے متعلق نہیں - اس لئے قلم انداز کر دئے گئے +

مُحب مُلک ڈیسمولنس

اس شخص کا نام "لوسی سمپلائس کامیلی بنیوئسٹ ڈیسمولینس" تھا۔ وہ سنہ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوا۔ قانونی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُس نے سنہ ۱۷۸۹ء میں پولیٹیکل زندگی کا آغاز کیا۔ اور "اسٹیٹس جنرل" کے انتخاب سے جسکا نام بعد میں "قومی مجلس" رکھا گیا۔ ایک کمشنر کی حیثیت سے بہت کام کیا۔

جب شاہ لوئی نے نیکر کو برخاست کیا تو ڈیسمولینس کا نام سارے فرانس میں محب ملک کی حیثیت سے مشہور ہوگیا۔ ۱۲۔ جولائی سنہ ۱۷۸۹ء کو اُس نے شاہی محل میں گھس کر حاضرین کو دنگ کر دیا۔ کیونکہ یہ تقریر کی کہ "ہتھیار سنبھالو۔ بخاشگی تومینٹ. برتھالمیو کی قسم حب الوطنی کے حق میں زہر ہے"۔ اور دو پستول اپنے جامہ میں سے نکالکر کہا کہ میں پولس کے ہاتھوں میں زندہ تو نہیں جا سکونگا۔ اور محل سے اُتر کر لوگوں کے ہجوم میں جا پہنچا۔ اور یہ نعرہ لگایا "ہتھیار سنبھالو"۔ لوگوں نے چاروں طرف سے یہی نعرہ بلند کیا۔ اور سارے پیرس میں پھیلکر زبردستی ہتھیار حاصل کیئے۔ اس ہی ہجوم سے "قومی فوج" کی ابتدا ہوئی۔ ڈیسمولینس اُس کا بانی قرار دیا گیا۔ ۱۴ کو "قومی فوج" نے قلعہ بیسٹائل پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۷۸۹ء میں ڈیسمولینس کی کتاب "دی فرانس برٹی" یعنی آزادیٔ فرانس شائع کیگئی۔ جسمیں بڑی دلیری کے ساتھ بادشاہ۔ امرا۔ دینی پیشوا اور رعایا کے حقوق پر معقول بحث تھی۔ اس کتاب کی بیحد قدر ہوئی۔

ماہ نومبر سنہ ۱۷۸۹ء میں ڈیسمولنس نے ایک اخبار "انقلاب فرانس" کے نام سے جاری کیا۔ اس سے ڈیسمولنس بہت مشہور ہوگیا۔ ڈیسمولنس خیالات کے لحاظ

سے اکسٹریمسٹ تھا - ماہ جولائی ۱۷۹۱ء کو وہ ایک گروہ کے ڈپوٹیشن کا سرغنہ بنکر پیرس میں آیا - اس ڈیپوٹیشن نے لوگوں سے یہ درخواست کی کہ بادشاہ کو معزول کرلیا جائے - اسپر اُسکی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیاگیا +

۱۰- اگست ۱۷۹۲ء میں ڈینٹن "وزیر انصاف" مقرر کیا - اور ڈیسمولینس اُسکا سکرٹری - اسی سال ماہ ستمبر میں وہ "قومی مجلس" کا ممبر منتخب کیاگیا - وہ بادشاہ کے قتل اور شاہی حکومت اُٹھا دینے کا حامی تھا - اس لئے روبسپیر نے اُسے اور دوسرے اکسٹریمسٹوں کو اس خیال سے گرفتار کرایا کہ کہیں اُن کی زیادتی پسند کوشش حصول آزادی میں کوئی روک پیدا نہ کردیں - اور اُسے بھی ڈینٹن وغیرہ کے ساتھ پھانسی دلوادی +

اگرچہ "انقلاب فرانس" کے اکسٹریمسٹوں کا انجام موت ہوا - تاہم وہ لوگوں کے دلوں میں ایک جوش آزادی چھوڑ گئے - جو آخرکار جابرانہ شاہی حکومت کے مٹانے اور جمہوری سلطنت کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا +

پیری وکٹرنیئن ورگ نوڈ - یہ فرانسیسی فصیح البیان مقرر اور حامیٔ انقلاب سنہ ۱۷۵۳ء میں ایک سوداگر کے ہاں مقام بلوجس میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۳ء میں فوت ہوا - تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بورڈو کی پارلیمنٹ کے میر مجلس کا سکرٹری مقرر کیا گیا - اور قانون کا پیشہ اختیار کیا - زمانۂ انقلاب کے خیالات سے متاثر ہو کر وہ انقلاب کی حمایت کے درپے ہوا - اوسوقت اوسنے قومی گارد کے ایک ممبر کی جسنے ایک ہنگامہ برپا کرایا تھا بریت کے لئے پیروی کی - اسلئے خود اوسپر بھی نقض امن کا الزام لگایا - اوسوقت اوسنے ایک زبردست تقریر میں غریب پیشہ لوگوں کے مصائب کا بیان بڑے درد انگیز پیرایہ میں کیا - جس سے اوس کی فصیح البیانی کی بہت کچھ شہرت ہوئی ۔

سنہ ۱۷۹۱ء میں جب ملکی مجلس کے ممبروں کا دوبارہ انتخاب کیا گیا تو ورگ نوڈ بھی اس مجلس میں منتخب کیا گیا اور پیرس چلا گیا - ۲۵ - اکتوبر کو اوسنے جو تقریر اس مجلس میں کی اوس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب ملک فرانس میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی ہے جو فرانس کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرے گی - اس تقریر کے بعد ہی ورگ نوڈ مجلس کا میر مجلس بنایا گیا - جب انقلاب کا ظہور ہوا تو اوسنے یہ رائے ظاہر کی کہ ایک قانونی بادشاہت ملک میں قایم ہو - لیکن جب شاہ لوئی پیرس سے بھاگا تو اوس نے یہ رائے دی کہ فرانس کے لئے

جمہوری سلطنت مفید ہوگی۔ اوس کے خیالات سے اکسٹریمسٹ فریق نے بہت فائدہ اوٹھایا۔
اس کے بعد ورگ نوڈ دن بدن اکسٹریمسٹ ہوتا گیا۔ اوسنے کشت خون میں بھی حصہ لیا۔ اور سلطنت جمہوری کے کاز (مدعا) کو ترقی دیتا رہا۔ اور ۲۔ مئی ۱۷۹۲ء کو اوس نے ایک تقریر میں رائے دی کہ شاہی بدرقہ توڑ دیا جائے۔ اور اسی سال تیسری جولائی کو اوسنے انقلاب پسندوں کے روبرو یہ تقریر کی کہ بادشاہ نہ صرف مکار اور ظالم ہی ہے۔ بلکہ دغاباز بھی ہے اسکے بعد اوس نے ایک کمیٹی کے روبرو یہ تقریر کی کہ ایک قومی مجلس ملکی انتظام کے لئے مقرر کی جائے اور بادشاہ کو شرطیہ طور پر کچھ عرصہ کے لئے معزول کر دیا جائے +
ورگ نوڈ ایک ظالم بادشاہ کی حکومت کے خلاف تھا۔ مگر کشت وخون کا حامی دل سے نہیں تھا۔ چنانچہ ۱۵ ستمبر ۱۷۹۲ء میں جو کشت وخون ہوا اوس نے اوسکی خلاف آواز بلند کی جب ۳۱۔ دسمبر ۱۷۹۲ء کو ایک مجلس میں یہ بحث چھڑی کہ آیا شاہ لوئی کا مقدمہ عدالت میں فیصل کرایا۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو کس عدالت میں تو ورگ نوڈ نے یہ رائے دی کہ لوگوں سے اس بارہ میں ایک اپیل کیا جائے۔ اور اس مضمون پر اوسنے جو تقریر کی وہ بڑی طویل مدلل اور فصیح تھی اور فرانس کے پالیٹکس سے متعلق بے نظیر تھی۔ مگر اس تقریر میں اوسے کامیابی نہ ہوئی۔ چار دن بعد اوس کا وہ خط پکڑا گیا جس پر گوڈٹ اور گینسون کے بھی دستخط تھے۔ اور جس میں بادشاہ کو وہ مشورہ دیا گیا تھا جسکے لفظ لفظ سے حب الوطنی ٹپکتی تھی۔ لیکن اوسکے حاسدوں نے اوس خط کو بغاوت

پر محمول کیا۔

جب ۱۶- جنوری ۱۷۹۳ء کو ملکی مجلس میں بادشاہ کی سزا کے متعلق رائے لی گئی تو ورگ نوڈ نے سب سے پہلے رائے دی۔ اور قتل کی رائے اور ۱۷- جنوری کو اوسنے اپنی زبان سے بادشاہ کے قتل کا فتوے سنایا۔ حالانکہ وہ دل سے اسکے خلاف تہا۔ لیکن ملکی بہبودی کے خیال سے حامی۔ ورگ نوڈ کشت وخون کے بالکل خلاف تہا۔ چنانچہ جب دو عدالت انقلاب قایم کرنے کیلئے روبسپیر اور اوسکے پیرؤں نے رائے دی تو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہیوں نے اسکی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو دوینس کی مذہبی عدالت سے زیادہ سخت ہے اور یہ کہ میں اور میرے حامی اپنی جان دیدیں گے۔ مگر اس عدالت کے قایم ہونے کے لئے رائے نہ دینگے۔ امیر اوس کے حاسد بو پہلے ہی سے اوس کی جان لینے کے درپے تھے زیادہ غضبناک ہوئے۔ ۱۰- مارچ کو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہیوں کو بہاگ کر خفیہ جگہہ میں پناہ لینا پڑی۔ ورگ نوڈ اور روبسپیر میں مخالفت بڑہتی گئی۔ کیونکہ ورگ نوڈ نے ایک تقریر میں یہ کہا کہ ملکی مجلس کے اکثر اور زیادہ تر ممبر آزادی کے نام سے زیادتی اور خون کرتے ہیں۔ اس پر روبسپیر نے ملکی مجلس میں ورگ نوڈ پر الزام لگایا اور اپنے دعوی کی تائید میں اوس خط کو پیش کیا جو ورگ نوڈ وغیرہ نے شاہ لوئی کو مشورہ کے طور پر لکہا تہا۔ روبسپیر اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا اور ورگ نوڈ کے سر کے لئے انعام کا اشتہار شایع کیا گیا۔ ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہی جابجا چہپتے پہرے اور کشت وخون کرنے اور کرانے والوں کی مخالفت کرتے رہے۔ آخرکار ۲- جون

۱۷۹۳ء جبر پسند لوگوں نے ملکی مجلس سے اور اوسکے ساتھیوں کے قتل کا فتوے حاصل کرلیا *
ورگ نوڈ کو ایک ماہ تک خود اوسکی قیامگاہ اور لافورس جیل میں قید رکھا گیا - اوس کے خطوط سے ظاہر ہے کہ وہ انقلاب کا حامی تھا اور اپنے ملک سے بھی محبت رکھتا تھا - آخر کار ملکی مجلس نے ورگ نوڈ وغیرہ کے قتل کا فتوے صادر کیا - گنسوں نے ملکی مجلس میں اوس کی حمایت کرکے اوس کی بریت کے لئے کوشش کرنا چاہئے - مگر زیادتی پسندوں نے قبول نہ کیا - اور ۱۳۱ اگست ۱۷۹۳ء کو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتھیوں کو پھانسی دیدی گئی
دراصل ورگ نوڈ غلط فہمیوں کا شکار ہوا - ورنہ ویسے وہ ملک کا بدخواہ نہیں تھا - بلکہ سچا خیر خواہ اور محبت وطن *

یوریتومو

تاریخ جاپان کا ایک ایک صفحہ گواہی دے رہا ہے کہ اس ملک میں بادشاہ کا اقتدار اوس کے سپہ سالاروں - وزیروں شوگنوں یا اتالیقوں کے مقابلہ میں بہت کم رہا ہے - یہ لوگ جب فروغ پا جاتے تھے تو اپنے اور اپنی نسل کے لئے من مانی حکومت و اختیار قایم کرنے کے لئے کوشش کرتے تھے - اگرچہ اون میں سے بعض ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو ملک کو بھی نفع پہونچانا چاہتے تھے - لیکن بہت ہی کم - ایسے ہی لوگوں کو اہل جاپان ملک کا

خیر خواہ اور محب ملک کہتے ہیں۔ کیونکہ سچے خیر خواہاں کے مقابلہ میں جو اپنے نفع پر ملک کے فواید کو فوقیت دیتے ایسی لوگونکا ہونا غنیمت تہا۔ اِس ہی قسم کے لوگوں میں سے ایک مشہور جاپانی یورتیوموتہا ؎

اگرچہ یورتیومو نے اپنے اور اپنی نسل کے لئے ایک مختارکل حکومت واختیار کی بنیاد ڈالی لیکن بادشاہ اور اہل ملک کے اغراض کو ہمیشہ مدنظر رکہا۔ اور حتی الامکان ملک میں صدیوں کے بعد امن وامان اور انصاف کی حکومت قایم کرنے والا ہو۔ تاریخ جاپان سے ثابت ہوتا ہے کہ وسط ساتویں صدی کے بعد سے یسکر یورتیومو کے وقت تک اہل جاپان پر مصائب کی بہرمار رہی جو شخص بہی ملک میں رونکہ جاتا تہا وہی لوگوں کو محض اس خیال سے دبائے رکہنے کے لئے کوشش کرتا تہا کہ کہیں وہ اوسکی ولی اغراض میں رخنہ انداز نہوں۔ جو لوگ اس قسم کے ثابت ہوتے یا جنکی طرف سے اس قسم کا شبہ ہوتا اونکو۔ اونکے خاندان۔ اون کے پیروں اور اون کے فرقہ کے لوگوں کا نام ونشان تک مٹا دیا جاتا تہا ؎

جب یورتیومو اپنے مخالف فرقہ تیرا کو مغلوب کرچکا تو اوسنے جاپان میں ایک باقاعدہ قومی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنا مسکن کیوٹو میں قایم کرنیکی جگہہ کماکورا میں قایم کیا۔ سب سے پہلا کام جو اوسنے ایک زبردست قومی سلطنت قایم کرنیکے لئے کیا وہ یہ تہا کہ اوس نے ایک کونسل قایم کی۔ اس میں ملکی معاملات پر بحث کیجاتی تہی۔ یہی کونسل ملک کا انتظام وانصرام کرتی تہی اوس میں بہت سے لوگ شریک تہے ؎

اسکے بعد یورتیومو نے ایک عدالت فوجداری قایم کی۔ جو ڈکیتی

اور دیگر جرایم کا انسداد کرتی تھی اوس وقت ملک میں اس قسم کے جرایم کی کثرت تھی - کیونکہ ملک وسط ساتویں صدی سے لیکر گیارہویں کے اخیر تک محض اون لوگوں کی خواہشوں کے باعث جو مختار کل ہوکر رہنا چاہتے بڑی بدنظمی میں رہا تھا ÷

پھر اوس نے شاہ جاپان سے اپنے پانچ رشتہ داروں کو پانچ صوبوں کا گورنر مقرر کرآیا - اور بادشاہ سے وعدہ کیا کہ میں خود اون کی حرکات و افعال کا ذمہ دار ہوں - اوسوقت تک صوبوں کے گورنر اور نائب گورنر سول حکام میں سے مقرر کئے جاتے تھے اسلیئے وہ ملک میں امن قایم رکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے لیکن یوریتومو کے رشتہ دار فوجی سپہ سالار تھے - یہ لوگ اپنے صوبوں میں امن قایم رکھ سکتے تھے - مزید براں یوریتومو نے ہر صوبہ میں علاوہ ایک گورنر کے ایک سپہ سالار بھی مقرر کرایا - پھر یوریتومو نے اپنے بادشاہ سے کل ملک کی فوج کے سپہ سالار کا عہدہ مخصوص کرالیا - اس عہدہ کے اختیارات کے ذریعہ سے یوریتومو نے کل صوبوں میں ایک زبردست اور ذمہ وار حکومت قایم کی اور اسطرح کئی صدیوں کے بعد اوسنے ملک جاپان میں امن کی حکومت قایم کردی ÷

اسکے بعد یوریتومو نے شاہ جاپان سے یہ اجازت حاصل کی کہ وہ ملک کی زرعی پیداوار پر ایک محصول لگائے - اور اس محصول کی آمدنی سے فوجی اخراجات چلائے ہیں - ان باتوں کو انجام دینے کے بعد اوسنے عدالتیں قایم کیں جن میں مقدمات کی سماعت کیجاتی تھی اور اس طرح فورا ذراسی بات میں انصاف کے خیال کو داخل کردیا ÷

جاپان میں راہب ہتیار رکھتے تھے - اور ملک کے ستانیوالوں کو اپنے ہاں پناہ اور ہتیار دیتے تھے - یہ راہب دینی پیشوا ہونے کے

باعث بڑے مغرور اور زورآور ہو گئے تھے۔ وہ اون اصلاحوں کی مخالفت کرتے تھے جن پر ملک کی بہبودی منحصر تھی۔ اسلئے یورتیومو نے اون کے زور کو گھٹایا اور یہ حکم نافذ کرایا کہ وہ نہ خود ہتیار رکھیں اور نہ کسی کو ہتیاروں سے مدد دیں۔ اور جرایم پیشہ اور مخالفان اصلاح کو اپنے راہب خانوں میں پناہ نہ دیں +

جو باتیں یورتیومو نے ملک کی بہتری کے لئے رایج کیں اون کی منظوری شاہ جاپان سے ہی حاصل کی۔ اوسنے کبھی یہ روا نہیں رکھا کہ اپنے ہی اختیار سے کچھہ کرتا۔ حالانکہ وہ ایسا کر سکتا تھا + سنہ ۱۱۹۰ع میں وہ دربار سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشیں ہو گیا۔ مگر وہاں سے بہی وہ امن قایم رکھنے اور علوم و فنون کو ترقی دینے کی تجاویز اور تدابیر عمل میں لاتا رہا۔ سنہ ۱۱۹۸ع میں وہ دریائے سگامی کے ایک پل کا معائنہ کرکے واپس آرہا تہا کہ گھوڑے پر سے گر گیا۔ اوسکے سخت چوٹ آئی۔ جسکے اثر سے وہ جانبر نہ ہو سکا +

یورتیومو اپنی خدمات کے باعث جن کے ذریعہ اوس نے صدیوں کے بعد جاپان میں امن قایم کیا۔ علوم و فنون کو ترقی دی۔ اور ایک زبردست باقاعدہ سلطنت قایم کی۔ انصاف کو رواج دیا۔ اور ملک کو عروج پر پہونچانے کی تدابیر کی۔ ملکی بدخواہوں کا زور گھٹایا +

"جاپان کا خیرخواہ اور محب ملک مانا جاتا ہے" +

محبِ ملک عبد القادرؒ

ایک زمانہ میں جو انیسویں صدی عیسوی کے نصف اول حصہ میں شمار کیا جاتا ہے امریکہ اور انگلستان کے مسلسل حملوں سے الجزائر اور ٹیونس کی طاقت بیحد مضمحل ہو گئی تھی۔ لیکن اوس حملہ کے بعد جو آخری حملہ بتایا جاتا ہے۔ تین ہی سال کے اندر محبان ملک نے شہر اور بندرگاہ الجزائر کے قلعے اور دمدمے وغیرہ مستحکم کر لئے۔ ماہ اپریل ۱۸۲۷ء میں الجزائر کے گورنر اور فرانسیسی سفیر کے درمیان ایک خفیف سی بات پر نزاع بڑھ گیا۔ جس کے باعث مغربی سلطنتیں آمادہ پرخاش ہو گئیں۔ اور نزاع بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ ۲۶۔ مئی ۱۸۲۹ء میں ایک نہایت زبردست بیڑہ جہازوں کا امیر البحر ڈوپرے ساحل بربر پر لے گیا۔ اور ۱۳۔ جون کو الجزائر کی حد میں پہونچ گیا۔ اور ۱۹۔ جون کو فوجوں نے جہازوں سے اُتر کر شہر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے مزاحمت کی۔ لیکن یورپ کی ٹڈی دل فوج کے آگے تاب مقابلہ نہ لاسکی۔ اسلئے وہ شہر کے اندر چلے گئے فرانسیسی فوج نے اونکا محاصرہ کر لیا۔ اور اگرچہ اہل شہر نے خوب مقابلہ کیا۔ لیکن آخرکار اون کو صلح کرنا پڑی ٭

فرانسیسی دور کا آغاز ہوتے ہی الجزائر کے قدیم فرمانرواؤں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت کو زوال ہو گیا۔ الجزائر پر قبضہ کر کے فرانس نے ۱۸۳۱ء میں صوبہ ٹیونس پر بھی قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۸۲۹ء سے لیکر سنہ ۱۸۸۱ء تک فرانیسی گورنر متواتر اہل الجزایر پر ہر طرح ظلم کرتے رہے - وہ وہ ستم کیئے جنکی نظیر بمشکل ملتی ہے - جب لوگ ظلم سہتے سہتے تنگ آ گئے تو عربی اور بربری قبیلوں میں انتقام اور بغاوت کی آگ بہڑک اوٹھی اور حب الوطنی کا نہ دب سکنے والا جذبہ پیدا ہو گیا - الجزایر کی محب ملک جماعت فرانس کے مقابلہ میں ڈٹی رہی - فرانس سے یکے بعد دیگرے بوگینڈ - پلیسیر کانرو برٹ - سینٹ ارناڈ اور میکوہن جیسے جرنیل بغاوت فرو کرنے کے لیئے مامور کیئے گئے - ان جرنیلوں نے بیحد کشت و خون کیا اور کرایا - لوٹ مار کی - مکانوں میں آگ لگوا دی - لیکن بربری اور عربی قبایل بہی مقابلہ سے باز نہ آئے - اور جس دلیری اور جانبازی سے اونہوں نے اپنے سے دس گنہ زیادہ قوت کا مقابلہ کیا وہ بے نظیر تہی اُنہوں نے ایک ایک کرکے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا - اور کار آزمودہ جرنیلوں کے چہکے چہڑا دیے ٭

اِس ساری کامیابی کا رنگ لیڈر الجزایر کا ایک مشہور و معروف ہیرو عبدالقادر نامی تہا جو شہر مستقارہ کے ایک قدیم نامی خاندان کا نونہال تہا - اس خاندان کے لوگ الجزایر میں ہمیشہ سے دینی پیشوا چلے آتے تہے - عبدالقادر بہی فقیہ - حاجی اور پکا مسلمان تہا - اور ویسی تمام باتیں قدیم عربوں کی سی تہیں وہ مہمان نواز - نیک - راستباز - آزاد اور فن سپہ گری کا ماہر تہا - بڑا دلیر اور معرکہ آرا تہا - اوسکی سب سے بڑی صفت یہ تہی کہ قوم پرست اور جان نثار محب ملک بہی تہا - چونکہ عبدالقادر عنفوان شباب ہی میں ہونہار تہا - اسلیئے گورنر الجزایر اوس کے درپے تخریب ہو گیا جس کے باعث عبدالقادر ترک وطن کرکے مصر میں چلا گیا

لیکن جب وہ ۲۴ برس کی عمر میں اپنے ملک میں واپس آیا تو دیکھا غیر ملک والوں کی ظالمانہ حکومت سے سارے لوگ تنگ ہیں اور اوس کے ہموطن سخت مایوس ہیں۔ چونکہ اوسکا اور اوسکے باپ دادا کا نام ملک میں طلسم کا حکم رکھتا تہا۔ اسلئے اوس کے وطن میں پہونچتے ہی سارے قبیلے اوس کی طرف کہنچ گئے۔ جب اوسکی قوت بڑہتے بڑہتے ایک چہوٹی ریاست کی ہم پلہ ہوگئی تو فرانسیسیوں نے دفع الوقتی کے طور پر اور اوسے اپنا طرفدار بنائے رکہنے کے لئے شہر مستارہ کا خودمختار حاکم تسلیم کرلیا یہ سنہ ۱۸۳۴ء کا واقعہ ہے ⁂

مستارہ میں قدم جماکر عبدالقادر نے ایک بڑی جنگ کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ اور صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں اپنی قوت کو اسقدر مضبوط کرلیا کہ جب سنہ ۱۸۳۵ء میں فرانسیسیوں نے حسب عادت ایک پولٹیکل حیلہ ڈہونڈہکر مستارہ پر حملہ کیا تو اونکو دریائے مستارہ پر سخت زک اوٹہاکر پسپا ہونا پڑا۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں اوسنے فرانسیسیوں کی ایک کثیر فوج کو مطیجہ میدان میں ایک اور سخت شکست دی۔ اسپر ایک اور فوج مستارہ کو تحس نحس کرنے کے لئے روانہ کی گئی۔ لیکن عبدالقادر نے اوسے بھی شکست دی ⁂

ابتو عبدالقادر کی بہادری۔ کارروائی اور حب الوطنی کا ہرطرف شور مچگیا۔ فرانسیسی فوج بار بار مستارہ پر حملہ کرتی تہی۔ مگر ہر بار ہزیمت کی کہاتی تہی۔ عبدالقادر کا قبضہ سوائے ایک یا دو مقام کے باقی کل الجزایر پر ہوگیا۔ لیکن فرانسیسی بہی اپنی فکر اور کوشش میں لگے رہے مگر کسی نہ کسی طرح عبدالقادر کو شکست دیکر الجزایر پر دوبارہ

قبضہ حاصل کریں - چنانچہ ۱۸۴۰ء میں فرانس نے ایک بہت بڑی اور بہت طاقتور فوج عبدالقادر کی سرکوبی کے لئے روانہ کی - اور فرانسیسی جرنیل نے ایک ایک کرکے الجزایر کے سارے قلعوں اور شہروں پر قبضہ کرلیا - یہانتک کہ ۱۸۴۹ء میں مستعارہ بھی فتح کرلیا گیا - اور ملک پر فرانس کا پورا تسلط ہوگیا ؂

عبدالقادر کی مثال سے اوس کے ملک والوں میں بڑا جوش پیدا ہوگیا تھا اور اوس کی حب الوطنی سے ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا - اس شخص کا اصلی مدعا یہ نہیں تھا کہ وہ فرانس کو زک دے بلکہ یہ کہ اپنے ملک والوں کو اون کے ظلم و جبر سے بچالے لیکن وہ کرنا تو کیا - جو کچھ اوس سے ہوسکا اوسنے کیا - اور ہاں بہت کچھ کیا - اوسکے کارناموں کو ڈیوک آف ویلنگٹن جیسا کامیاب اور اولوالعزم شخص بھی حیرت و استعجاب سے دیکھتا تھا جب اوس کی فوج لڑتے لڑتے اور کٹتے کٹتے بہت ہی کم ہوگئی تو فرانس کی ٹڈی دل فوج اوس پر غالب آگئی - اگر اوس کے پاس کافی فوج ہوتی تو وہ اپنے ملک کو ضرور ظالموں کی حکومت سے بچا لیتا - اوسنے ایک عرصہ فرانس کے قیدخانہ میں رہنے اور پھر وہاں سے رہائی حاصل کرنے اور ایک مدت کی سکونت کے بعد ۱۸۸۳ء میں دمشق میں انتقال کیا - سارے الجزایر اور ٹیونس میں اوسکا نام بڑی عزت سے لیا جاتا اور حب الوطنی کے لئے ضرب المثل ہے ؂

اگرچہ عبدالقادر فوت ہوگیا - لیکن عربی قبایل جو اوس کی حب الوطنی سے متاثر ہوچکے تھے فرانس سے نہیں دب سکے بلکہ رہ رہ کر بغاوت کرتے تھے - اور فرانس کی فوج کو سخت نقصان

بھونچالنے تھے۔ اور خود اون کے ظلم کا تختۂ مشق بنتے تھے۔ وہ فرانس کا مطیع ہو کر رہنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اگر ۱۸۶۵ء میں لوئی نپولین۔ الجزایر جاکر اون کو اپنی زبان سے یہ اطمینان نہ دلاتا کہ شخصی جاگیروں اور ریاستوں میں گورنمنٹ کوئی دست اندازی نہیں کرے گی تو وہ فرانس کو چین نہیں لینے دیتے۔

جاپان کی عظمت کا خواہاں

تاریخ جاپان کا ایک ایک ورق گواہی دے رہا ہے کہ "جاگیرداری بعوض خدمات فوجی" کے سلسلہ سے جاپان پر ہمیشہ آفات کی بھرمار رہی۔ جو لوگ اِس سلسلہ کے باعث نواب تھے وہ آپس میں جنگ و جدل کرتے رہتے تھے۔ اور اون میں سے ہر ایک اپنے مقبوضات کو بڑھانے کی فکر میں رہتا تھا۔ ان نوابوں میں سے جو کوئی بھی ملک کے ایک بڑے حصہ کا مالک ہو جاتا تھا وہی شاہ جاپان کے مقابلہ پر آمادہ ہوتا تھا۔ اور شاہی حکومت کی تحقیر کرتا تھا۔ اور اون احکام اور اصلاحوں کو نہیں مانتا تھا جو ملک کے لئے مفید ہوتے۔ ایں ہارہا شاہان جاپان کی طرف سے یہ کوشش ہوئی کہ ملک میں

امن ہو۔ علم و ہنر کی ترقی ہو۔ تجارت اور زراعت کو
زور غ ہو۔ لوگ اتفاق سے رہیں۔ اور خانہ جنگیاں ہمیشہ
کے لئے مٹ جائیں۔ لیکن طاقتور نواب جنکے زیر حکم بڑی بڑی
جنگی افواج تہیں ان سب باتوں کی مخالفت کرتے رہے ✤

تاریخ جاپان تین شخص بڑے نامور اور کارگذار ہیں۔
اون کے نام یہ ہیں نوبو ناگا جس کی حب الوطنی کے کارناموں کا
ذکر کسی دوسری جگہہ اسی کتاب میں درج ہو چکا ہے۔ ہدیوشی
اور آئی آئی سو۔ ان تینوں نے باری باری اپنی ساری ہمت
وکوشش اس بات میں صرف کردی کہ جاپان میں امن رہے۔
نوابوں کی خانہ جنگیاں بند ہوں۔ سارے نواب بادشاہ
کے مطیع ہوں علوم و فنون۔ تجارت۔ زراعت وغیرہ کی
ترقی ہو۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے
لیکن اون کی زندگی میں وہ بات حاصل نہ ہو سکی جس کی
اونہیں آرزو تھی۔ تاہم اون کی کوششوں سے ایسا راستہ
تیار ہو گیا جس پر چلنے سے جاپان عروج پر پہونچ سکتا تھا ✤

آخر کار جب "جاگیرداری بعوض خدمات فوجی" کا سلسلہ
قطعی طور پر رد کر کے شاہ جاپان کے اقتدار بڑھانے کے لئے
کوشش کی گئی تو سارے ملک نے اظہار خوشی کیا۔ لیکن ستسوما
فرقہ کے لوگوں نے نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خود مختاری قایم رکھنے پر
تلے رہے۔ اگرچہ اس فرقہ کے لوگوں نے شاہی اقتدار کے بڑہانے
اور شوگن کو تباہ کرنے میں بڑی مدد دی۔ لیکن چونکہ اوس کے
لوگ کہنہ خیال تھے اور بوسیدہ باتوں کے شیدائی اسلئے
جدید اصلاحوں کے خلاف تھے ✤

اس فرقہ میں بھی اصلاحوں کے سبب سے نفاق پیدا ہوکر دو فریق ہو گئے۔ جن میں سے ایک فرقہ ساری جدید اصلاحوں کا حامی تہا۔ اور دوسرا بالکل مخالف۔ حامی فریق کا سرغنہ ایک محب ملک تہا جس کا نام گوبہ نوشی میچی تہا۔ دوسرے فریق کے سرغنہ شیانزو سالورو اور سیگو تاکاموری تھے۔ بادشاہ اور حامیان اصلاح نے ان دونوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بیحد کوشش کی۔ اور اونہیں اراکین سلطنت کے حلقہ میں جگہہ دینا چاہی۔ لیکن اونہوں نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ بلکہ ٹوکیو سے چلے گئے۔ سیگو سے سمرائی (یہ جاپان میں ایک جنگجو فرقہ تہا) فرقہ کے لوگ بیحد خوش تھے۔ وہ اوس کے دل سے مطیع تھے۔ ٹوکیو سے چلے جانے کے بعد اوسنے کاگوشیمہ کے نزدیک جہاں ایک فوجی مدرسہ تہا سکونت اختیار کی۔ اس اسکول اور دیگر مدارس میں جو اوسکی شاخیں تہیں اوسوقت کوئی ۲ ہزار جوان سمرائی فن حرب کی تعلیم پارہے تھے۔ چونکہ جدید اصلاحوں سے اس فرقہ کے لوگوں کا اقتدار بہی کم ہوتا تہا۔ اسلئے اونکو بہی اصلاحوں سے ہمدردی نہیں تہی۔ ان لوگوں نے سیگو کو اصلاحوں کی مخالفت اور بغاوت پر آمادہ کردیا۔

جب مخالفان اصلاح علم بغاوت بلند کرچکے تو ستسوما فرقہ کے ایک معزز شخص امیرالبحر کاواموراکو سیگو کے پاس روانہ کیا گیا۔ تاکہ وہ اوس سے گفتگو کرکے اوسے راہ راست پر لائے۔ لیکن سیگو نے اوس سے گفتگو کرنے سے انکار کردیا۔ اسکے بعد وہ ۱۴۰۰۰ ہزار چیدہ اور جوان سمرائیوں کی فوج لیکر وسط ماہ فروری سنہ۱۸۷۷ء میں ٹوکیو کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اوسنے

قلعہ گما مو ٹو کو جس میں شاہی فوج تھی فتح کرنا چاہا۔ وہاں اوسے کئے ہفتے لگے۔ اتنے میں شاہی فوج فراہم کر کے اوسکے مقابلہ کیلئے روانہ کی گئی۔ جسکا سپہ سالار شاہزادہ اریسگو گاوا نومیہ مقرر کیا گیا۔ سامان رسد وغیرہ کا انتظام سیگو کے چھوٹے بھائی ہگو نشو کو میچی کے سپرد کیا گیا۔ یہ شخص بادشاہ کا مطیع اور جانثار تھا۔ لیکن اوسنے اوس فوج میں شریک ہو کر کام کرنے سے انکار نکیا جو اوس کے بھائی کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئی کیونکہ وہ ملک کی بہتری کا خواہاں تھا۔

سیگو اور اوس کی باغی فوج کو قلعہ گما موٹو پر شکست ہوئی اسلئے وہ شمال کی طرف ایک محفوظ مقام میں چلی گئی۔ شاہی فوج اوس کے تعاقب میں گئی۔ دونوں سپاہ کا مقابلہ ہوا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جب سیگو نے دیکھا کہ اب اوس کی قطعی ہار ہوگئی۔ تو وہ معہ دو سو جانباز سپاہیوں کے لڑتا بھڑتا ہوا شاہی فوج کو چیر چار کر بھاگ گیا۔ اوسکی باقی فوج نے شاہی فوج کی اطاعت قبول کر لی۔ یہ ۱۹۔ اگست ۱۸۷۷ء کا واقعہ ہے۔ سیگو نے بھاگ کر کوہ شیرویامہ کی چوٹی پر پناہ لی۔ شاہی فوج نے اوسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور کئے دن تک رات دن اوپر گولہ باری جاری رکھی۔ سیگو کی ران میں سخت زخم آیا وہ یہ سمجھ کر اب فتح دشوار ہے اور یہ کہ وہ گرفتار کر لیا جائیگا۔ اوس نے اپنے ایک افسر سے کہا کہ مجھے قتل کردو۔ افسر نے اوس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ باقی لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔ امیر البحر کاوامورا نے سیگو کی نعش اور دیگر لوگوں کی نعش دفن کرائی۔ یہ ۲۲۔ ستمبر ۱۸۷۷ء کا واقعہ ہے۔ اس کے

بعد ہی شاہ جاپان کی حکومت کل ملک میں ہو گئی۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ اصلاح طلب فریق کا حامی اکوبہ توشی میچی تھا۔ یہ ایک بڑا مدبر اور سچا محب ملک تھا۔ ابتدا ہی سے وہ بغاوت اور جاگیرداری بعوض خدمات فوجی" کا مخالف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جاپان کو عروج ہو تاکہ وہ بھی بڑے بڑے طاقتور اور مہذب ممالک کا ہم پلہ ہو جائے۔ اس خیال سے اوس نے خود اپنے فرقہ کے لوگوں کی سرکوبی کے لئے کوشش کی کیونکہ وہ اصلاح کے مخالف تھے۔

جب اوس کے فرقہ والوں نے بغاوت کی تو وہ معاملات داخلہ کا وزیر تھا۔ اوس نے اپنی منصبی فرایض ادا کرنے اور حب وطن کا ثبوت دینے کی غرض سے اس بغاوت کے دبانے اور باغیوں کو مغلوب کرنے میں بیحد جانفشانی دکھائی۔ جو لوگ اصلاحوں کے مخالف تھے وہ اوس کے بھی دشمن تھے۔ شکست ہونے پر اونہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اکوبہ نے بچہ لوگوں کو بھیجکر سیگو کو ہلاک کرا دیا۔ سمرائیوں میں سے زیادہ تر نے اس بات کو درست مان لیا۔ اور وہ اوس کی جان لینے کے درپے ہو گئے۔

دشمن اکوبہ کی جان لینے کی تاک میں لگے رہے۔ ایک دن یعنی ۱۴۔ مئی ۱۸۷۸ء کو جبکہ اکوبہ اپنی گاڑی پر سوار ہو کر شاہ میکاڈو کے محل کی طرف جا رہا تھا تو بہت سے سمرائیوں نے حملہ کر کے اوسے گھیر لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔ جو لوگ اوس کے قاتل کی حیثیت سے گرفتار کئے گئے اونہوں نے بیان کیا کہ سیگو کی موت کا بدلہ لینے کے لئے اکوبہ کو ہلاک کیا گیا۔

اگرچہ محب ملک اکوبہ مارا گیا۔ لیکن جس بات کو وہ ملک کیلئے

مفید سمجھتا تھا اوسے انجام دے گیا۔ جاپانی اوسے کے [illegible]
بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں اور اوسے
"بے نظیر محب ملک خیال کرتے ہیں"

ظلم پر ظلم

جس زمانہ میں ملک چین میں ٹیپ ینگس میں بغاوت زور و شور پر تھی اوس وقت صوبہ یونّان میں مسلمانوں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ لوگ ایک مدت سے اس صوبہ میں آباد تھے اور شاہ چین کے بڑے مطیع و جاں نثار۔ اگرچہ اصل میں وہ ترکی نژاد تھے۔ لیکن سرزمین چین میں چینیوں کے ساتھ سلسلہ مناکحت کرکے عادات و خصائل میں بالکل چینی ہو گئے تھے۔

یہ لوگ وسط اٹھارہویں صدی تک دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ برادرانہ سلوک سے صلح کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن ہمیشہ چینی حکام کی طرف سے اون پر جبر و تشدد ہوتا رہا۔ ۱۸۵۱ء میں تنگ خیال حکام نے ان لوگوں کو بیحد ستایا۔ مظلوموں نے تنگ آکر شاہ چین کی خدمت میں ایک درخواست اس امر کی

روانہ کی کہ چینی حکام ہم پر بڑا ظلم کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے اور کوئی دیانتدار حاکم ہمارے صوبہ میں مقرر کیا جائے۔ لیکن دربار چین میں اس درخواست پر کوئی التفات نہیں کیا گیا ؂

اگرچہ مظلوموں کی واد رسی نہ ہوئی۔ لیکن اونہوں نے سرکشی اختیار نہیں کی۔ اور کئی سال تک ستم سہتے رہے۔ لیکن جب اون میں سکت نہ رہی اور جب وہ بالکل عاری آ گئے تو ۱۸۵۵ء میں صوبہ یونن میں بغاوت نمودار ہوئی اس صوبہ میں تانبہ کی کانیں بکثرت ہیں۔ جب مسلمانوں نے علم بغاوت بلند کیا تو حاکم جو بزدل تہا خوف کے مارے دوسری جگہہ بہاگ گیا مسلمانوں اور چینی فوج کا مقابلہ ہوا۔ دستور کے مطابق چینی حکام نے سخت گیری جاری رکھی اور مظلوموں کو بیدریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ صوبہ کے حاکم نے اس سخت گیری اور ستمرانی کو روکنا چاہا۔ مگر ماتحت حکام نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ حاکم صوبہ نے مجبور ہوکر مایوسی کے عالم میں خودکشی کر لی ؂

چینی حکام جنگو کشت وخون اور ظلم رانی میں لطف آتا تہا اون پر حاکم صوبہ کی خودکشی کا بہی کچہ اثر نہ ہوا۔ اونہوں نے ایک دن مسلمانوں کے قتل عام کے لئے مقرر کر دیا۔ مسلمان بہی اس قول کے مطابق کہ

ہرچہ دست از جاں بشوید ہرچہ در دل دارد بگوید

مقابلہ کے لیئے آمادہ تہے۔ اسپر ظالم حکام نے یہ ترکیب نکالی کہ اون پر مقررہ دن سے پیشتر ہی اچانک یورش کر دی اور بہتوں کو ہلاک کیا۔ مگر جسقدر مسلمان قتل ہونے سے بچ رہے تہے

اونہوں نے ارادہ کرلیا کہ مرتے دم تک ظالموں اور شاہی حکومت کا مقابلہ کیا جائے۔ اور اون کی حکومت کو اپنے سروں سے اوٹھا دیا جائے۔

اوس وقت اون میں سے دو شخص سرغنہ بنے۔ ایک کا نام ما تہا یہ شخص حج بھی کر آیا تہا۔ اور مصر و ٹرکی کا سفر بھی کر چکا تہا۔ وہ اپنی دینداری اور علم و فضل کے لئے چینی مسلمانوں میں بیحد مشہور تہا۔ لوگ اوس کی بڑی وقعت کرتے تھے۔ دوسرے کا نام تو تہا۔ یہ ایک بڑا جانباز شخص تہا۔ اور فن حرب سے بھی واقف۔ اوسنے شہر تالیفو پر قبضہ کر لیا۔ یہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم شہر تہا۔ اوسکے چاروں طرف ایک جھیل تھی اور جھیل کے گرداگرد پہاڑ تہا جب تو اس شہر پر قبضہ کر چکا تو اوس نے ما سے تعلق قطع کر لیا اور خود شہر کا حاکم و فرمانروا بن بیٹھا۔ ما میدان جنگ میں چینی فوج کے مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ اوس نے شہر یون نن فو پر دہاوا بولا۔ مگر ناکام رہا۔ ۱۸۶۰ع میں تو ایک بڑی فوج لیکر اس شہر پر حملہ آور ہوا اور محاصرہ کر لیا۔ محصورین اطاعت قبول کرنے ہی کو تھے کہ ما کی طرف سے اون کے پاس یہ پیغام پہونچا کہ اگر وہ اور اُس کا بیٹا شاہی فوج میں معزز عہدوں پر مقرر کر دئے جائیں تو وہ چینیوں سے صلح کر کے اون کی مدد کرے گا۔ اس پیغام کو بعجلت تمام شاہی دربار سے منظور کرا لیا گیا۔

ما اور اوسکا ایک عزیز جو لنگ نامی فوج میں سپہ سالار دے گئے۔ جو لنگ میدان جنگ میں چینی فوج کی کمان کرنے لگا

اور اوسکا نائب شہر کا محاصرہ کئے رہا۔ نائب نے علم
بغاوت بلند کرکے حاکم شہر کو قتل کر دیا۔ ما بعجلت وہاں پہونچا
اور اوسنے بغاوت فرو کردی۔ اور شہر پر چینی فوج کا از سرنو
قبضہ ہوگیا ٭

اب ذرا تو کا حال بھی سُنئے۔ وہ اس عرصہ بھر شہر تالیفو
میں اپنی طاقت اور فوج کو بڑہاتا رہا۔ چونکہ وہ ارادے کا
پکا اور بڑا دلیر تہا۔ اسلئے شاہی فوج نے اوسکے زور کو
گہٹانا چاہا۔ اوّل تو اوس کے پاس صلح کرنے کی غرض سے صلح
کا پیغام بہیجا۔ اور اس کام کے انجام دینے کے لئے ما کو
مامور کیا۔ مگر تو نے ان باتوں کے قبول کرنے سے انکار کردیا
اور کہا کہ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہوجائے گا کہ ہم پر پہر کبھی سختی
اور ظلم نہ کیا جائے گا تب تک میں کسی بات کو نہیں مان سکتا +
یون نن کی دیکہا دیکہی اور مقامات میں بہی جو حکام کی ظلمرانی
سے تنگ تہے بغاوت نمودار ہوئی۔ چینی فوج اون کے دبانے
کے لئے مامور کی گئی۔ ما نے ۱۸۶۷ء میں شہر تالیفو پر فوجکشی
کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تو نے اسوقت ملک برہما سے میل
کرلیا۔ اور وہاں سے ہتیار اور دیگر سامان جنگ منگا لیا۔
اسکے بعد اوسنے اپنے بہتیجے کو انگلستان کے بادشاہ کی مدد
حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مگر وہاں سے مدد نہ ملسکی ٭
جب دربار چین کو تو کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو اونہی
بعجلت تمام مظلوم مسلمانوں اور اوسکے سرغنہ کو ہمیشہ کیلئے
دبانے کا ارادہ کرکے ایک بڑی فوج اونکی سرکوبی کے لئے
روانہ کی۔ اور مسلمانوں کے کچھ سرغناؤں کو اس وعدے پر کہ